بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهُ فَإِذَا هُوَ زَاهِقٌ

بلکہ ہم تو حق کو ناحق (کے سر) پر کھینچ مارتے ہیں تو وہ باطل کے سر کو کچل دیتا ہے پھر وہ اسی وقت نیست و نابود ہو جاتا ہے

(ترجمہ فرمان)

توثیقِ حق

تمیین

بجواب

تحقیقِ حق

تالیف و ترتیب

ناصر الشریعہ مولانا راجہ محسن علی بی۔اے فخر الافاضل

ناشر

اراکین تحریک تحفظ تعلیمات آلِ محمد رجسٹرڈ پاکستان بلاک ۲ سرگودھا

افضل الکتابت بلاک ۱۹ سرگودھا

القائم آرٹ پریس

بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهُ فَإِذَا هُوَ زَاهِقٌ

بلکہ ہم تو حق کو ناحق (کے سر) پر کھینچ مارتے ہیں
تو وہ باطل کے سر کو کچل دیتا ہے پھر وہ اُسی وقت نیست و نابود ہو جاتا ہے۔ (ترجمہ فرمان)

باطل شکن کتاب

توثیقِ حق

بجواب

تحقیقِ حق

تالیف و ترتیب

ناصر الشریعہ مولانا راجہ محسن علی بی۔ اے فخر الافاضل

ناشر

اراکینِ تحریکِ تحفظ تعلیمات آلِ محمدؐ رجسٹرڈ
پاکستان، بلاک نمبر۲، سرگودھا

نام کتاب ـــــ توثیقِ حق

مؤلف ـــــ راجہ محسن علی

تعداد ـــــ ایک ہزار

طابع ـــــ سید مصطفےٰ حسین

مطبع ـــــ القائم آرٹ پریس سرگودھا

کتابت ـــــ افضل الکتابت بلاک ۱۹ سرگودھا

قیمت ـــــ دس روپے

ملنے کا پتہ

مکتبۃ الثقلین کارخانہ بازار بلاک نمبر ۵ سرگودھا

مکتبۃ السبطین کوٹ فرید سرگودھا

مکتبۃ اصغریہ بلاک نمبر ۱۹ سرگودھا

گفتارِ اوّلین

قارئینِ کرام پر یہ حقیقت پوشیدہ نہیں ہے کہ تقسیم ملک کے بعد جب سے پاکستان میں اور بالخصوص صوبہ پنجاب میں علمی چہل پہل ہوئی اور مقامی علماء نے محراب و منبر پر تقریر و تحریر کے ذریعہ مذہبی حقائق کا اظہار شروع کیا خاص کر جب سے فخر الاوائل والاواخر حجۃ الاسلام والمسلمین علامہ محمد حسین صاحب قبلہ مجتہد العصر مدظلہ العالی اور اُن کے ساتھی علماءِ اعلام نے اسلحہءِ علم و عمل سے مسلح ہو کر مجالس و محافل کی اصلاح اور غلط عقائد کی تطہیر کی آواز بلند کی تو منبر کا اجارہ دار۔ صوبائی تعصّب کا شکار، کردار کی بجائے غازئ گفتار ایک گروہ نکل آیا اور بعض سادہ لوح ذاکروں اور مومنوں کو ہمراہ ملا کر تقریر و تحریر کے ذریعہ ملک کے طول و عرض میں علماءِ حق کے خلاف وہ شور و غوغا مچایا کہ "الامان الحفیظ"۔

علماءِ اعلام (جن کے سامنے اپنے پیشوایانِ اسلام کے صبر و ثبات کے بے مثال کارنامے موجود تھے) نے ہر میدان میں ان لوگوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور تہذیب و شرافت کی حدود کے اندر رہ کر اِن کے ہر وار کا موثر انداز میں دفاع کیا اور جب ان غوطہ آرائی کے باتیوں اور ان کے ہمنواؤں نے دیکھا کہ ہماری کوئی تدبیر کامیاب نہیں ہو سکی تو آج سے دو سال قبل صلح کا علم بلند کیا چنانچہ

بعض ہمدردانِ قوم و ملّت کی کوششوں سے ۲۰، ۲۱ مئی ۱۹۷۶ء کو جھنگ میں ہر دو متحارب گروہوں کے ذمہ دار افراد اکٹھے ہوئے گفت و شنید کے بعد باہمی صلح و صفائی ہوگئی اس کے بعد ۱۳ رجون ۱۹۷۶ء کو جامع المنتظر لاہور میں بشارتِ عظمیٰ کے نام سے اس سلسلہ میں جشنِ مسرّت منایا گیا اور قوم نے آرام و اطمینان کا سانس لیا۔ اس کے بعد مذہبی فضا پُرسکون ہوگئی۔

مگر جن لوگوں کا ذاتی مفاد قوم کے انتشار سے وابستہ ہے ان کو یہ بات پسند نہ آئی چنانچہ پہلے پاکستان میں شیخیوں کے بڑے ایجنٹ ڈاکٹر کاظم علی رسا نے کراچی سے اس صلح و آشتی کی فضا کو مکدر کرنے کی کوشش کی جو ناکام ہو گئی اس کے بعد سرگودھا کی ایک جولاہی سقیفہ پارٹی نے جس کا مقصد اپنے یہودیانہ عقائد کی اشاعت اور علماءِ حق کے خلاف جال بُننا اور بچھانا ہے اِنَّ اللّٰہَ لَا یَھْدِیْ کَیْدَ الْخَائِنِیْنَ ایک بقلم خود "محققِ عصر" کو آلۂ کار بنا کر میدان میں لا کھڑا کیا جن کے سر پر سستی شہرت حاصل کرنے اور لہو لگا کر شہیدوں میں نام درج کرنے کا بھوت سوار ہے انہوں نے "تحقیقِ حق" کے نام سے ایک رسالہ شائع کر دیا ہے۔

اس رسالہ میں انہوں نے بزعم خود اصول الشریعہ فی عقائد الشیعہ کا جواب دینے کی لاحاصل سعی کی ہے جیسا کہ قبل ازیں دس بارہ حضرات نے کی۔ زیادہ سے زیادہ اس کو ایک سوال نامہ کہا جا سکتا ہے جو اصول الشریعہ کو سامنے رکھ کر ترتیب دیا گیا ہے۔ اس رسالہ میں کیا ہے؟ نہ آیات نہ روایات نہ علماء و مجتہدین کے ارشادات، نہ عقلی و نقلی استدلالات بلکہ سراسر باطل قسم کے ذاتی خیالات، و قیاسات، وہمی خرافات اور عوامی مغالطات کی بھرمار ہے۔ ان کے

خیالاتِ پریشان کے تانوں باتوں کو دیکھ کر معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہنوز وادئ اوہام میں سرگرداں ہیں۔ مگر اِس پر طرفہ تماشا یہ ہے کہ وہ علماءِ حق پر انحراف و احتراز کا الزام لگا کر ان ذاتی خیالات کو کروڑوں شیعیانِ حیدرِ کرار کی ترجمانی کا نام دیتے ہیں۔ کیا دنیا میں کوئی عالم نہیں رہ گیا جو ایسے لوگ میدان میں آرہے ہیں۔

پروفیسر صاحب نے بخیالِ خود اِس رسالہ میں "اصول الشریعہ" پر تنقید کرتے ہوئے نوّے سوالات سرکار علامہ مدظلہ، کی خدمت میں پیش کر کے اُن سے وضاحتی جوابات کا مطالبہ کیا ہے (حالانکہ سرکار موصوف نے سب حقائق "اصول الشریعہ" میں کھول کر بیان کر دیئے ہیں جس کے بعد مزید وضاحت کی ضرورت نہیں رہی) اِس پر طرہ یہ کہ وہ سرکار علامہ مدظلہ، کے لئے عزّت و احترام اور محبّت و اکرام کے جذبات بھی رکھتے ہیں۔ حالانکہ اگر ایسا ہوتا اور وہ فی الواقع تحقیقِ حق کے طلب گار ہوتے تو انہیں لازم تھا کہ وہ اشاعت سے پہلے بالمشافہ گفتگو کر کے یا تحریری طور پر سوالات سرکار علامہ مدظلہ، کی خدمت میں پیش کر کے اطمینانِ قلب حاصل کر سکتے تھے اور اپنے شکوک و شبہات کا ازالہ کرا سکتے تھے اور اگر بالفرض ان کی تشفی نہ ہوتی تو وہ اپنے سوالات اور ان کے جوابات کو شائع کرا سکتے تھے مگر انہوں نے ایسا نہ کر کے اپنے باطنی مرض کا اظہار کر دیا (فزادھُم اللہ مرضا) اب رہ گئی یہ بات کہ سرکار علامہ مدظلہ، جواب میں قلم اٹھائیں تو بدو وجہ انہیں اس کی ضرورت نہیں۔

اوّل اِس لئے کہ وہ احسن الفوائد اور اصول الشریعہ جیسی عظیم کتابیں لکھ کر صحیح عقائد اور اصل حقائق کا کماحقہٗ اظہار کر کے اتمامِ حُجت کر چکے ہیں اِس کے بعد انہیں اِس موضوع پر قلم اٹھانے کی ضرورت نہیں ہے اور نہ ہی مزید وضاحت کی ضرورت ہے۔

دوم اس لئے کہ وہ ہر کس و ناکس کو مخاطب کر کے اس کو اہمیت نہیں دینا چاہتے۔ پروفیسر صاحب کو اپنی اوقات نہیں بھولنا چاہیئے وہ تو سرکار علامہ مدظلہ، کے شاگردوں کے شاگرد بننے کی اہلیت سے بھی محروم ہیں۔ ان کا جوڑ ہم لوگ ہیں اس لئے وہ ہم سے مخاطبہ فرمایا کریں۔ ع

بلائیں زُلفِ جاناں کی اگر لیتے تو ہم لیتے

اگرچہ موصوف کے رسالہ میں کوئی بات ایسی نہیں جس کا جواب اصول الشریعہ جیسی لاجواب کتاب میں پیشگی موجود نہ ہو تاہم محض اِس خیال کے پیشِ نظر کہ شیفتہ صاحب یا اُن کے چیلے چانٹے اِس خوش فہمی میں مبتلا نہ ہوں کہ ان کا رسالہ لاجواب ہے ہم اِس پر ایک طائرانہ نگاہ ڈال کر اِس کا حدود اربعہ بیان کر کے اس کا تار و پود فضا میں بکھیرتے ہیں تاکہ کوئی کم علم و عقل آدمی گمراہ نہ ہو سکے اور "تاج الافاضل" کی فضیلت کا بھانڈا بھی پھوٹ جائے نیز ان کی شیخیت کا راز طشت از بام ہو جائے۔

وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب وھو حسبی ونعم الوکیل

میں ہوں آپ کا مخلص

محسن علی عفی عنہ
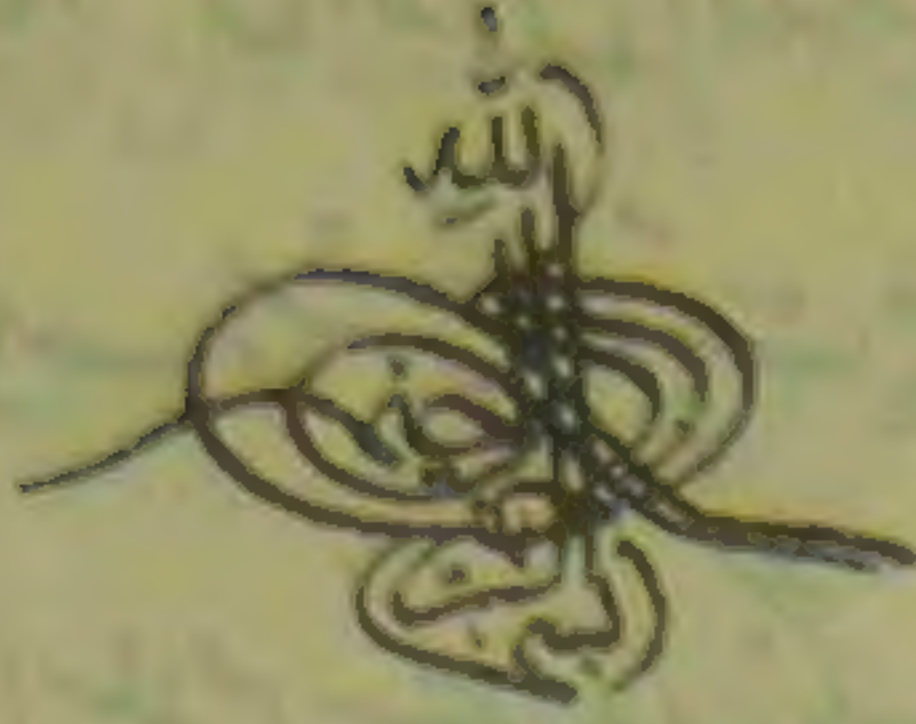
الحمد لاهلہٖ والصلوٰۃ علیٰ اھلہا

ذیل میں بڑے اختصار کے ساتھ نام نہاد رسالہ "تحقیقِ حق" میں اٹھائے گئے سوالات کے تحقیقی جوابات پیش کرنے کی سعادت حاصل کی جاتی ہے اگرچہ تحقیقِ حق کے دعویداروں سے قبولِ حق کی اُمید کم ہے جیسا کہ تفاؤل بالقرآن سے برآمد شدہ آیت مبارکہ سے ظاہر ہوتا ہے "ان فی ذالک لآیۃً وما کان اکثرھم لا یومنون" (اگرچہ اس میں (حق کی) نشانی موجود ہے مگر پھر بھی اکثر لوگ ایمان نہیں لائیں گے)

مگر جن کی جبلت میں سعادت کا عنصر شامل ہے وہ ضرور اس سے فائدہ اٹھائیں گے اور اگر صرف ایک آدمی بھی گمراہ ہونے سے بچ جائے یا گمراہ شدہ راہِ راست پر آجائے تو میں سمجھوں گا کہ میری محنت ٹھکانے لگ گئی۔ حسبنا اللہ ونعم الوکیل نعم المولیٰ ونعم النصیر۔

سوال نمبر ۱: کیا مقامی وغیر مقامی کے درمیان تعصب پھیلانا بھی آپ کے مشن میں شامل ہے؟ ص ۴ "تحقیقِ حق"

جواب:۔ دیگر علماءِ حق کی طرح سرکارِ علامہ مدظلہ، کے نزدیک یہ تفریق قطعاً غیر اسلامی

ہے لہٰذا اس کے داخلِ مشن ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

سوال نمبر۲:۔ کیا اسلام نے رنگ، نسل، زبان اور وطنیت کے تمام ناروا تعصبات کو ختم کرکے اہلِ ایمان کو ایک رشتۂ اخوت میں منسلک نہیں کر دیا؟ ص۴

جواب:۔ ہاں یہ درست ہے کہ اسلام کے اندر رنگ، نسل، زبان اور وطنیت جیسے خودساختوں بتوں کی کوئی گنجائش نہیں ہے علمِ اسلام کے پھریرے پر لکھا ہے "کل مومنٍ اخوۃ"

سوال نمبر۳:۔ اگر یہ درست ہے تو آپ نے ص۵ پر مقامی و غیر مقامی علماء کی تفریق کرکے صوبائی عصبیت کو کیوں ہوا دی ہے۔ علاوہ بریں آپ نے صرف شیعیانِ پنجاب کی اکثریت کو شیخیہ کیوں قرار دیا ہے الخ؟ ص۴

جواب:۔ اصول الشریعہ کے صفحہ نمبر۵ پر کہیں بھی صوبائی عصبیت کو ہوا نہیں دی گئی بلکہ صرف بطور اظہار واقع منبر کے اجارہ دار ایک گروہ کی روش و رفتار کی مذمت کی گئی ہے جو حقیقت کے عین مطابق ہے ——— باقی رہا پنجاب کی اکثریت کو شیخیہ قرار دینا تو اس کی وجہ دسویں باب میں بیان کر دی گئی ہے کہ پنجاب ہی سب سے زیادہ شیخی مبلغین کی یلغار کا شکار رہا ہے مگر اب آپ جیسے لوگوں کو دیکھ کر یقیناً سرکار علامہ مدظلہ، کو اپنے نظریہ پر نظرِ ثانی کرنی پڑے گی کہ پنجاب کے علاوہ بھی شیخیوں اور ان کے ایجنٹوں کی کوئی کمی نہیں ہے معلوم ایسا ہوتا ہے کہ خود پروفیسر صاحب صوبائی تعصب کا شکار ہیں اور اس لاعلاج مرض میں گرفتار ہیں اس لئے وہ ہر جگہ صوبائی عصبیت اور مقامی و غیر مقامی کی بحث کو ہوا دے کر فضا کو مکدر کرنا چاہتے ہیں اگر اصول الشریعہ

میں یہ چیز ہوتی تو کوئی اور بھی تو جواب دینے والا اِس کا تذکرہ کرتا۔

سوال نمبر۴:۔ کیا صفحہ نمبر۴۰ اور ۴۱ پر آپ نے اُن لوگوں کے بارے میں جو آپ سے نظریاتی اختلاف رکھتے ہیں۔ جو کچھ تحریر فرمایا ہے اُسے سنجیدہ اور عالمانہ گفتگو کہا جاسکتا ہے؟ صٹ

جواب:۔ جن نظریاتی مخالفین کے جواب الجواب میں یہ تحریر لکھی گئی ہے اگر ان کی عالمانہ تحریروں کو پیشِ نظر رکھا جاتا تو یہ شکوہ پیدا نہ ہوتا "تحقیقِ حق" کے علمبردار کو چاہیئے کہ ایک نگاہ معالم الشریعہ اور حقائق الوسائط وغیرہ کتابوں پر بھی ڈال لیں ایسا کرتے سے اُن کا تمام شکوہ دور ہو جائے گا اور ان پر واضح ہو جائے گا کہ ان تحریروں کے مقابلے میں اصول الشریعہ کے انداز میں کس قدر سنجیدگی اور متانت پائی جاتی ہے نیز ان کو معلوم ہونا چاہیئے کہ ہر جگہ اندازِ گفتگو ایک جیسا نہیں ہوتا جہاں عقل و شرع میں نرمی کا حکم ہے وہاں "وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ" کا حکم بھی موجود ہے الغرض ہر سخن جائے و ہر نکتہ مقامے دارد۔

سوال نمبر۵:۔ کیا صفحہ ۴۱ پر درج انتہائی پوچ لچر اور غلط طور پر لکھے ہوئے اشعار میں آپ نے اُن اہلِ ایمان کی کھُلی ہوئی توہین نہیں کی جو اپنا سب کچھ لٹا کر پاکستان آگئے۔

کچھ جھوٹے ہیں کچھ سچے ہیں، کچھ بڈھے ہیں کچھ بچے ہیں الخ صٹ

جواب:۔ ان اشعار کا روئے سخن صرف اور صرف اصول الشریعہ کے خلاف قلم اُٹھانے والوں کی طرف ہے اور یہ حقیقت ناقابلِ انکار ہے کہ اس کھیپ میں ان تمام اقسام کے لوگ موجود ہیں جن کا تذکرہ ان اشعارِ آبدار میں کیا گیا ہے دیگر اہلِ ایمان کے ساتھ خواہ وہ مہاجر ہوں یا انصار ان اشعار کا

ہرگز کوئی تعلق نہیں ہے. چونکہ اصول الشریعہ کی دوسری اشاعت کے بعد ان اقسام میں بعض اور اضافے بھی ہوئے ہیں لہذا انسب تو یہ تھا کہ ان کا تذکرہ بھی مزید اشعار میں کیا جاتا مگر ؎ افسوس بے شمار سخن ہائے گفتنی

خوفِ فسادِ خلق سے ناگفتہ رہ گئے

پہلا باب

انبیاء و آئمہ کی نوع کا مسئلہ

واضح ہو کہ اس باب میں سرکار علامہ مدظلہٗ نے قرآنِ کریم۔ احادیثِ معصومین علیہم السلام، اتفاقِ علماءِ عاملین اور عقلِ سلیم کی روشنی میں ثابت کیا تھا کہ سرکار محمد و آلِ محمد علیہم السلام نوعِ انسانی کے اکمل و افضل و اعلیٰ افراد ہیں اور نوعِ انسانی چونکہ تمام انواعِ عالم سے افضل و اشرف ہے لہٰذا اس طرح یہ ذواتِ مقدسہ

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

کے مصداق ہیں یہ احمقانہ سوالات اِس صحیح مسئلہ پر وارد کیے گئے ہیں

سوال نمبر ۶:۔ کیا آپ انبیاء و آئمہ طاہرینؑ کو معصوم تسلیم کرتے ہیں؟ ص۴

جواب:۔ ظاہر ہے کہ سرکار علامہ مدظلہٗ دیگر علماءِ حق کی طرح ان ذواتِ عالیہ کو معصوم و مطہر مانتے ہیں اور ان کی کتابیں اِس عقیدہِ صحیحہ سے لبریز ہیں۔

سوال نمبر ۷:۔ اگر ایسا ہے تو آپ کے نزدیک عصمت کی کیا تعریف ہے؟ ص۵

جواب:۔ سرکار علامہ نے اپنی لاجواب کتاب اثبات الامامت ص۲۴ طبع ثانی پر عصمت کی یہ تعریف بیان فرمائی ہے۔ اور یہی تعریف دوسرے علماءِ

علم الکلام نے اپنی کتابوں میں درج فرمائی ہے "العصمۃ لطف خفی یفعلہ اللہ تعالی بصاحبھا بحیث لا یکون معہ لہ داعٍ الی ترک الطاعۃ و ارتکاب المعصیۃ مع قدرتہ علی ذلک" "یعنی عصمت ایک ایسا لطف خفی ہے جب خلاق عالم صاحب عصمت پر اس کا افاضہ کرتا ہے تو اس لطف کی موجودگی میں اس شخص کے اندر طاعت کے ترک کرنے اور معصیت کا ارتکاب کرنے کا داعی محرک پیدا ہی نہیں ہوتا باوجودیکہ وہ ان امور پر قدرت رکھتا ہے"

اب فرمائیں کیا ارشاد ہے؟

سوال نمبر ۸:۔ کیا نبی و امام ابتداء پیدائش سے زندگی کے آخری لمحات تک معصوم نہیں ہوتا؟ یعنی کیا نبیؐ اور امامؑ کے لئے عصمت پیدائشی صفت نہیں ہوتی؟ ص۸

جواب:۔ دیگر علماء شیعہ اثنا عشریہ کی طرح سرکار علامہ مدظلہ بھی انبیاء و آئمہ علیہم السلام کو پیدائش سے لے کر زندگی کے آخری لمحات تک عمداً و سہواً۔ علماً و جہلاً معصوم عن الخطا جانتے ہیں۔

سوال نمبر ۹:۔ کیا نبی و امام سے عصمت کا انفکاک ممکن ہے؟ یعنی کیا یہ ہو سکتا ہے کہ نبی اور امام اپنی زندگی کے کسی حصہ میں معصوم نہ ہوں؟ ص۸

جواب:۔ اگر اس امکان سے مراد امکان عقلی ہے تو ظاہر ہے کہ اس انفکاک سے کوئی استحالہ لازم نہیں آتا یہی وجہ ہے کہ بہت سے اسلامی فرقے باوجود انبیاء کو معصوم نہ ماننے کے ان کی نبوت کے قائل ہیں۔ اور جہاں تک امکان شرعی و مذہبی کا تعلق ہے وہ مہد سے لحد تک زندگی کے ہر حصہ میں معصوم

ہوتے ہیں۔ صفتِ عصمت ان سے منفک و جدا نہیں ہوتی۔

سوال نمبر۱۰:۔ کیا نبیؐ و امامؑ سے خطا کا امکان ہے؟ صف

جواب:۔ مذہبِ شیعہ اثنا عشریہ کے مذہبی نقطۂ نظر سے ایسا نہیں ہو سکتا مگر دوسروں کے نزدیک یہ ممکن واقع بھی ہے۔

سوال نمبر۱۱:۔ کیا عصمت کوئی اکتسابی صفت ہے؟ یا وہبی اور اللہ کی عنایتِ خاص ہے؟ صف

جواب:۔ سابقہ تحریر سے ظاہر ہے کہ یہ صفت وہبی ہے نہ کہ اکتسابی۔ اگرچہ ایک غیر معصوم انسان بھی اپنے دامن کو گناہوں سے بچا سکتا ہے مگر اُسے شرعی اصطلاح میں "حفاظت" کہا جاتا ہے نہ کہ عصمت جیسا کہ چہاردہ معصومین علیہم السلام کے علاوہ اِس مقدس خانوادہ کی بعض بلند شخصیتوں کے بارے میں یہی شیعی عقیدہ ہے۔ جیسے کہ ابوالفضل عباسؑ۔ جناب شہزادہ علی اکبر اور جناب زینب سلام اللہ علیہا۔

سوال نمبر۱۲:۔ کیا عصمت نبیؐ و امامؑ کے لئے منطقی اصطلاع کے مطابق ذاتی نہیں ہے؟ یعنی کیا نبی اور امام کی ماہیت میں عصمت داخل نہیں ہے؟ صف

جواب:۔ نہیں منطقی نقطۂ نگاہ سے یہ صفت ذاتی نہیں ہو سکتی جس کی بقدرِ ضرورت وضاحت سوال نمبر۱۳ کے جواب میں پیش کی جا رہی ہے۔

سوال نمبر۱۳:۔ آپ نے خود ہی اپنی کتاب کے صف پر شرح مطالع کے حوالے سے صفتِ ذاتی کی یہ تعریف کی ہے "الذاتی یمتنع رفعہ عن الماھیۃ" یعنی صفتِ ذاتی وہ ہوتی ہے جس کا ماہیتِ شئے سے جدا ہونا ناممکن ہے۔

ہم پوچھتے ہیں کہ کیا ماہیت نبیؑ وامامؑ سے صفتِ عصمت کا سلب ہونا یا جُدا ہونا ممکن ہے ؟ یا مفہومِ نبوت. وامامت کے لئے عصمت ایک لازمی جزو ہے ؟ صفحہ ۹

سوال نمبر ۱۴ :۔ ایسی صورت میں جب کہ نبیؑ وامامؑ کے لئے عصمت ایک ذاتی صفت کی حیثیت سے ثابت ہے۔ اگر ہم منطقی اصطلاح کے مطابق کہیں کہ نبی وامام علیحدہ نوع سے تعلق رکھتے ہیں جسے انسانِ معصوم کہہ کر بیان کیا جاسکتا ہے۔ تو اس میں کیا جرم ہے۔ یعنی ان کی جنس انسان اور فصلِ ممیز عصمت۔

سوال نمبر ۱۵ :۔ اگر اب بھی جنابِ والا کو یہی اصرار ہے کہ نبی وامام کی نوع انسانوں کی نوع سے علیحدہ نہیں ہے ——— تو خدارا انصاف سے بتائیے کہ کیا حیوانِ ناطق کے مفہوم میں عصمت کا مفہوم شامل ہے ؟

سوال نمبر ۱۶ :۔ آپ کی کتاب میں صفحہ ۷۲ سے صفحہ ۹۸ تک جو طولانی بحث ہے اُس سے بھی اور آپ کی حمایت میں "نوری انسان" جیسی کتاب لکھنے والے کے بیانات سے بھی یہ ظاہر ہوتا ہے کہ جیسے وہ لوگ جو آپ سے نظریاتی اختلاف رکھتے ہیں۔ گویا انبیاء و آئمہ طاہرینؑ کو انسان و بشر نہیں مانتے لیکن ہم یہ حقیقت آپ پر واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ ہم شیعہ اثنا عشریہ انبیاء کرام اور آئمہ علیہم السلام کو انسان و بشر ہی مانتے ہیں ——— البتہ یہ ضرور ہے کہ ہم اُن ذواتِ قدسیہ کو صرف انسان و بشر نہیں مانتے صفحہ ۱۱

جواب ۱۳۔ ۱۴۔ ۱۵۔ ۱۶ :۔ سوال نمبر ۱۴ سے ظاہر ہوا کہ سابقہ تمام سوالات دراصل اسی سوال کی تمہید تھے اصل مقصد نبی وامام کی نوع کو جداگانہ ثابت

کرنا ہے اور افسوس ہے کہ یہ مقصد قیامت تک حاصل ہوتا نظر نہیں آتا صاحب تحقیق حق ہوں یا اُن کے ہم پیالہ وہمنوالہ دیگر حضرات وہ شیخ احمد احسائیؒ کی غلط تقلید و ناسی ہیں یہ تو کہہ بیٹھے کہ انبیاء و آئمہ کی نوع انسانی نوع سے علیحدہ ہے مگر چونکہ شیخ احمد احسائیؒ نے اس جداگانہ نوع کی جنس و فصل کا ذکر نہیں کیا تھا (جن سے مل کر نوع بنتی ہے) اس لئے انہوں نے اپنے ان اندھے مقلدین کو زحمت میں ڈال دیا وہ برابر اندھیرے میں ٹامک ٹوئیاں مار رہے ہیں مگر ع۔ بگڑی ہے کچھ ایسی کہ بنائے نہیں بنتی

ایک صاحب نے لکھا کہ ان کی جنس بشر اور فصل ممیز وحی ہے سرکار علامہ مدظلہ، نے جب اصول الشریعہ کے پہلے ایڈیشن میں اس نظریئے کی دھجیاں اُڑا دیں تو جوابی کتابیں لکھنے والوں میں سے ایک صاحب نے لکھا "ان کی جنس بشر اور فصل روح القدس ہے"۔ ایک اور صاحب نے لکھا کہ "ان کی جنس بشر اور فصل ممیز کمالِ ذاتی ہے"۔ اب رہی یہ بات کہ وہ کمالِ ذاتی ہے کیا؟ اُس کی حقیقت نامعلوم ہے! جب اصول الشریعہ کے دوسرے ایڈیشن میں اِن بادر ہوا نظریات کا بطلان روزِ روشن سے بھی زیادہ واضح وعیاں کر دیا گیا تو ہمارے تحقیقِ حق کے مدعی نے بجائے اس کے کہ اصول الشریعہ کے اعتراضات کے جوابات دے کر اِس سابقہ نظریہ کی صحت ثابت کرتے۔ انہوں نے ایک نیا راگ الاپا جو آج تک کسی کو نہیں سوجھا تھا اور تعصب وحسد کے جذبات سے مغلوب ہو کر یہ نہ سوچا کہ اِس طرح اہلِ علم و دانش میں ان کی رسوائی ہو گی سچ ہے "لجفی الشیٔ

یعنی دیبصم" وہ فرماتے ہیں کہ انسان ہے ان کی جنس اور عصمت ہے فصل ممیز۔ یہ نیرنگی روزگار نہیں تو اور کیا ہے کہ آج وہ لوگ بھی علمائے اعلام کے منہ لگتے ہیں جن کو یہ بھی معلوم نہیں کہ جنس و نوع اور فصل و خاصہ میں فرق کیا ہے؟ اور جزو وصفت میں کیا تفاوت ہے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

چونکہ سرکار علامہ مدظلہ نے اس جداگانہ نظریہ کے ابطال میں "انسان" کو جنس قرار دینے پر یہ منطقی وزنی اعتراض کیا تھا کہ "انسان نوع حقیقی ہے اور منطق والوں کا اتفاق ہے کہ نوع حقیقی جنس نہیں بن سکتی" تو تحقیق حق کے دعویدار نے اس سے پیچھا چھڑانے کی یوں ناکام کوشش کی ہے کہ "اہل منطق نے جنس و فصل و نوع وغیرہ جو تعریفیں کی ہیں اور ان میں جن افراد کو شامل کیا ہے یہ سارا عمل ان کا استقرا پر مبنی ہے
لہذا ان کا انسان کو نوع حقیقی کہنا ہمارے خلاف حجت نہیں بن سکتا" کیوں؟ اس لئے کہ ان کو انسان معصوم کی معرفت ہی نہیں ہے (تحقیق حق صفحہ ۱۳)

تحقیق حق کے دعویدار کے اس بیان سے عیاں ہے کہ انہوں نے غیر شعوری طور پر یہ تسلیم کر لیا ہے کہ جب تک علم منطق و معقول کا سرے سے انکار نہ کیا جائے اس وقت تک اصول الشریعہ کے بھاری بھرکم اعتراض کا جواب نہیں بن سکتا۔ اسے کہتے ہیں۔ جادو وہ جو سر پہ چڑھ کر بولے۔
کیا خوب دلیل ہے منطق اس لئے غلط ہے کہ یہ ان لوگوں کے

استقرا پر مبنی ہے جن کو انسان معصوم کی معرفت نہیں اسی طرح یہ منطق معصر کل سائنسی تحقیقات کا بھی انکار کر دیجیے کیونکہ ان سائنسی تحقیقات و ایجادات کا سہرا بھی ان لوگوں کے سر ہے جن کو انسانِ معصوم کی معرفت نہیں ہے۔ سبحان اللہ کیا دعویٰ ہے اور کیا دلیل ہے پڑھیئے اور سر دُھنیئے۔

اس بندۂ خدا سے کوئی پوچھے کہ جب منطقی نظریات اور اصطلاحات بقول آپ کے حیثیت و سند ہی نہیں تو پھر "نوع" کی بحث کرنے کا مقصد ہی کیا ہے؟ کیونکہ اس بحث کا تو سارا دار و مدار ہی منطق کی اصطلاح پر ہے۔ ورنہ اگر آپ کا اس سے مقصد صرف یہ ثابت کرنا ہے کہ سرکار محمد و آلِ محمد علیہم السلام کی شان اور ان کا مقام تمام دیگر انسانوں سے بلند و بالا اور تمام لوگوں پر امتیازی شان و مقام رکھتے ہیں تو اس کا منکر کون ہے؟ مگر اسے نوع کے جدا ہونے سے کیا تعلق۔ سچ ہے کہ "اَلنَّاسُ اَعْدَاءُ لِمَا جَهِلُوا" یعنی آدمی اُس چیز کا دشمن ہوتا ہے جس سے جاہل ہو، چونکہ پروفیسر صاحب کو منطق آتی نہیں، اس لئے سرے سے ہی اس علم پر ہاتھ صاف کر دیا۔

خلاصۃ الکلام:۔ سابقہ بیان سے واضح و عیاں ہو گیا کہ اس "نوع جدید" کا پہلا جزو (انسان ان کی جنس ہے) منطقی نقطۂ نگاہ سے غلط محض ہے اس سے معلوم ہو گیا کہ "انسان" کو ہرگز جنس قرار نہیں دیا جا سکتا۔ اب آیئے چند منٹ کے لئے اس کے دوسرے جزو (عصمت ان کی فصلِ ممیز ہے) پر غور کریں حقیقت یہ ہے اس کی بھی اُونٹ کی طرح کوئی کل سیدھی نہیں ہے۔

اوّلاً:۔ یہ بات اربابِ عقل و علم پر پوشیدہ نہیں ہے کہ عصمت نبی و امام

کے شرائط میں سے ہے ان کے اجزاء ماہیت میں سے نہیں ہے یہ ہم اپنے مذہبی عقیدہ کی بنا پر کہتے ہیں کہ نبیؑ و امامؑ کے لئے مہد سے لیکر لحد تک عصمت ضروری ہے۔ ایک لحظہ کے لئے بھی یہ صفتِ عصمت ان سے جدا نہیں ہوتی مگر یہ چیز نبی و امام کی حقیقت و ماہیّت کا جزو نہیں۔

نبوّت کی تعریف یہ ہے "ریاسۃ عامۃ الٰہیۃ لشخصٍ انسانیٍ فی امورِ الدین والدنیا بحیث یجب اتباعہ علیٰ کافۃ الانام" یعنی نبوت ایک ریاستِ عامہ الٰہیہ ہے جو ایک انسانِ کامل کو اس طرح منجانب اللہ حاصل ہوتی ہے کہ تمام لوگوں پر اس کی اتباع واجب ہوتی ہے۔" اور نبی کی تعریف یہ ہے "النبی ھو الانسان المخبر عن اللہ لغیر واسطۃ احدٍ من البشر" "یعنی نبی وہ انسان ہے جو کسی بشر کے واسطے کے بغیر اللہ کی طرف سے خبر دے" (باب حادی عشر ص۲۷ از علامہ حلیؒ و مجمع البحرین ص۸۳ از فاضل طریحی) اور امامت کی تعریف میں صرف "نیابۃً عن النبی" کی قید کا اضافہ ہے یعنی "الامامۃ ھی الریاسۃ العامۃ الالٰہیۃ لشخصٍ انسانیٍ نیابۃً عن النبیؐ فی امور الدین والدنیا بحیث یجب اتباعہ علی الانام" (تمام کتب علمِ کلام) ناظرینِ کرام فرمائیں نبوت و امامت اور نبی و امام کی اِس تعریف میں کیا کہیں عصمت کا نام و نشان بھی ہے؟ صفت ذاتی وہ ہوتی ہے کہ جس کی صفت ہے اُس (موصوف) کا تصوّر بھی اس (صفت) کے بغیر نہیں کیا جا سکتا جیسے دو کے لئے جفت ہونا تین کے لئے طاق یا آگ کے لئے حرارت اور برف کے لئے برودت اور ٹھنڈک! کہ عقلی طور پر

آگ کا حرارت اور برف کا برودت کے بغیر تصور بھی نہیں کیا جا سکتا بخلاف نبوت و
امامت کے کہ یہاں امتِ مسلمہ میں شدید اختلاف ہے کہ نبی کے لئے
عصمت ضروری ہے یا نہ؟ بعض مذہب تو اس کے قائل ہی نہیں اور
بعض کہتے ہیں کہ اعلانِ نبوت کے بعد ضروری ہے مگر پہلے ضروری نہیں؟
اور بعض یہ کہتے ہیں کہ کبائر سے عصمت لازمی ہے مگر صغائر سے ضروری
نہیں۔ بعض کہتے ہیں عمداً گناہوں سے عصمت ضروری ہے مگر سہواً نہیں
اور خلیفہ و امام میں تو سوائے شیعیانِ علیؑ کے اور کوئی فرقہ عصمت کو شرط
خلافت و امامت سمجھتا ہی نہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ ہم شیعیانِ حیدرِ کرار
نبی و امام کو مہد سے لحد تک ہر قسم کے صغیرہ و کبیرہ گناہ سے عمداً و سہواً
معصوم جانتے ہیں۔ مگر اس سے یہ کس طرح ثابت ہوتا ہے کہ "عصمت ان
کے مفہوم کا جزء ہے"۔ اگر ایسا ہوتا تو کوئی مسلمان بلکہ کوئی بھی شخص عصمت
کے بغیر نبی و امام کا تصور بھی نہ کر سکتا۔ حالانکہ یہاں مسلمانوں کی اکثریت
بغیر عصمت کے ان کی تصدیق کر رہی ہے — زیادہ سے زیادہ اکثر
مسلمان عصمت کو نبوت کا "خاصہ" قرار دیتے ہیں۔

ثانیاً: صفت ذاتی جزءِ ماہیت ہوتی ہے اور ابھی اوپر واضح کیا جا چکا ہے
کہ عصمت نبی و امام کی تعریف کا جزء نہیں ہے۔

ثالثاً: صفت ذاتی بیّن الثبوت ہوتی ہے یعنی اس کا ثبوت اس طرح
بیّن اور واضح ہوتا ہے کہ کسی ثبوت اور دلیل کا محتاج نہیں ہوتا۔ حالانکہ یہاں
عصمتِ نبیؐ و امامؑ مشہور نظری و اختلافی مسئلہ ہے جو چودہ سو سال سے

معرکۃ الآرا چلا آرہا ہے تو بعد ازاں کس طرح عصمت کو نبیؑ و امامؑ کی صفت ذاتی قرار دیا جا سکتا ہے؟

رابعاً۔ ذاتی وجودِ ذہنی و خارجی میں اُس چیز سے مقدّم ہوتی ہے جس کی ذاتی ہے کیونکہ ہر جزء کُل پر مقدّم ہوتا ہے مگر یہاں معاملہ اس کے بر عکس ہے عصمت نبی و امام کے بعد ہوتی ہے ان حقائق سے ثابت ہو گیا کہ جب تک علم منطق و فلسفہ کی تمام کتابیں دریا بُرد نہ کر دی جائیں اس وقت تک عصمت کو نبیؑ و امامؑ کی ذاتی اور فصلِ ممیّز قرار نہیں دیا جا سکتا (ملاحظہ ہوں تمام کُتبِ منطق)

خامساً۔ اگر عصمت کو نبیؑ و امامؑ کی ذاتی اور ان کے مفہوم کا جزء مانا جائے تو پھر جناب مریمؑ اور جنابِ سیدۂ عالم سلام اللہ علیہا کے متعلق کیا کہا جائے گا۔ جو معصوم تو ہیں مگر نہ نبیؑ ہیں نہ امام ع چیست یارانِ طریقت بعد ازیں تدبیر ما

سادساً۔ اگر انسانوں میں سے "انسان معصوم" الگ نوع ہے تو پھر اس جاہلانہ نظریہ کی بنا پر تو انواعِ عالم میں بہت سی انواع کا اضافہ کرنا پڑے گا مثلاً انسانِ عاقل۔ انسانِ احمق۔ انسانِ عالم۔ انسانِ جاہل۔ انسان کامل۔ انسانِ ناقص وغیرہ بلکہ اس طرح تو ہر فرد ایک مستقل "نوعِ مفرد" بن جائے گا کیونکہ ہر ہر شخص کے فردی تشخصات و خصوصیات دوسروں سے جُدا جُدا ہیں ہے کوئی اس نظریۂ باطلہ و فاسدہ کے مفاسد کا ٹھکانہ؟

الغرض کوئی شیعہ امامیہ انبیاء و آئمہ کی عصمت کا منکر نہیں وہ یقیناً انسانِ معصوم ہیں اور اسی وجہ سے وہ تمام انسانوں سے افضل و اکمل اور اعلیٰ و اشرف

ہیں مگر اِس سے ان کا انسانِ کامل و اکمل ہونا تو ثابت ہوتا ہے لیکن اس سے اِن کا کسی جُداگانہ نوع کا فرد ہونا کسی طرح بھی ثابت نہیں ہو سکتا۔ وھو المقصود۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ جس قدر اختلافی و نزاعی مسائل ہیں ان میں سے اگر کوئی مسئلہ سب سے زیادہ بودہ کمزور اور لچر ہے تو وہ یہی جُداگانہ نوع والا ہے جو عقل و نقل کے سراسر خلاف ہے اور اس کا موجد و بانی باتفاق تمام علماء و مجتہدین ضال و مضل شیخ احمد احسائی ہے۔ اس سے پہلے اِس مسئلہ کا کتب شیعہ میں کہیں نام و نشان بھی نہیں ملتا۔ اس سے واضح ہو گیا کہ تحقیقِ حق کے دعویدار کا یہ دعویٰ کہ "وہ اپنی تحریریں اپنے جیسے لاکھوں کروڑوں شیعۂ امامیہ اثنا عشریہ کی ترجمانی کرتا ہے" (تحقیق حق صد۶) حقائق کے بالکل خلاف ہے بلکہ اصل حقیقت یہ ہے کہ وہ کروڑوں شیعہ امامیہ کی نہیں بلکہ وہ "نمک حلالی" کی خاطر شیعانِ علی کی بزم سے راندے ہوئے مٹھی بھر شیخیوں کے عقائدِ فاسدہ کی ترجمانی کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب سے ان صاحب کی پاکستان میں شیخیوں کے سب سے بڑے ایجنٹ سے کراچی میں ملاقات ہوئی ہے تب سے ان کے تیور بدل گئے ہیں۔ علماءِ اعلام کے خلاف تحریر و تقریر کا سلسلہ بھی شروع ہو گیا ہے اور جس ضال و مضل کی کتابوں کی خرید و فروخت اور نوشت و خواند کو مجتہدین کرام نے حرام قرار دیا ہے (جیسا کہ آخر کتاب میں تمام حقائق بیان کیے جائیں گے انشا) قصر القائم سرگودھا کی لائبریری میں ان کی بھرمار شروع ہو گئی ہے اور سینکڑوں کی تعداد میں ہزاروں روپے کی لاگت سے شائع شدہ کتابیں کرمان و کویت سے (جو شیخیوں کے دو بڑے مرکز ہیں) دھڑا دھڑ

مفت آرہی ہیں اور ان سے کئی الماریاں پُر ہو چکی ہیں اور ہمارے سادہ
لوح مخیر مومن فخرِ قوم جناب ڈاکٹر سید ابوالحسن صاحب ان کتابوں کی لکھائی
چھپائی اور خوشنمائی دیکھ کر خوش ہو رہے ہیں انہیں کیا معلوم کہ یہ پروفیسر
صاحب کس چابکدستی سے ان کی لائبریری میں زہرِ ہلاہل بھر رہے ہیں اور
نسلِ نو کی گمراہی کے اسباب فراہم کر رہے ہیں (زوار غلام محمد صاحب
واہی جوگیاں کی طرف سے شائع کردہ اشتہار ”لنگڑا پروفیسر شیخیت کے رنگ
میں“ نے ہمارے مندرجہ بالا دعویٰ کی تصدیق کر دی ہے)

اس مسئلہ نوع کے متعلق قرآنی آیات، معصومینؑ کی روایات علمائے
متقدمین کے ارشادات کا ایک معتدبہ ذخیرہ سرکار علامہ مدظلہ نے اصول الشریعہ
میں جمع کر دیا ہے ان کو یہاں دہرانے کی چنداں ضرورت نہیں ہے البتہ ہم
یہاں موجودہ دور کے چند مراجع تقلید شیعیانِ جہان عراق و ایران کے مشہور
مجتہدین کرام کے بعض ارشادات درج کرتے ہیں تاکہ قارئین کرام کو معلوم
ہو جائے کہ جو مجتہدین فی الحقیقت تمام دنیا کے کروڑوں شیعانِ حیدر کرارؑ
کی ترجمانی کرتے ہیں وہ اِس نوع والے مسئلہ کے بارے میں کیا فرماتے
ہیں اور شیخیوں کے یہ نئے ایجنٹ صاحب کیا کہتے ہیں؟

مراجع تقلید سے دریافت کیا جاتا ہے ”آیا معصومین علیہم السلام از نوعِ
بشر ہستند یا نوع دیگر دارند واں نوع کدام است؟“ یعنی آئمہ طاہرینؑ
انسانی نوع میں داخل ہیں یا ان کی نوع علیحدہ ہے۔ اگر علیحدہ ہے تو
کون سی نوع ہے؟

جواب بابِ جج اسلام رقمطراز ہیں

۱۔ سرکار آیت اللہ آقائے السید محمود شاہرودی مجتہد اعظم نجف اشرف تحریر فرماتے ہیں "معصومین علیہم السلام از نوع بشر واز ذریت آدم وحوا میباشند قل انما انا بشر مثلکم دستخط ومہر شریف (محمود الحسینی)

۲۔ سرکار آیت اللہ آقای میرزا عبد الکریم الزنجانی مجتہد اعظم نجف اشرف تحریر فرماتے ہیں "قال اللہ تعالیٰ قل انما انا بشر مثلکم یوحی الی الخ"

(عبد الکریم الزنجانی النجفی)

۳۔ سرکار آیۃ اللہ آقائے سید جواد التبریزی مجتہد اعظم نجف اشرف تحریر فرماتے ہیں "بلے از نوع بشر میباشند صریح آیت شریفہ است قل انما انا بشر مثلکم" (محمد جواد طباطبائی تبریزی)

۴۔ سرکار آیۃ اللہ آقای سید عبد اللہ الشیرازی مجتہد اعظم نجف اشرف حال وارد مشہد مقدس ایران لکھتے ہیں "پُر واضح است کہ پیغمبر وامام از نوع بشر اند قل انما انا بشر مثلکم الخ" (عبد اللہ بن محمد طاہر الشیرازی)

نوٹ:۔ اصل فتاویٰ سرکار علامہ مدظلہ کے پاس سرگودھا میں محفوظ ہیں صاحبانِ تحقیق ملاحظہ فرماسکتے ہیں۔ (بقیہ بر صفحہ ۲)

یہ ہے کروڑوں شیعیانِ علی کا وہ مسلّمہ عقیدہ جس کی ترجمانی ان اساطین و ججِ اسلام نے فرمائی ہے اس کے سوا ع

جو کچھ بھی ہے وہ حلقۂ دامِ خیال ہے

کروڑوں شیعان علیؑ کی ترجمانی کے دعویدار یہ تو فرمائیں کہ جو نظریہ فاسدہ

انہوں نے پیش کیا ہے کیا اس کا سوائے ان کے نہاں خانۂ دماغ کے کسی اور بھی شیعہ عالم کی کتاب۔ آئمہ طاہرینؑ کے ارشادات یا قرآنِ کریم کی آیات میں کہیں اور بھی نام و نشان ہے؟ سرکار علّامہ مدظلہ نے اصول الشریعہ میں انبیاء و آئمہؑ کے نوع انسانی کے اکمل و افضل افراد ہونے پر جو ناقابلِ تردید بارہ[۱۲] عدد دلائل پیش کیے ہیں تحقیقِ حق کے مدعی نے ان میں سے بعض کے جواب دے کر منہ چڑھانے کی کوشش کی ہے۔ ان کو جواب کہنا جواب کی توہین ہے جیسا کہ ہر دو کتابوں کے ناظرین پر روشن ہے مثلاً سرکار علّامہ مدظلہ نے ساتویں دلیل کے ضمن میں بیان کیا تھا کہ آیات متناثرہ و روایاتِ متواترہ میں انبیاء و آئمہؑ پر لفظ انسان کا اطلاق کیا گیا ہے جیسے ام یحسدون الناس علیٰ ما اتاھم اللہ من فضلہ میں الناس سے مراد آئمہ اطہارؑ ہیں۔ یا ومن الناس من یشری نفسہ ابتغاء مرضات اللہ میں من الناس سے مراد جناب امیرؑ ہیں یا آیۂ مبارکہ اذا زلزلت الارض زلزالھا وَ اخرجت الارض اثقالھا وقال الانسان ما لھا۔ میں الانسان سے مراد جناب امیر المومنینؑ ہیں۔ اس سے واضح ہے کہ ان ذواتِ مقدسہ کا نوعی نام انسان ہے بلکہ انسانِ کامل اور حقیقی انسان یہی ہی بزرگوار۔ اس کے جواب میں "تحقیقِ حق" کے دعویدار لکھتے ہیں۔ "یہ حضرات اپنی جنس کے اعتبار سے انسان تو ہیں لیکن انسان معصوم ہیں ـــ آیات و روایات میں جہاں کہیں بھی ان حضرات کے لئے لفظ انسان استعمال ہوا ہے اس سے مراد انسان معصوم ہے"۔ یہ ہم بھی مانتے ہیں کہ یہ ذواتِ مقدسہ

انسانِ معصوم ہیں تا کہ کوئی معصوم ہو یا غیر معصوم ہیں تو دونوں انسانی نوع کے افراد۔ اگر بالفرض معصومینؑ کی نوع علیحدہ ہوتی اور انسان ان کے لئے صرف جنس ہوتی تو پھر ان پر صرف جنس والے نام کا اطلاق نہ کیا جاتا کیونکہ بقول مولفِ تحقیقِ حق "جس طرح انسان کو صرف حیوان کہنا اس کی توہین و تذلیل ہے ——— اس طرح انسان معصوم یا بشر معصوم کو صرف انسان یا بشر کہنا اور اس کی خصوصیات عصمت کو ملحوظ نہ رکھنا اس کی توہین ہے۔"

اب وہ خود ہی بتائیں کہ بقول ان کے یہ توہین خدا نے کی ہے یا نہ؟ کہ ان کو ان آیات میں صرف انسان کہا ہے اِس توہین سے بچنے کا واحد ذریعہ یہ ہے کہ ان کا نوعی نام انسان تسلیم کیا جائے۔ دیکھئے ہر نوع کی ایک نوعی شکل وصورت ہوتی ہے جس کی وجہ سے اُسے دوسری انواع سے ممتاز و جُدا سمجھا جاتا ہے مثلاً برتنوں میں گلاس ایک نوع ہے اور کٹورا دوسری نوع ——— اب جو چیز گلاس کی شکل پر ہوگی اُسے گلاس اور جو کٹورے کی شکل پر ہوگی اُسے کٹورا کہا جائے گا خواہ اُس کا مادہ مٹی ہو یا لوہا یا سونا۔ اسی طرح جو گھوڑے یا گدھے کی شکل پر ہوگا اُسے گھوڑا یا گدھا ہی کہا جائے گا خواہ بیش قیمت ہو یا کم قیمت اصیل ہو یا رذیل اِس طرح جو انسانی شکل و صورت رکھتا ہے اُسے انسان ہی کہا جائے گا اور اُسے اِس نوع کا فرد مانا جائے گا خواہ معصوم ہو یا گنہگار عالم ہو یا جاہل، عادل ہو یا فاسق!

طُرفہ تماشہ:۔ صاحب تحقیقِ حق نے جابجا سرکار علامہ مدظلہ پر طنزیہ انداز میں لکھا ہے کہ وہ انبیاء و آئمہؑ کو صرف انسان یعنی "حیوانِ ناطق" ثابت

کرنا چاہتے ہیں" اس کے متعلق پہلی گذارش تو یہ ہے کہ خود مؤلف کو علم ہے
کہ سرکار علامہ مدظلہ انبیاء و آئمہ علیہم السلام کی عصمت کبریٰ کے قائل ہیں پھر اس
طنز کی گنجائش کیا ہے؟ دوسری یہ کہ حیوانِ ناطق ہیں قابلِ مذمت چیز کیا ہے
حیوان یعنی صاحب حیات اور ناطق یعنی "معلومات کی وجہ سے مجہولات کو حاصل
کرنے والا" (تحقیق حق ص۱) ظاہر ہے کہ یہ چیزیں قابلِ تعریف ہیں نہ کہ قابلِ
مذمت! تیسری یہ ہے کہ اگر بالفرض حیوانِ ناطق ہونا قابلِ نفرت بات ہے
تو اس سے خود معترض کا دامن بھی محفوظ نہیں ہے کیونکہ وہ بھی تو بار بار اس
بات کا اظہار کرتے ہیں کہ وہ ان حضرات کے انسان ہونے کے منکر نہیں ہیں بلکہ
وہ انسان کو ان کی جنس تسلیم کرتے ہیں بلکہ ان میں تمام لوازم و آثارِ انسانیت
از قسم سردی و گرمی۔ رنج والم۔ لذت و فرحت۔ خوشی و غمی اور بھوک و پیاس
وغیرہ وغیرہ مانتے ہیں۔ اور ظاہر ہے انسان کے معنیٰ ہیں حیوانِ ناطق (تحقیقِ حق) لہذا وہ
بھی اس بات کے قائل ہیں کہ انبیاء و آئمہ حیوانِ ناطق ہیں تحقیقِ حق ص۵ سطر نمبر ۱
پر اس کی صراحت موجود ہے۔ الحق یجری علی اللسان۔

علاوہ ازیں وہ اُن کو معصوم جانتے ہیں جس کے سرکار علامہ مدظلہ یا ہم منکر
نہیں ہیں فرق صرف لفظی ہے کہ آپ عصمت کو فضل کہتے ہیں اور وہ شرط

چیست یارانِ طریقت بعد ازیں تدبیر ما

اسی طرح سرکار علامہ مدظلہ نے گیارہویں دلیل کے ضمن میں لکھا تھا کہ "جب جناب
رسولِ خدا یا حضرت علی مرتضیٰ کے والدین شریفین اور اُن کی اولاد سادات
کرام یقیناً نوع انسانی کے افراد ہیں تو درمیان میں نوع کس طرح بدل سکتی ہے"

کیونکہ فرع کی نوع وہی ہوگی جو اصل کی ہے ! یہ ایک ناقابلِ رد حقیقت
ہے اس کے جواب میں تحقیقِ حق کے داعی یوں آئیں بائیں کرتے ہیں کہ
"انسانیت انبیاؑ و آئمہؑ کی جنس ہے اور وہ جسمانی اعتبار سے انسان ہوتے
ہیں بنا بریں چونکہ توالد و تناسل حیوان و انسان کی خصوصیات ہیں لہٰذا نبیؑ و امامؑ
ایسے ماں باپ سے پیدا بھی ہو سکتے ہیں جو خود نبیؑ یا امامؑ نہ ہوں اور نبی یا امامؑ
کی تمام اولاد کا نبی و امام ہونا بھی ضروری نہیں" (تحقیق حق ص ۱۵) سے کہتے ہیں
ماروں گھٹنا پھوٹے آنکھ، یا سوال گندم اور جواب چنا۔ یہاں نہ یہ بحث ہے
کہ نوع روح سے بدلتی ہے یا جسم سے، نہ یہ بحث ہے کہ غیر نبی و امام سے
نبی و امام پیدا ہو سکتا ہے یا نہ؟ نہ اس سے غرض ہے کہ توالد کا تعلق جنس سے
ہے یا نوع سے؟ بلکہ بات بالکل صاف و سادہ ہے کہ کسی بھی نوع سے وہی
نوع جنم لیتی ہے مثلاً جن سے جن پیدا ہوگا انسان سے انسان، گدھے سے گدھا
اور گھوڑے سے گھوڑا وعلیٰ ھذا القیاس!

بقولِ صاحبِ تحقیق توالد و تناسل کا تعلق چونکہ صرف جنس سے ہے تو
پھر انسان کی جنس تو حیوان ہے جس میں گھوڑے گدھے بھی شامل ہیں لہٰذا
گدھے یا گھوڑے سے انسان یا انسان سے گدھا یا گھوڑا کیوں پیدا نہیں
ہوتا؟ کیا جنس کے لحاظ سے اولاد الگ ہوتی اور فصل کے لحاظ سے الگ؟
مالکم کیف تحکمون؟ لہٰذا اگر معصوم کی نوع علیحدہ تسلیم کی جائے تو ماننا پڑے
گا کہ معصوم سے معصوم ہی پیدا ہو سکتا ہے نہ غیر معصوم سے معصوم پیدا ہو سکتا
ہے اور نہ معصوم سے غیر معصوم وجود میں آ سکتا ہے لہٰذا اگر جناب رسولِ خداؐ

اور علیؑ مرتضیٰ کے والدین شریفین انسان ہیں تو نبی و ولی کو بھی انسان ماننا پڑے گا اور اگر نبی و امام کی نوع علیحدہ ہے تو پھر ان کے والدین اور اولاد یعنی سادات کرام کی نوع بھی علیحدہ تسلیم کرنا پڑے گی. بلکہ بنا بر تحقیق پروفیسر صاحب تو لازم آتا ہے کہ دنیا میں کوئی بھی انسانی نوع کا فرد یا آدمی موجود نہ ہو کیونکہ جب جناب ابوالبشر آدمؑ معصوم ہیں اور معصوم کی نوع انسانی نوع سے جداگانہ ہے تو غیر معصوم حضرات کبھی معصوم کی نوع کے افراد نہیں ہو سکتے. اب "محقق صاحب" فرمائیں کہ انسانی نوع کے افراد اور آدمی کہاں ہیں

قیاس کن ز گلستان من بہار مرا

ان کے انہی دو جوابوں سے ان کے دوسرے جوابات کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے.

سوال نمبر ۱:۔ جناب محترم اگرچہ اس مسئلے میں ہم آئندہ صفحات میں انشاءاللہ کچھ تفصیلی سوالات بھی کریں گے تاہم یہاں مختصراً ہم یہ پوچھتے ہیں کہ شیخ احمد احسائی مرحوم سے تو آپ اس قدر بدظن معلوم ہوتے ہیں کہ اخلاقی طور پر بھی ان کے لئے کوئی احترام کا کلمہ نہیں لکھتے لیکن یہ شیخ خالصی جیسے دشمنِ شیعہ سے آپ کو اتنا خلوص کیوں ہے؟ ص ۲۱-۲۲

جواب:۔ ہم بھی اس موضوع پر تفصیل سے وہاں گفتگو کریں گے جہاں آپ تفصیلی سوالات کریں گے سرِدست اجمالاً اتنا کہہ دیتے ہیں کہ شیخ احمد احسائی (بانی فرقہ شیخیہ) غالی ہے اور غالیوں سے بیزاری کا حکم آئمہ اطہارؑ نے دیا ہے اس لئے شیخ کے معاصر علماء و مجتہدین کرام نے اسے کافر کہا ہے (ملاحظہ ہو قصص العلماء تنکابنی و منتخب التواریخ شیخ ہاشم خراسانی طبع ایران) اور موجودہ دور کے مراجع تقلید نے اس کے بارے میں جو خفیف سے خفیف

الفاظ استعمال کئے ہیں وہ "ضال مضل" ہیں یعنی شیخ احمد احسائی خود گمراہ ہے اور دوسروں کو گمراہ کرنے والا ہے۔ لہذا ایک ایسے ضال و مضل شخص کے متعلق سرکار علامہ مدظلہ جیسے باشرع عالم دین کے قلب و دماغ میں احترام کا جذبہ کس طرح ہو سکتا ہے؟؟

باقی رہا یہ کہ شیخ خالصی مرحوم سے خلوص کیوں ہے جسے آپ نے بدبینی بلکہ بدنیتی سے دشمن شیعہ کہا ہے وہ دشمن شیعہ نہیں بلکہ دشمن شیخیہ ہیں۔ اور انہوں نے عراق میں تمام علماء سے بڑھ کر شیخیوں کے خلاف جہاد کیا ہے اس لئے شیخیوں کی پوری جماعت اور ان کے چیلے چانٹے ان سے نالاں و ناراض نظر آتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ مراجع تقلید نے اس مظلوم عالم کے خلاف کوئی فتویٰ نہیں دیا جن جاہلوں نے ان کے خلاف ناپاک رسالے لکھے ہیں وہ آدمی یا شیخی ہیں یا شیخیوں کے ایجنٹ ہیں ان میں کوئی ایک بھی شیعہ عالم نہیں ہے۔

سوال نمبر ۱۸:۔ جناب والا آپ نے ازالہ شبہات کے طور پر "پہلا شبہ اور اس کا جواب" تحریر کرتے ہوئے جو یہ فرمایا ہے "ہر نوع کے افراد میں درجات و مراتب کا تفاوت و اختلاف موجود ہے اور ہر نوع میں فاضل و مفضول اور راجح و مرجوح افراد پائے جاتے ہیں اس میں شک نہیں کہ نبی بشر ہوتا ہے لیکن ہم خاک ہیں تو وہ اکسیر، ہم ذرہ وہ آفتاب، ہم جاہل وہ عالم، ہم ناقص وہ کامل" صـ ۹۶ ــــ تو اس کے جواب میں ہم عرض کرتے ہیں کہ بے شک ایک ہی نوع کے افراد میں عملی طور پر قوت و ضعف، صلاحیت و عمل

کے لحاظ سے مراتب و درجات کا فرق ضرور ہوتا ہے۔ مثلاً ایک سادہ لوح جاہل بھی انسان ہے اور افلاطون وارسطو و بوعلی سینا بھی انسان تھے ــــ لیکن اس عملی و واقعی فرق کے باوجود اگر ان تمام افراد کو انسان ہونے کے اعتبار سے دیکھا جائے تو ہر ایک کے لئے ویسے ہی امکانات موجود ہیں جیسے دوسرے کے لئے پائے جاتے ہیں مثلاً ایک سادہ لوح جاہل کے لئے یہ ممکن ہے کہ اگر حالات ہر حیثیت سے سازگار ہوں تو افلاطون وارسطو و بوعلی سینا کی طرح صاحبِ علم و حکمت بن سکتا ہے ــــــــ مقصد یہ ہے کہ ہر نوع کے لئے عقلی طور پر جتنی صلاحیتیں تسلیم کی جاتیں ہیں وہ صلاحیتیں اُس نوع کے تمام افراد کے لئے بالقوۃ ممکن ہوتی ہیں خواہ بالفعل نہ پائی جاتی ہوں ــــــــ ہم پوچھتے ہیں کہ کیا کسی غیر معصوم کے لئے بالقوۃ یا بالفعل یہ ممکن ہے کہ وہ محنت و ریاضت کر کے یا کسی اور تدبیر سے معصوم بن جائے۔ کیا نبیؐ و امامؑ کے وہی کمالات کو کوئی غیر معصوم حاصل کر سکتا ہے ــــــــــــ آپ نے فرمایا ہے ہم خاک وہ اکسیر، ہم ذرّہ وہ آفتاب ــــــــــــ ہم پوچھتے ہیں کہ اگر ــــــــ آپ بھی اسی نوع کے فرد ہیں جو نبی و امام کی ــــــــــ تو آپ بھی اسی طرح کم از کم بالقوۃ، خاک سے اکسیر، ذرّے سے آفتاب ــــــــــ نبی و امام کے مانند کامل بن سکتے ہیں ؟ (صہ۲۲ تا ۲۴)

جواب :۔ سرکار علامہ مدظلہ نے اصول الشریعہ میں اس عام غلط فہمی کو دور کرنے کی

خاطر کر نبیؑ وامامؑ کو انسانی نوع کا فرد تسلیم کر لیا جائے تو پھر نبیؑ اور وہ برابر ہو جائیں گے" یہ واضح کیا تھا کہ "باوجود نوع کی وحدت کے درجات و مراتب میں وحدت لازم نہیں آتی کیونکہ ہر نوع کے افراد میں درجات و مراتب کا اختلاف و تفاوت موجود ہے مثلاً باقل اور ابن ہبنقہ (جو حماقت میں ضرب المثل ہیں) بھی بشر ہیں اور ارسطو و افلاطون (جو دانش مندی و عقل مندی میں ضرب المثل ہیں) بھی بشر، تو کوئی کہہ سکتا ہے کہ وہ جملہ کمالات میں مساوی ہیں" یہ وہ حقیقت ہے جس کا ناظم خود "محقق عصر" بھی انکار نہیں کر سکتے بلکہ اس کی صحت تسلیم کر لی ہے اور اس پر جو ایراد کیا ہے کہ "ہر نوع کے لئے عقلی طور پر جتنی صلاحیتیں تسلیم کی جاتی ہیں وہ تمام صلاحیتیں اس نوع کے تمام افراد کے لئے بالقوۃ ممکن ہوتی ہیں خواہ بالفعل نہ ہوں"

یہ وہ باطل نظریہ ہے جس نے مرزا غلام احمد جیسے جھوٹے دعویدار کو دعویٰ نبوت کرنے کی جرأت دلائی کہ جب حضرت محمد مصطفےٰؐ اللہ کے نبیؑ و رسولؐ ہو سکتے ہیں تو ہم کیوں نہیں ہو سکتے؟ اسی نظریہ نے جھوٹے دعویداران امامت سے امامت کے جھوٹے دعوے کرنے کی جسارت کرائی کہ حضرت علی مرتضیٰؑ امام ہو سکتے ہیں تو ہم کیوں نہیں ہو سکتے؟ اب لوگوں کے باطل دعوؤں کا ابطال یہ تو نہیں ہے کہ ہم نبی و امام کو انسانی نوع سے خارج کر کے ان کی نوع ہی علیحدہ تجویز کریں بلکہ اس کا صحیح جواب یہ ہے کہ اس نظریہ کو بالکل غلط ثابت کریں کہ "ہر نوع کے لئے جس قدر صلاحیتیں تسلیم کی جاتی ہیں وہ اس کے تمام افراد کے لئے بالقوۃ ممکن ہوتی ہیں" ہم کہتے ہیں کہ یہ نظریہ بالکل غلط ہے اور دراصل

یہ اس باطل خیال پر مبنی ہے کہ مبدأ فیض سے سب کو یکساں صلاحیتیں ملی ہیں
مگر یہ بات بالبداہت باطل ہے ہم دیکھتے ہیں کہ ایک شخص پیدائشی طور
پر بہت عقل مند و زیرک ہے اور دوسرا پیدائشی طور پر کم عقل و احمق، ایک کا
حافظہ فطری طور پر فوق العادہ ہے اور دوسرا فطرۃً فراموش کار، ایک انتہائی
حسین و جمیل ہے دوسرا انتہائی بدصورت و قبیح المنظر، ایک طویل القامہ ہے
دوسرا بونا اور کوتاہ قامت، ایک کالا سیاہ ہے دوسرا اچھا گورا۔ اب نتیجہ
ظاہر ہے کہ پیدائشی احمق و کم عقل جس قدر چاہے جد و جہد کرے پیدائشی عاقل
و زیرک کے برابر نہیں ہو سکتا۔ بدصورت ہزار سعی و کاوش کرے مگر وہ
فطری حسین و جمیل کا مد مقابل نہیں بن سکتا جو فطرۃً بونا اور کوتاہ قامت
ہے وہ لاکھ جتن کرے وہ فطری طویل القامت کی مانند طویل نہیں ہو سکتا
حبشی النسل لاکھ کد و کاوش کرے وہ گورا نہیں بن سکتا۔ بیوقوف کروڑ سعی
کرے وہ افلاطون نہیں بن سکتا حالانکہ سب کی نوع ایک ہے۔ کیونکہ یہ
تفاوت خالق فطرت نے اپنی حکمتِ بالغہ کے پیشِ نظر خود روا رکھا ہے۔
بلا تشبیہ اسی طرح جو شخص منجانب اللہ نبی و امام نہیں وہ لاکھ کوشش کرے
مگر وہ محنت و ریاضت سے نبیؐ و امامؑ نہیں بن سکتا کیونکہ یہ عہدہ کسب و
اکتساب سے دستیاب نہیں ہوتا بلکہ یہ اللہ کا فضل و احسان ہے جس پر
چاہے فرما دے (ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء) یہی جواب انبیاء
کرام علیہم السلام نے کفار کے اس اعتراض پر کہ "ان انتم الا بشر مثلنا"
"یعنی تم ہماری مانند بشر ہو" (اس لئے نبی نہیں ہو سکتے کیونکہ ہم جو نبی نہیں ہیں

دیا تھا کہ "ان نحن الا بشر مثلکم ولکن اللہ یمن علیٰ من یشاء"۔ "یہ ٹھیک ہے کہ ہم تمہاری مانند انسان ہیں مگر اللہ جس پر چاہے احسان فرما دے"۔ الغرض نبوت و امامت کو وہبی تسلیم کرنے کے بعد اس اعتراض کا کیا وزن رہ جاتا ہے؟ علاوہ بریں ہم پوچھتے ہیں کہ مولف "تحقیق حق" کے بقول نبی و امام کی نوع تو بوجہ عصمت ایک ہے تو کیا امام کے لئے ممکن ہے کہ وہ محنت و ریاضت کر کے وہ درجہ نبوت و خاتمیت کو حاصل کرے؟ اگر جواب اثبات میں ہے تو امام کو نبی تسلیم کریں اور ختم نبوت کا انکار کریں اور اگر جواب نفی میں ہے تو

پھر اپنے نظریہ کے بطلان کا اعلان کریں۔ صاحب تحقیق حق نے لکھا ہے "اگر ایک کمزور و ناتواں شخص کو مناسب غذا، مناسب تربیت اور مناسب حالات میسر آئیں تو وہ ایک نامی گرامی پہلوان بن سکتا ہے" (ص ۲۲) ہم صرف اس قدر دریافت کرنے کی جسارت کرتے ہیں کہ اگر شیفتہ صاحب کو مناسب غذا، مناسب تربیت اور مناسب حالات میسر آئیں تو کیا وہ انوکی یا محمد علی کلے کے مدِ مقابل بن سکتے ہیں؟ تاکہ ہم آپ کے لئے مناسب دوا و غذا کا بندوبست کریں۔ ع بس اک نگاہ پر ٹھہرا ہے فیصلہ دل کا

سوال نمبر ۱۹:۔ مادۂ لطیف و ملکوتی سے پیدائش کا جو تذکرہ ہے وہ جسم دنیاوی معصوم کی خلقت کے بارے میں ———— اس سے نہ آپ کا دعویٰ ثابت ہوتا ہے نہ ہمارے عقیدہ کا غلط ہونا کیونکہ نبی و امام کی فصلِ ممیز عصمت ہے ———— جسمانی طور پر تو ہم خود بھی نبی و امام کو انسان تسلیم کرتے ہیں ———— البتہ ہم انہیں صرف انسان نہیں مانتے بلکہ انسانِ معصوم

مانتے ہیں ـــــ ـــــ ہمارا دوسرا جواب یہ ہے کہ وہ احادیث جن میں معصومینؑ کی پیدائش جسمانی کا مادہ لطیف و ملکوتی ہونا مذکور ہے ـــــ ان میں صرف یہ تو نہیں کہ وہ مادہ لطیف و ملکوتی سے پیدا ہوتے ہیں بلکہ یہ بھی مذکور ہے کہ پیدا ہوتے ہی سر بسجود ہو جاتے ہیں اور بارگاہِ احدیت میں اپنی عبدیت کا اقرار کرتے ہیں ـــــ عام انسان جب پیدا ہوتا ہے تو اُس کا شعور ناپختہ ہوتا ہے ـــــ مگر معصوم پیدا ہوتا ہے تو ـــــ ـــ اس کی عقل کامل ہوتی ہے ـــــ خدا کی طرف سے علم لے کر آتا ہے ـــــ کیا پیدائش معصوم کی یہ جملہ خصوصیات اس کو دوسرے تمام انسانوں سے ـــــ ممتاز نہیں قرار دیتیں؟ ـــــ صـ ۲۴ تا ۲۸

جواب:۔ سرکار علامہ مدظلہٗ نے ایک شُبہ "درکہ نبی و امام کی خلقت چونکہ مشروب عرشی اور طینتِ علیین سے ہوتی ہے اس لئے ان کی نوع علیٰحدہ ہے" کے دو جواب دیئے تھے پہلا یہ کہ احادیث میں وارد ہے کہ مومن کی خلقت طینتِ علیین سے اور کافر کی طینتِ سجین سے ہوتی ہے۔ مگر اس اختلاف کے باوجود مومن اور کافر کی نوع ایک ہے اسی طرح نبی و امام کی خلقت مشروب عرشی اور طینتِ علیین سے ہونے کی وجہ سے نوع علیٰحدہ نہیں ہو سکتی!

دوسرا جواب یہ دیا تھا کہ متعدد احادیث سے ثابت ہے کہ مومن کی خلقت بھی مشروبِ عرشی سے ہوئی ہے تو پھر اِس طرح مومن کی نوع بھی عام لوگوں سے جُداگانہ تسلیم کرنا پڑے گی ـــــ اس کے جواب میں صاحب تحقیقِ حق نے جو کچھ لکھا ہے اُس کا خلاصہ یہ ہے کہ اِس خلقت کا تعلق جسم نبی و امام

سے ہے مگر ان کی نوع عصمت کی وجہ سے تبدیل ہوتی ہے — ہم سطور بالا
میں عصمت کے منطقی طور پر فصل ممیز ہونے کا بطلان بدلائل روشن کی طرح واضح
و عیاں کر چکے ہیں۔ اور بتا چکے ہیں کہ عصمت نبی و امام کے شرائط میں داخل
ہے وہ ان کی ماہیت کا جزء نہیں ہے ـــــــ باقی رہا ان کا یہ کہنا کہ معصوم
بوقت پیدائش سربسجود ہوتے ہیں۔ منجانب اللہ علم لے کر پیدا ہوتے ہیں —
ان خصوصیات کا کون شیعہ منکر ہے؟ خود سرکار علامہ نے اس قسم کی احادیث
اپنی کتاب احسن الفوائد اور اصول الشریعہ میں درج کی ہیں۔ ان خصوصیات سے
معصومینؑ کا دوسرے عام لوگوں سے شان و مقام میں ممتاز ہونا تو یقیناً ثابت
ہوتا ہے مگر اس سے ان کی نوع کا جداگانہ ہونا ثابت نہیں ہو سکتا کیونکہ جنس و
فصل کے ملنے سے نوع وجود میں آتی ہے۔ عرض عام یا خاصہ کی وجہ سے نوع
تبدیل نہیں ہوتی یہ اُن کے خصائص ہیں۔ پروفیسر صاحب نبی و امام کی نوع
ایک مانتے ہیں مگر اس کے باوجود خصوصیات میں باہمی فرق موجود ہے۔ نبی
بیک وقت چار سے زیادہ بیویاں رکھ سکتا ہے مگر امام نہیں رکھ سکتا۔ نبی پر
نماز تہجد واجب ہے مگر وصی پر نہیں، نبی کو معراج جسمانی ہوئی مگر وصی کو نہیں۔
(نبی کی اس خصوصیات کا اقرار تحقیقِ حق کے مؤلف نے بھی کیا ہے دیکھئے ص۵۲)
نبی پر وحیٔ نبوت آتی ہے مگر امام پر نہیں، جب دونوں کی نوع ایک ہے تو
خصوصیات الگ الگ کیوں ہیں؟ اب بقول صاحب "تحقیق حق" نبی و
امام کی نوع بھی علیحدہ علیحدہ ہونی چاہیئے اور اگر نہیں تو ماننا پڑے گا کہ نوع کے
ایک ہونے کے باوجود بھی خصوصیات الگ الگ ہو سکتی ہیں۔ وھو المطلوب۔

دوسری بات کا بطلان ہم ابھی اوپر واضح کر چکے ہیں کہ یہ ٹھیک ہے کوئی بھی نوع جنس و فصل کے ملنے سے وجود میں آتی ہے مگر آگے جب نسل چلے گی تو مکمل نوع کی چلے گی گھوڑے سے گھوڑا، گدھے سے گدھا اور انسان سے انسان پیدا ہوگا۔ ایسا تو نہیں ہو سکتا کہ جنس کی وجہ سے نسل الگ ہو اور فصل کی وجہ سے الگ! بنا برایں اگر انسان و عصمت سے انسانِ معصوم کی نوع الگ بنتی ہے تو پھر ان کی نسل بھی تمام معصوم ہونی چاہیئے مگر ایسا نہیں ہے۔

سوال نمبر۲:- جناب مولانا! آپ کے بیانات اخبار احاد پر مبنی نہیں ہیں حالانکہ آپ کہہ چکے ہیں (۱) کہ اصول اعتقاد میں اخبار احاد پر اعتماد جائز نہیں ہے (۲) ہم پوچھتے ہیں کہ کیا آپ محمد و آلِ محمد علیہم السلام کو اوّل مخلوقات تسلیم کرتے ہیں؟ (۳) ہم پوچھتے ہیں آپ محمد و آلِ محمد علیہم السلام کو جملہ کائنات سے افضل و برتر تسلیم کرتے ہیں؟ (۴) آپ نے جو اس ضمن میں تحقیقات فرمائی ہیں ان میں تضاد معلوم ہوتا ہے —— تضاد یوں کہ آپ ایک طرف تو محمد و آلِ محمد علیہم السلام کو پہلی مخلوق اور علتِ غائی ممکنات اور علم و عمل میں تمام کائنات کے سید و سردار بھی مانتے ہیں (اصول الشریعہ ص۳۲) اور دوسری طرف یہ ثابت کرنے پر پورا زور بھی صرف کرتے ہیں کہ محمد و آلِ محمد علیہم السلام کو علم حاصل ہوتا ہے تو ایک فرشتہ سے جس کا نام ہے روح القدس اور جب تک وہ سید عالم ہادئ اعظم پیغمبر خاتم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے پاس نہیں آیا تھا (معاذ اللہ) آپ نہ کتاب کا کوئی علم رکھتے اور نہ ہی ایمان

آپ کے پاس تھا ــــــــ مولانا انصاف سے کہیے کیا یہ تضاد نہیں؟

(۵) جناب مولانا انصاف سے بتایئے کہ وہ فرشتہ جسے آپ شخ القدس کہتے ہیں خواہ وہ جبرائیل و میکائیل سے بڑا ہی کیوں نہ ہو کیا اُس نے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ نہیں کیا تھا؟ اور جب اُس نے بھی سجدہ کیا ــــــــ تو محمد و آلِ محمد علیہم السلام سے افضل کیسے ہو سکتا ہے؟ (۶) آپ کی مذکورہ تحقیقات سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ (معاذ اللہ) محمد و آلِ محمد علیہم السلام اپنے وہبی علم میں روح القدس نامی ایک فرشتہ کے محتاج تھے (۷) جب پروردگار نے حضرت آدمؑ کے علم کی برتری تمام ملائکہ پر ثابت کی تھی اُس وقت یہ فرشتہ بھی ملائکہ میں شامل تھا یا نہیں؟ اگر شامل تھا تو اس کا علم حضرت آدم کے علم سے کمتر تھا تو وہ ان ہستیوں کے لئے کیونکر ذریعہ علم و معلم بن سکتا ہے جو ہر لحاظ سے حضرت آدمؑ سے افضل و برتر تھیں۔ آپ ایک فرشتہ کو محمد و آلِ محمد علیہم السلام کا معلم ثابت کرنا چاہتے ہیں (۸) کیا تسدید کرنے والا اور ذریعہ علم بننے والا معلم نہیں ہوتا؟ ــــــــ (۹) آپ کی تحقیق کے مطابق جب تک یہ روح القدس فرشتہ حضورؐ کے پاس نہیں آیا تب تک (معاذ اللہ) حضورؐ کتاب و ایمان کے بارے میں کچھ جانتے ہی نہ تھے حضور پر یہ حالت کب تک طاری رہی؟ آپ کی تحقیقات کے مطابق روح القدس فرشتہ زمین پر اتارا گیا اور حضورؐ کے ساتھ تا زیست رہا کیا اس سے یہ مترشح نہیں ہوتا کہ یہ حضورؐ کے پاس اُسی وقت آیا جب آپ کو اعلانِ نبوت کا حکم ملا؟ ــــــــ (۱۰) رہ گیا آیت مذکورہ " ما کنت تدری ما الکتاب

ولا الایمان" کا صحیح مفہوم۔ تو ظاہر ہے قضیہ سالبہ بانتفاءِ موضوع بھی صادق ہوتا ہے یعنی اس آیت کا یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ "جب آپ پیدا نہیں ہوئے تھے تب نہ آپ کتاب کو جانتے تھے، نہ ایمان کو"۔ ——— اور دوسرا مطلب یہ بھی درست ہو سکتا ہے کہ "آپ خود بغیر عنایتِ ربانی نہ کتاب کو جان سکتے تھے نہ ایمان کو"! ——— اور ایسی صورت میں روح سے مراد وہ اعلیٰ وارفع روح ہے جو حضور اکرم کو عطا ہوئی ——— کیا پروردگار ان حضرات کو علم کے ساتھ پیدا نہیں کر سکتا تھا۔ کیا ان حضرات کو روح القدس کا شاگرد بنانا ضروری ہے؟ ——— کیا روح القدس ان حضرات سے افضل ہے ——— یہ روح القدس فرشتے کو علم وایمان کس نے دیا؟ ص ۲۸ تا ۴۲

جواب:۔ اس سوال کا پس منظر یہ ہے کہ سرکار علامہ مدظلہ، نے اصول الشریعہ میں جداگانہ نوع ماننے والوں کے مایۂ ناز استدلال "کہ نبی و امام میں ایک زائد روح ہوتی ہے جس کا نام روح القدس ہے اس سے معلوم ہوتا ہے ان کی نوع علیحدہ ہے"، کا جواب دیتے ہوئے قرآن وحدیث کی روشنی میں ثابت کیا تھا کہ روح القدس دوسری روح کی طرح کوئی داخلی چیز نہیں ہے بلکہ وہ ایک عظیم الشان فرشتہ ہے جو نبی و امام کے ہمراہ رہتا ہے اور خداوند عالم کی طرف سے نبی و امام پر علم وفضل کے فیضان کے جو مختلف ومتعدد ذرائع ہیں اُن میں سے ایک ذریعہ ہے اور اگر اُسے بالفرض کوئی داخلی روح بھی تسلیم کر لیا جائے تب بھی اس سے نبی و امام کی نوع کا جداگانہ ہونا ثابت نہیں ہوتا کیونکہ جہاں احادیث سے امام میں پانچ

روحوں کا ہونا ظاہر ہوتا ہے تو رہا مومن میں چار اور کافر میں تین روحوں کا پایا جانا
بھی آشکار ہوتا ہے تو اگر روحِ ایمان کی کمی و بیشی نوشتہ نہیں بدل سکتی تو ایک
روح کے اضافہ سے نبی و امام کی نوع بھی تبدیل نہیں ہو سکتی۔ اب "تحقیق حق" کے
مدعی نے جو بے جا ایرادات کئے ہیں، ہم یہاں ان کے ترتیب وار مختصر مگر جامع
جوابات پیش کرتے ہیں۔

(۱) روح القدس وغیرہ کے سلسلہ میں جو تحقیقات پیش کی گئی ہیں وہ صرف اخبار احاد
نہیں بلکہ اخبار متظافرہ ہیں جن سے کُتب احادیث و تفاسیر چھلک رہی ہیں،
متعدد طرق و اسانید کے ساتھ مروی ہیں ملاحظہ ہوں۔ اصولِ کافی، بصائر الدرجات
ہفتم بحار الانوار، تفسیر صافی، تفسیر برہان، تفسیر نور الثقلین اور تفسیر المیزان وغیرہا
لہذا مقام اعتقاد میں ان پر اعتماد کرنے میں کوئی قباحت نہیں ہے (۲) یقیناً
سرکار محمد و آلِ محمد علیہم السلام اوّل مخلوقات ہیں (۳) یہ بزرگوار ساری کائنات
سے افضل و برتر بھی ہیں جس کی اصول الشریعہ میں متعدد مقامات پر بڑی
وضاحت کے ساتھ صراحت موجود ہے۔

دپھر نہ معلوم ان سوالات کے کرنے اور ان کی افضلیت ثابت کرنے کے
لئے فرشتوں کے سجدہ کرنے والے واقعات لکھ کر رسالہ کے کئی صفحات سیاہ
کرنے کی کیا ضرورت تھی ؟؟ (۴۔۵۔۶۔۷۔۸) اب رہا وہ فرضی تضاد جس کا یہاں تذکرہ کیا ہے
کہ ایک طرف یہ ثابت کیا جاتا ہے کہ ان حضرات کو علم روح القدس سے
حاصل ہوتا ہے تو اس قسم کا کوئی تضاد نہیں ہے۔ تضاد تب ہوتا کہ ایک طرف
محمد و آلِ محمد علیہم السلام کو اوّل مخلوق مانا جاتا اور دوسری طرف روح القدس

یا کسی اور ہستی کو ——— یا ایک طرف ان ذواتِ مقدسہ کو افضل قرار دیا جانا اور دوسری طرف روح القدس کو یا کسی اور ذات کو! یا کسی اور ہستی کو ان کا معلّم و استاد تسلیم کیا جاتا۔ حالانکہ ایسا ہرگز نہیں ہے اوّل مخلوق بھی سرکار محمد و آلِ محمد علیہم السلام ہیں علتِ غائی ممکنات بھی یہی ہیں اور سب مخلوقِ خدا سے افضل بھی یہی ہیں اور یہ علم و فضل میں اور دیگر فیوض و برکات میں صرف خداوندِ عالم کے محتاج ہیں ان کا معلم صرف خدا ہے اور یہ ذواتِ مقدسہ صرف اسی کی محتاج ہیں اصول الشریعہ میں بصراحت موجود ہے کہ خداوندِ عالم نے ان ذواتِ مقدسہ پر اپنی طرف سے فیضان کے جو مختلف ذرائع مقرر فرمائے ہیں (جن کی تعداد پروفیسر صاحب کے پیر و مرشد شیخ احمد احسائی نے شرح الزیارۃ میں تین سو تک گنوائی ہے) ان میں سے ایک ذریعہ روح القدس بھی ہے کہ بعض امور کا فیضان خداوندِ عالم کی طرف سے ان ہستیوں پر روح القدس کے ذریعے ہوتا ہے اگر بقلم خود "محقق عصر" نے اس سے یہ کشف فرمایا ہے کہ اس طرح "روح القدس" کی محمد و آلِ محمد علیہم السلام پر برتری ثابت ہو جائے گی تو ان کی یہ غلط فہمی ہے جبرئیل امین (جن کو عامۃ المسلمین استادِ رسول اور معلم نبی کہتے ہیں اور جن کو ہم بھی کم از کم پیغامِ خدا پہنچانے کا ذریعہ و واسطہ تو سمجھتے ہیں) کیا ان کے ذریعہ سے وحی ہونے سے ان کی افضلیت لازم آتی ہے؟ اگر ذریعۂ وحی ہونے سے جناب جبرئیل امین کی پیغمبرِ اسلام پر افضلیت لازم نہیں آتی تو پھر واسطۂ علم و فیض ہونے سے روح القدس کی بھی ان ذواتِ مقدسہ پر برتری ثابت نہیں ہوتی ——— خداوندِ عالم جنابِ عیسیٰؑ کو خطاب کرکے فرماتا ہے

"واذ ایدتک بروح القدس" اے عیسیٰؑ! یاد کرو اُس وقت کو جب میں نے تیری تائید روح القدس کے ساتھ کی تھی! اور جناب پیغمبر خاتم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خطاب کرتے ہوئے خالق ارشاد فرماتا ہے۔ "ھوالذی ایدک بنصرہ وبالمومنین" وہی خدا تو ہے جس نے اپنی خاص نُصرت اور اہلِ ایمان کے ساتھ تیری تائید فرمائی۔ اِس سے ثابت ہوا کہ روح القدس جناب عیسیٰؑ اور مومنین جناب رسولِ خداؐ کے مؤید ہیں تو اگر اس سے رُوح القدس کی برتری جناب عیسیٰؑ پر اور اہلِ ایمان کی برتری جناب رسولِ خداؐ پر لازم نہیں آتی تو اگر خداوندِ عالم آئمہ طاہرین علیہم السلام کی تسدید و تائید روح القدس سے کر دے تو اس سے روح القدس کی افضلیت کس طرح لازم آتی ہے؟؟ ———

مخفی نہ رہے کہ سرکار محمد وآلِ محمد علیہم السلام کی روح القدس پر افضلیت ہم اپنے علم وعقیدہ اور دلائل کی بنا پر تسلیم کر رہے ہیں ورنہ اس کی جو دلیل "تحفۂ حق" کے مؤلف نے پیش کی ہے یعنی ملائکہ اور آدم کا علمی موازنہ اور سجودِ ملائکہ۔ اس میں کلام واشکال کی بڑی گنجائش موجود ہے کیونکہ مفسرین کے درمیان اس امر پر شدید اختلاف پایا جاتا ہے کہ اِس واقعہ میں تمام فرشتے مراد ہیں یا صرف زمین والے یا صرف آسمان والے یا زمین وآسمان سے بھی صرف وہ فرشتے جو جنات کی جگہ بسائے گئے تھے؟ (ملاحظہ ہو تفسیر لوامع التنزیل جلد ۱ ص۱۷ طبع لاہور، تفسیر کبیر جلد ۱ ص۲۹۵ طبع مصر) ——— صاحب تفسیر صافی نے تو بڑی صراحت کے ساتھ لکھا ہے کہ "ان ملائکہ سے مراد صرف وہ زمینی فرشتے ہیں جو جنات کی جگہ بسائے گئے تھے ص۲۵"۔ لہٰذا بنا بریں کلھم اور اجمعین

وغیرہ ناکبدوں سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ جو فرشتے مامور بسجدہ تھے ان سب نے سجدہ کیا۔ ہاں جو سرے سے مامور نہ تھے ان کی بات ہی اور ہے۔ سچ ہے

وکم من عائبٍ قولاً صحیحاً ٭ و آفتہٗ من الفہم السقیم

یعنی بہت سے لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو صحیح بات کو غلط کہتے ہیں حالانکہ وہ بات غلط نہیں ہوتی بلکہ دماغ اپنا خراب اور غلط ہوتا ہے۔

(۹) شریعت کا حکم تو یہ ہے کہ کسی مومن کے کلام کی ستر ستر تاویلیں کرو اور اگر کوئی بھی اچھا پہلو نکل آئے تو پھر اس کے کلام کو غلط معنی پر محمول نہ کرو مگر یہ تحقیقِ حق کے علمبردار ہیں کہ جو واضح و آشکار صحیح معنوں کو نظر انداز کر کے غلط تاویلیں کر کے الفاظ کو غلط معانی کا جامہ پہنانے کی ناکام کوشش کر رہے ہیں ـــــ بھلا اصول الشریعہ کی اس صراحت کے بعد کہ ”روح القدس کا آنحضرتؐ سے ارتباط خلقتِ روحانی و نورانی کے وقت ہوا ـــــ چالیس برس تو کجا یہاں جسمانی خلقت کا بھی کوئی تذکرہ نہیں ہے“ (اصول الشریعہ صہ ۸۱ حاشیہ طبع دوم) اس کے بعد اس سوال کی کیا وقعت رہ جاتی ہے۔ حضورؐ پر یہ حالت کب تک طاری رہی؟ کیا اس طرح اعلانِ نبوت سے پہلے والی زندگی کے بارے میں ویسے خیالات کی تائید کے مواقع فراہم نہیں کر دیئے؟ ہے کوئی اس غلط بیانی اور کج بحثی کی کوئی حد! کیا تحقیقِ حق کے انداز یہی ہوتے ہیں؟ اگر یہی تحقیقِ حق کا انداز ہے تو پھر باطل کوشی اور حق کُشی کس چیز کا نام ہے؟ ؏

نہ شکوہ بے جا بھی کرے کوئی تو لازم ہے شعور!

(۱۰) ـــــ آیت مبارکہ ”ما کنت تدری ما الکتاب الخ“ کے معنوں

کی تحقیق اصول الشریعہ کے اندر آلِ محمدؑ کی تفسیر کی روشنی میں ثابت کر دی گئی ہے ہم
یہاں صرف اس قدر کہنا چاہتے ہیں کہ آلِ محمدؑ کی احادیث کو نظر انداز کر کے خود ساختہ
تفسیر کرنا کہ یہاں سالبہ بانتفاءِ موضوع ہے وغیرہ کیا یہ تفسیر بالرائے نہیں؟ جو
بالاتفاق حرام ہے۔ یا تفسیر بالرائے کرنے والوں کو محمد و آلِ محمد علیہم السلام نے جہنم کی
تہدید نہیں کی؟ کیا سرکار محمد و آلِ محمد علیہم السلام کے ارشادات کو چھوڑ کر اپنی عقلِ خام
پر بھروسہ کرتے ہوئے قرآن کے معانی بیان کرنا حسبنا کتاب اللہ کہنے والے کی
تقلید و ناسی نہیں ہے؟ کیا جو معنی تحقیقِ حق کے دعویدار نے بیان کئے ہیں۔ انہیں
چہاردہ معصومینؑ میں سے کسی معصوم کی تائید حاصل ہے؟ جب کہ سرکار علامہ مدظلہ
سے بیان کردہ مفہوم کی تائید بیسیوں ارشاداتِ آئمہؑ سے ہوتی ہے ہم پہلے باب
کا جواب الجواب یہاں ختم کرتے ہیں بفضلہ اب تک جو حقائق پیش کئے گئے ہیں
ان سے قارئینِ کرام پر یہ حقیقت واضح و عیاں ہو گئی ہو گی کہ نبیؐ و امامؑ کی علیحدہ نوع
والا نظریہ خود ساختہ ہے اور اس کی ایجاد کا سہرا فرقہ شیخیہ کے بانی شیخ احمد احسائی کے
سر ہے جس کی قرآنی آیات سرکار محمد و آلِ محمد علیہم السلام کی روایات اور علماءِ اعلام کے ارشادات
سے تائید نہیں ہوتی بلکہ تردید ہوتی ہے اور ثابت ہوتا ہے کہ تمام انواعِ عالم سے افضل و
اکمل نوعِ انسانی ہے اور انبیاء و آئمہ علیہم السلام اسی افضل و اکمل نوع کے افضل و اکمل
افراد ہیں اس لئے خداوندِ عالم کے بعد نبیؐ اور نبی کے بعد علیؑ قصہ مختصر ——
بالفاظِ دیگر خالق ہونے کے لحاظ سے وہ مثل و بے مثال ہے اور مخلوقِ خداوندی
میں محمد و آلِ محمد علیہم السلام بے مثل و بے مثال ہیں۔ انا ھدینٰہ السبیل اما
شاکراً و اما کفوراً ۵

دوسرا باب

(نورِ مجسّم)

اس باب میں سرکار علامہ مدظلہٗ نے اصول الشریعہ میں انبیاء و آئمہ علیہم السلام کے نور و بشر ہونے والی بحث کے متعلق یہ ثابت کیا ہے کہ یہ بحث کرنا ہی فضول ہے کہ وہ نور ہیں یا بشر؟ کیونکہ نور و بشر میں کوئی تضاد نہیں ہے پھر قرآن و حدیث اور اتفاقِ علمائے کاملین کی روشنی میں ثابت کیا کہ یہ ذواتِ مقدسہ انسانِ کامل ہیں اور اس بنا پر کہ ان کے ارواحِ مقدسہ نورانی ہیں اور ابدان ان پر مشتمل ہیں یا اس وجہ سے کہ وہ ہادیٔ خلائق ہیں من باب المجاز ان پر نور کا بھی اطلاق کیا گیا ہے لہذا اگر ان کے جنبۂ بشری پر نگاہ کی جائے تو تمام انسانوں کے سردار نظر آتے ہیں اور اگر جنبۂ نورانی پر نظر ڈالی جائے تو سب نوریوں کے مخدوم دکھائی دیتے ہیں ـــــــــ

سوال نمبر ۲:۔ آپ نے اپنی کتاب اصول الشریعہ میں ـــــ یہ عنوان قائم کیا ہے "انبیاء و آئمہ کے نور و بشر ہونے کا بیان" جس سے ظاہر ہے کہ نور و بشر دو ایسی صفتیں ہیں جو بیک وقت جمع نہیں ہوسکتیں لیکن صرف دو صفحے بعد صـ ۱۲۰ پر آپ لکھتے ہیں "نور و بشر میں کوئی تضاد نہیں" کیا یہ خود آپ کے خیالات

ہیں تضاد نہیں؟ ——— کیا آپ اول ما خلق اللہ نوری پر ایمان نہیں رکھتے؟ کیا آپ محمدؐ و آل محمدؐ کو اول مخلوق نہیں مانتے ——— اگر آپ ان معصومین کی حقیقت نوری کا انکار نہیں کرتے تو ہم پوچھتے ہیں کہ وہی انوار محمدؐ و آلِ محمد علیہم السلام جب ان کے پاکیزہ بشری جسموں میں ہمارے لئے ظاہر ہوئے تو کیا ان کی ماہیت بدل گئی؟ اگر ایسا نہیں تو آپ ہمارے ظہر پاکو نہیں نور کہنے سے کیوں گریز کرتے ہیں؟؟ صہ ۴۵

جواب:۔ حقیقت تو یہ ہے کہ پہلے باب میں اس بات کے پایۂ ثبوت تک پہنچ جانے کے بعد کہ "انبیاء کرام ہوں یا آئمہ عظام سب کے سب انسانی نوع کے ہی افرادِ کاملہ ہیں" اس بات کی گنجائش ہی باقی نہیں رہ جاتی۔ کہ ان کے نور و بشر ہونے کی بحث کی جائے مگر کیا کیا جائے جب ابنائے زمانہ نے اس بحث کو نہ صرف چھیڑ رکھا ہے بلکہ اسے ایک معرکۃ الآراء مسئلہ بنا کر رکھ دیا ہے تو علماء اعلام کو بھی ان کے ساتھ چلتے ہوئے اس کا جائزہ لینا پڑتا ہے اور اس پر تنقید و تبصرہ کرنا پڑتا ہے ظاہر ہے کہ جس عنوان سے بحث چل رہی ہو اُسے چھیڑنا تو اُسی انداز سے ہی پڑتا ہے۔ ہاں اس پر جو کچھ تنقید و تبصرہ کرنا ہو وہ اثنائے بحث میں کیا جاتا ہے۔ اسی بنا پر سرکار علامہ مدظلہ نے بھی بطور مماشات بحث کا آغاز عام روش کے مطابق کر کے ذرا آگے چل کر اس عنوان کی غلطی پر تنبیہہ فرمادی اس پر تضاد بیانی کا الزام عائد کرنا اپنی کم عقلی و کوتاہ اندیشی بلکہ اپنی جہالت کے اعلان کے مترادف ہے ان پر یہ الزام اُس وقت صحیح ہوتا جب یہ دونوں نظریئے ان کے اپنے ہوتے مگر انہوں نے تو واضح کر دیا کہ "نور و بشر

میں کوئی تضاد نہیں" تو اس سے ثابت ہو گیا کہ جنہوں نے اس عنوان کے تحت بحث شروع کر رکھی ہے "کہ یہ ذواتِ مقدسہ نور ہیں یا بشر" وہ غلطی کا شکار ہیں" چونکہ نور و بشر میں کوئی تضاد نہیں اس لئے سرکار علامہ مدظلہ دوسرے علمائے محققین کی طرح حضرات معصومین علیہم السلام کو "بشر نورانی" مانتے ہیں۔

سرکار علامہ مدظلہ حدیث اول ما خلق اللہ نوری کو تسلیم کرتے ہیں جیسے خود انہوں نے اس باب کے صفحہ ۱۳۹ پر درج بھی فرمایا ہے اس طرح وہ ان کی خلقت نوری کے بھی قائل ہیں مگر "بموجب نقل و عقل لازم است" قابلِ غور یہ بات ہے کہ اس اول ما خلق اللہ نوری اور خلقتِ نوری سے مراد کیا ہے؟ سرکار علامہ مدظلہ نے صفحہ ۱۴۴ سے لے کر صفحہ ۱۴۶ تک قرآن و حدیث کی روشنی میں یہ ثابت کیا ہے کہ یہاں نور سے مراد "روح" ہے اور ان حضرات کی خلقتِ نورانی سے مراد خلقتِ روحانی ہے اور وہ ان پاکیزہ اجسام میں آنے کے بعد بھی نہ تبدیل ہوئی ہے اور نہ ختم ہوئی ہے۔ مگر انسان جسم و روح کے مجموعہ کا نام ہے اور جب ان دو اجزاء میں سے ایک جز نوری ہے اور دوسرا جز غیر نوری تو جب ایک جز والا نام پورے کل پہ بولا جائے تو اُسے مجاز کہتے ہیں کیونکہ مجاز کے چوبیس علاقوں میں سے ایک وہ علاقہ "جزو کُل" بھی ہے اس لئے سرکار علامہ مدظلہ کہتے ہیں کہ ان پر نور کا اطلاق مجازی ہے۔

سوال نمبر ۲۲: کیا آپ کے ذہن میں نور کا یہی مفہوم ہے کہ ظاہری چمک و دمک اور شان و شکوہ ہو؟ آپ نے اپنی کتاب اصول الشریعہ صفحہ ۱۳۰ پر رمزِ سیوم کے تحت

لکھا ہے "اگر انبیاؑ و آئمہؑ نور مجسم ہوتے تو پھر ان کی چمک دمک اور شان و شوکت کو دیکھ کر عامۃ الناس کی گردنیں ان کے سامنے خم ہو جاتیں اور نعمت کو جو ابتلا و آزمائش مقصود ہے کہ بندے صرف کمال کو دیکھیں ظاہری چمک دمک پر فریفتہ نہ ہوں وہ ابتلا و آزمائش ختم ہو جاتی ؟ کیا کمال خود بھی نور نہیں ہے ؟ کیا نورِ مجسم کا یہی مطلب ہے کہ آفتاب و ماہتاب کی طرح ظاہری نگاہوں میں چمکدار ہوں ؟ ص۲۶

جواب :- سرکار علامہ مدظلہ نے بشریتِ انبیاؑ و آئمہؑ کا فلسفہ بیان کرتے ہوئے "رموزِ سیدم" کے ذیل میں جناب امیر المومنینؑ کے کلام معجز نظام سے استدلال کیا ہے کہ آنجنابؑ نہج البلاغہ کے خطبۂ قاصعہ میں فرماتے ہیں "ولو اراد اللہ ان یخلق آدم من نور یخطف الابصار ضیائہ و یبھر العقول رُوائُہ وطیبٍ یأخذ الانفاس عرفہٗ بفعل ولو فعل لظلت الاعناق خاضعۃً و لخفت البلوی فیہ علی الملائکۃ ولکن اللہ سبحانہٗ ابتلی خلقہ ببعض ما یجھلون اصلہ الخ ——— یعنی اگر خدا چاہتا تو آدم کو چکا چوندھ کرنے والے نور اور عقلوں کو حیران کرنے والی چمک اور نفس و سانس نفس میں بسی ہوئی خوشبو سے پیدا کرتا تو ضرور (ایسا) کرتا اور اگر یہ کرتا (کہ آدم نور و نکہت کا مجموعہ ہوتے) تو تمام گردنیں تعظیماً جھک جاتیں اور فرشتوں کا امتحان ہلکا ہو جاتا۔ لیکن خدا نے اپنی مخلوق کا امتحان کچھ ایسی باتوں سے لیا جس کی بنیاد سے وہ ناواقف ہیں الخ ——— (نہج البلاغہ ص ۶۸۱ طبع لاہور ترجمہ رئیس احمد جعفری) غور طلب بات یہ ہے کہ معترض نے جناب امیرؑ کا یہاں یہ کلام

دیکھا ہے یا نہ ؟ اگر انہیں نظر نہیں آیا تو انہیں اپنی آنکھوں کا علاج کرانا چاہیئے اور اگر دیکھا ہے تو پھر اپنے ایمان کا علاج کروانا چاہیئے کیونکہ اس صورت میں ان کا یہ اعتراض سرکار علامہ مدظلہ پر نہیں بلکہ یہ اعتراض سرکار امیر المومنینؑ پر ہے کہ انہوں نے صرف ظاہری چمک دمک کو نور سمجھا ہے۔ اور کیا کمال نور نہیں ہے ؟ اب پروفیسر صاحب سے دریافت طلب امر یہ ہے کہ جو شخص دیدہ دانستہ طور پر امام معصومؑ پر اعتراض کرے اُس کا نام کیا ہے ؟ اُس کا مقام کیا ہے ؟ اور اُس کی شریعتِ مقدسہ میں سزا کیا ہے ؟

ع لگے منہ بھی چڑھانے دیتے دیتے گالیاں صاحب
زباں بگڑی تو بگڑی تھی خبر لیجے دہن بگڑا ،

سوال نمبر ۲۳ :۔ کیا آپ سمجھتے ہیں کہ شیعہ ـــــ انبیاء و آئمہ کو بشر نہیں جانتے ؟ ـــــ ہم گذارش کرتے ہیں کہ یہ آپ کی بڑی غلط فہمی ہے ـــــ ہم انبیاء و آئمہؑ کو بشر بھی مانتے ہیں البتہ صرف بشر نہیں مانتے بلکہ بشر معصوم اور انسانِ معصوم مانتے ہیں ـــــ لہذا آپ نے جو طولانی دلائل پیش کئے ہیں نہ ان کی کوئی ضرورت تھی اور نہ اُن سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ انبیاء و آئمہ معصومین نور یا نور مجسم نہیں کیونکہ آپ کو بھی اعتراف ہے کہ نور و بشر ہونے میں کوئی تضاد نہیں صـ۲۶ ۔

جواب :۔ شیعیت اور شیعوں کی ترجمانی کے ٹھیکیدار صاحب کو معلوم ہونا چاہیئے کہ لاکھوں شیعیت کے ایسے دعویدار بھی موجود ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ انبیاء و آئمہؑ کو "بشر" کہنا بالکل ممنوع ہے وہ مافوق البشر ہیں اور یہ کہ اُن کو "بشر"

کہنا کفار کا شیوہ وشعار ہے اس لئے سرکار علامہ مدظلہ کو دوسرے حقیقت بین علمائے اعلام کی طرح یہ ثابت کرنا پڑا کہ وہ بشر کامل ہیں اور یہ کہ ان کی بشریت کا انکار قرآن وحدیث کے انکار کے مترادف ہے اس لئے ان طویل دلائل کی ضرورت تھی اور ان سے یہ ثابت بھی ہو گیا کہ ان کو نور مجسم بایں معنی کہنا کہ وہ بشر نہیں غلط محض ہے یہ اُن دلائل قاطعہ کا ہی نتیجہ ہے کہ آج یہ مجیب صاحب بھی بار بار یہ تکرار کر رہے ہیں کہ "ہم ان کو بشر مانتے ہیں" اب سوال صرف اس قدر رہ گیا ہے کہ جب آپ ان کو بشر مانتے ہیں تو ان کو نوع بشر کے افراد کیوں نہیں مانتے؟ پھر یہ جھگڑا کس بات کا ہے؟ معصوم ہم بھی ان کو مانتے ہیں مگر ان کی عصمت کی وجہ سے ان کی نوع تبدیل نہیں ہو سکتی جیسا کہ پہلے باب میں اس کی مکمل وضاحت کی جا چکی ہے۔

سوال نمبر ۲۴:- کیا نور علم نہیں ہے؟ کیا محمدؐ وآلِ محمدؐ اور ان کے بعد دوسرے انبیاء ومرسلین سے زیادہ علم مخلوقاتِ خدا میں کسی اور کو ملا؟ ______ اگر اللہ کے ان برگزیدہ بندوں کو نور یا مجسم نور نہ کہا جائے تو اور کون ہے جو ان سے زیادہ ان القابات کا مستحق ہو سکتا ہے؟ ص ۲۷

جواب:- علم نور بھی ہے اور سرکار محمدؐ وآلِ محمدؐ اور ان کے بعد دوسرے انبیاء ومرسلینؑ تمام مخلوقاتِ خدا میں سے سب سے بڑے عالم بھی ہیں تاہم ان کو "نور مجسم" کہنا صحیح نہیں ہے "نورِ مجسم" تب ہوتے کہ ملائکہ کی طرح ان کے تمام اجزاء ترکیبیہ نور ہوتے اور پھر فرشتوں کی طرح نہ کھاتے نہ پیتے اور نہ مناکحت فرماتے تحقیقِ حق کے دعویدار پر واضح وآشکار ہونا چاہیئے کہ "نور" "جوہر"

(قائم بنفسہ) اور "علم" "عرض" (قائم بالغیر) اس لئے علم کو حقیقتاً نور نہیں کہا جا سکتا
اگر اس پر نور کا اطلاق ہوا ہے تو یہ من باب المجاز ہے اس مناسبت کی وجہ
سے کہ جس طرح نور سے مادی ظلمت و تاریکی دُور ہوتی ہے اسی طرح علم سے
جہالت کی ظُلمت کافور ہوتی ہے لہٰذا اس تحقیق سے ثابت ہو گیا کہ اگر انبیاء
و آئمہؑ پر نور کا اطلاق کیا گیا ہے تو یہ اطلاق مجازی ہے نہ کہ حقیقی۔

سوال نمبر ۲۵:- آپ نے اپنی کتاب اصول الشریعہ کے صد ۱۱۹ پر ارشاد فرمایا ہے
"مد ظاہر ہے کہ فرشتوں کی خلقت محض نور اور طینت سے ہوئی ہے"، ہم پوچھتے
ہیں کہ کیا طینت کے معنیٰ مٹی نہیں؟ ——— تو کیا آپ کے نزدیک
فرشتے بھی خاکی مخلوق ہیں (صد ۱۷ تحقیقِ حق)

جواب:- ہم نے اس سلسلہ میں سرکار علّامہ مدظلہ کی طرف رجوع کیا تو انہوں نے فرمایا کہ یہاں
کتابت میں لفظ "آدم کی" رہ گیا ہے اصل عبارت یوں تھی "ظاہر ہے کہ فرشتوں
کی خلقت محض نور سے اور آدم کی طینت سے ہوئی ہے" اس سے سرکار
علّامہ مدظلہ کا مقصد یہ واضح کرنا ہے جیسا کہ عنوان بیان سے ظاہر ہے کہ "قرآنی
معیارِ افضلیت علم و عمل کی فراوانی اور طاقت و قوّتِ جسمانی میں برتری ہے نہ
کہ مادۂ خلقت کہ نور ہے یا نار، مٹی ہے یا کوئی اور چیز" ——— اس
کے بعد بطور مثال جناب آدم و ملائکہ کا قصّہ پیش کیا ہے کہ باوجودیکہ آدمؑ
کی خلقت مٹی سے اور ملائکہ کی نور سے واقع ہوئی مگر ملائکہ کی گردنیں آدم
کے سامنے جھکائی گئیں اور آدم کی گردن ملائکہ کے سامنے خم نہیں کرائی گئی
ہے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ معیارِ افضلیت علمی برتری ہے نہ کہ

مخالفتِ نوری ــــــــ مگر اس کے باوجود آج تک جو برتری نوری کی نہ صرف اس لئے کی جاتی ہے کہ آئمہ کی برتری ثابت کی جائے حالانکہ ایک عام صاحبِ ایمان انسان کا مقام نوری ملائکہ سے بلند و بالا ہے چہ جائیکہ آئمہ طاہرین علیہم السلام؟ حالی نے کیا خوب کہا ہے ؎

فرشتوں سے بہتر ہے انسان ہونا،
مگر اس میں پڑتی ہے محنت زیادہ

سوال نمبر ۲۶:- آپ نے اپنی کتاب کے صفحہ ۱۱۹ پر علل الشرائع جلد اصفحہ ۶ سے یہ حدیث نقل فرمائی ہے "ان الملائکة لخدامنا وخدام محبینا" یعنی فرشتے ہمارے اور ہمارے خالص محبوں کے خادم ہیں " ہم پوچھتے ہیں کہ کیا اس حدیث کی روشنی میں آپ کی وہ تمام دلیلیں باطل ہو کر نہیں رہ گئیں جنہیں آپ نے پہلے باب میں بڑے طمطراق سے سورہ شوریٰ آیت ۵۲ "روحا من امرنا" سے روح القدس کو فرشتہ ثابت کرنے اور اسے محمد و آلِ محمد علیہم السلام کا ذریعہ علم معلم اور مسدد قرار دینے کے لئے پیش کی ہے ص ۴۸؟

جواب:- یہ محض سائل صاحب کی خوش فہمی ہے ورنہ اس حدیث سے ان دلیلوں کی صحت پر کوئی زد نہیں پڑتی جیسا کہ پہلے باب میں اس موضوع پر تفصیلی گفتگو کی جا چکی ہے کہ روح القدس آئمہ اطہار سے مفضول ہوتے ہوئے بھی مسدد و مؤید اور منجانب اللہ علم کا ذریعہ قرار پا سکتا ہے اس سے نہ مفضول کا افضل ہونا لازم آتا ہے اور نہ اس کا معلم ہونا ؎

شکوہ بے جا بھی کرے کوئی تو لازم ہے شعور

سوال نمبر ۲۷: آپ نے اپنی کتاب کے ص۱۱۸ پر اپنے مخالفین کو "عمل چور، گفتار کے غازی اور بے عمل وغیرہ کہہ کر انہیں الزام دیتے ہیں کہ بقول آپ کے کہ انہوں نے ذات و اصلیت وغیرہ کی لایعنی بحثوں کو چھیڑا لیکن ہم آپ سے پوچھتے ہیں کہ نور و بشر میں عدم تضاد کو مانتے ہوئے بھی کیا آپ نے ص۱۱۸ سے ۱۳۰ تک یہی لایعنی بحث نہیں کی ہے؟ ــــــــــ علاوہ بریں آپ نے اپنے مخالفین کو "بے عمل" قرار دیتے ہوئے شیطان کو ان کا پیرِ مغاں قرار دیا ہے آپ ص۱۱۸ پر لکھتے ہیں "چنانچہ کسی کی ذات و اصلیت کی بحث کا آغاز بھی بے عملوں کے پیرِ مغاں نے یعنی شیطان علیہ اللعن نے کیا تھا"ــــ لیکن شاید آپ بھول گئے کہ شیطان کا سارا غرور و استکبار اپنے عمل پر ہی تھا لہٰذا کیا اس کو بے عملوں کا پیرِ مغاں کہنے کی بجائے اپنے عمل پر غرور و استکبار کرنے والوں کا پیرِ مغاں کہنا زیادہ درست و صحیح نہیں ہے؟ ص۴۹

جواب:- یہ سراسر غلط بیانی ہے کہ سرکار علامہ مدظلہ نے اپنے مخالفین کو "عمل چور، گفتار کے غازی اور بے عمل کہا ہے" بلکہ انہوں نے مطلقاً یہ ضابطہ بیان کیا ہے کہ جو عمل چور، گفتار کے غازی اور بے عمل ہوتے ہیں وہ لایعنی بحثوں کو چھیڑا کرتے ہیں خواہ وہ جس گروہ سے بھی تعلق رکھتے ہوں۔ پھر نہ معلوم تحقیقِ حق کے مؤلف عمل چوروں، گفتار کے غازیوں، اور بے عملوں کی وکالت پر کیوں اُتر آئے ہیں؟ کہیں خدانخواستہ وہ خود تو اِس مرض کا شکار نہیں؟ کہیں چور کی داڑھی میں تنکے والی بات تو نہیں؟ باقی رہا یہ کہنا کہ سرکار علامہ مدظلہ نے اِس لایعنی بحث میں حصہ کیوں لیا ہے؟ تو اِس کا جواب واضح ہے کہ حالات کی ستم ظریفی نے ان کو اِس میں حصہ لینے پر

مجبور کر دیا اور کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک آدمی کسی بات کو غلط سمجھتے ہوئے
بھی اس میں حصہ لینے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ جیسے بانشیبہ جناب امیر المومنین
"شوریٰ" اور واقعۂ صفین میں "تحکیم" کو غلط جانتے ہوئے بھی احقاقِ حق و
ابطالِ باطل کی غرض سے حصہ لینے پر مجبور ہو گئے تھے۔ فافہم۔

باقی سرکار علامہ مدظلہ کے دونوں دعوے قرآن سے ثابت ہیں کہ "شیطان بے
عملوں کا پیرِ مغاں ہے" اور یہ کہ "ذات و اصلیت کی بحث کا آغاز شیطان نے
کیا" دیکھیئے خالقِ اکبر کس صراحت سے بیان فرما رہا ہے کہ "ابیٰ واستکبر و کان
من الکافرین" (سجدۂ آدم کے وقت) شیطان نے انکار و استکبار (تکبر)
کیا اور کافر ہو گیا ——— معلوم ہو گیا کہ سجدہ نہ کرنے کا باعث ہے تکبر!
اب رہی یہ بات کہ تکبر عمل پر تھا (جیسا کہ پروفیسر صاحب کا خیال ہے) یا کہ ذات
و اصلیت پر؟ (جیسا کہ علامہ مدظلہ نے بیان کیا ہے) توارشادِ باری تعالیٰ نے
واضح کر دیا ہے۔ جب خداوندِ عالم نے شیطان سے سجدہ نہ کرنے کا سبب پوچھا
تو شیطان نے کہا "انا خیرٌ منہ خلقتنی من نار و خلقتہٗ من طین" "میں آدم
سے افضل ہوں کیونکہ تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے اور آدم کو مٹی سے"
ظاہر ہے کہ شیطان نے اپنے اس دعویٔ افضلیت میں اپنے عمل و عبادت کو
پیش نہیں کیا بلکہ اپنی ذات و اصلیت کو پیش کیا ہے اور پیش بھی کیا سجدہ نہ
کرنے کے عذر میں (وہ سجدہ جو عمل ہے) اب تو سرکار علامہ مدظلہ کا یہ فرمان
قرآن سے ثابت ہو گیا کہ بدعمل، بدکردار اور گفتار کے غازی ہی اس قسم کی لایعنی
بحثوں کا آغاز کرتے ہیں اور یہ بھی عیاں ہو گیا کہ شیطان بے عملوں، عمل چوروں اور

ذات پر فخر کرنے والوں کا بہترین مثال ہے نہ کہ عمل کرنے والوں کا" (مبارک باشد)

سوال نمبر ۲۸:۔ "کیا بلندی حق کی بہترین مثال نہیں ہے کہ آپ نے یہاں انبیاء و آئمہ طاہرین علیہم السلام کو بشر یعنی حیوانِ ناطق ثابت کرنے کے لئے جو دلائل اور حوالے پیش کئے ہیں انہیں میں سے اکثر و بیشتر ایسے ہیں جن سے خود آپ کے دعویٰ کا باطل ہونا ثابت ہوتا ہے ——— اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ آپ نے خود بطورِ عنوان لکھا ہے "انبیاء و آئمہ میں دو جنبے ہوتے ہیں"، اور اس کی توضیح میں لکھا ہے "ایک نورانی و روحانی جس کی وجہ سے نظام شریعت میں خدا سے احکام حاصل کرتے ہیں ——— اور دوسرا جنبۂ بشری و جسمانی جس کی وجہ سے خدائے واحد کے احکام بندوں تک پہنچاتے ہیں"، (اصول الشریعہ صفہ ۱۲) ہم عرض کرتے ہیں کہ یہی دو جنبوں کا ہونا انبیاء و آئمہ طاہرینؑ کی وہ خصوصیت ہے جو انہیں بشر یعنی حیوانِ ناطق ہونے کے باوجود ماوراءِ بشر بھی ثابت کرتی ہے حالانکہ آپ ان حضرات کے فوق البشر ہونے سے صاف انکار کر چکے ہیں ——— اور یہی دوسرا جنبہ ہے جسے جامع طریقے پر معصومیت کہا جا سکتا ہے ان حضرات کی فصل ممیز ہے (خلاصۂ استدلال یہی ہے باقی صرف لا یعنی طوالت کے سوا کچھ بھی نہیں ہے (صفہ ۵)

جواب:۔ سرکار علامہ مدظلہ نے بتوفیق رب العالمین و بتائید حضرات معصومینؑ قرآن و حدیث میں کامل غور و فکر اور تامل و تدبر کر کے وہ حقائق لکھے ہیں کہ قیامت تک کوئی صحیح الدماغ اور سلیم الفطرت انسان ان کے کلام میں غلط بیانی، تضاد بیانی یا اپنی تردید آپ کا الزام عائد نہیں کر سکتا۔ ہاں البتہ حق کے حق ہونے کا ایک بڑا

ثبوت بہم پہنچے کہ جو دیدہ دانستہ اس کی مخالفت پر کمربستہ ہو جائیں ان کی قوتِ بصیرت اس طرح زائل ہو جاتی ہے کہ ان کو تائید و تردید میں فرق محسوس نہیں ہوتا اور ایک صحیح بات بھی ان کو غلط نظر آتی ہے کہ "انہا لا تعمی الابصار بل تعمی القلوب التی فی الصدور"

اس قسم کی مثالوں سے اگرچہ پورا رسالہ "تحقیقِ حق" بھرا پڑا ہے مگر اس کی تازہ مثال اس کا یہی سوال نمبر ۲۸ ہے کہ وہ اصول الشریعہ کے دو جنبوں والی بات کو اصول الشریعہ کے بشریت انبیاء و آئمہؑ پر قائم کردہ دلائل کی تردید اور اُن کے فوق البشر ہونے کی تائید میں پیش کر رہے ہیں لیکن اپنی ناسمجھی کی بنا پر اتنا نہیں سمجھے کہ یہ دو جنبے ہر انسان کے اندر ہوتے ہیں کیونکہ ہر انسان "روح و جسم" سے مرکب ہے یہ الگ بات ہے کسی کا جنبہ جسمانی غالب ہوتا ہے تو کسی کا جنبۂ روحانی غالب اور کسی کے دونوں جنبے برابر برابر ہوتے ہیں۔ اسی بات کو معترض کے ایک بہت بڑے ہم خیال یعنی مولانا ظفر حسن صاحب امروہوی نے اپنے رسالہ "حیات بعد الموت" مطبوعہ کراچی صا۲ پر بذیل عنوان "کیا ہمارے آئمہؑ نور ہی نور تھے یا ان کی خلقت عناصر اربعہ سے تھی؟" بڑی وضاحت کے ساتھ لکھ دیا ہے چنانچہ وہ عنوانِ بالا کے ذیل میں لکھتے ہیں "ہماری طرح ان حضرات کا جسم بھی عناصر اربعہ سے مرکب تھا اور جسمانیات کا تعلق ان سے بھی اسی طرح تھا جس طرح ہم سے ـــ لیکن فرق یہ تھا کہ ہمارے آئمہؑ کا نور مادیت پر غالب تھا اور ہماری مادیت نور پر غالب ہے۔ ہمیں اپنے جذبات پر کنٹرول نہیں انہیں تھا۔ قل انما انا بشر مثلکم ـــ الخ"

سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہمارے رسولؐ بھی مادی جسم ہماری طرح رکھتے تھے اگر نور ہی نور ہوتے تو پھر ملائکہ کی طرح نہ کھاتے نہ پیتے نہ مناکحت کرتے اس کے ساتھ یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیئے کہ ان کی طینت عام لوگوں سے ممتاز تھی یعنی پاک و پاکیزہ[1]،،

اس بیان سے واضح وعیاں ہوگیا کہ ؎

قطرہ اپنا بھی حقیقت میں ہے دریا لیکن
ہم کو تقلید تنک ظرفیٔ منصور نہیں،

اس کے بعد سائل نے اس روحانی جنبہ کی عصمت کے ساتھ جو تعبیر کی ہے اور پھر عصمت کو انکی فصل ممیز قرار دے کر ان کی نوع علیحدہ بنانے کی ناکام سعی کی ہے ہم پہلے باب میں اسے باطل ثابت کر چکے ہیں یہاں اعادہ کی ضرورت نہیں ہے اسی طرح مولّف تحقیقِ حق نے سرکار علّامہ مجلسیؒ اور جناب علّامہ ابوالحسن الشریف کی تحریریں اور آیتِ مبارکہ وقالت لھم رسلھم ان

---

[1] حاشیہ ص۳۳ :- اس وضاحت وصراحت کے باوجود جن دنوں علما کے درمیان نوع وغیرہ اختلافی مسائل پر بحثیں چھڑی ہوئی تھیں تو جناب مولانا امروہوی صاحب نے قومی اخبارات میں انبیاء و ائمہؑ کی نوع کے جداگانہ ہونے پر مضامین لکھے اور سرکار علّامہ مدظلہٗ کو اپنے تعلقات کی بنا پر مشورہ دیا تھا کہ وہ بھی ان کی نوع علیحدہ تسلیم کرلیں تو کیا حرج ہے ؎

انقلابات ہیں زمانے کے

نحن الا بشر مثلکم الخ ــــ سے اپنے باطل مقصد کی تائید حاصل کرنے کے لئے جس طرح ہاتھ پاؤں مارے ہیں اور زورِ خطابت صرف کیا ہے وہ ان کی بے مائیگی اور علمی تہی دستی کی بین دلیل ہے ورنہ اِسے نوع کے علیحدہ ہونے کے فاسد نظریئے سے کیا تعلق ؟ جناب علاّمہ مجلسیؒ نے بالکل مختصر الفاظ میں آئمہ اطہار کے امتیازی فضل و کمال اور نفسانی قابلیت اور یافت کا تذکرہ فرمایا ہے ہمارے سرکار علاّمہ مدظلہ تو اس سے زیادہ وانشگاف الفاظ میں ان کے امتیازی کمالات کا تذکرہ کر چکے ہیں جسے خود معترض نے اپنے رسالہ کے صـ۲۲ پر نقل بھی کیا ہے جو اس طرح ہے وہ اس میں شک نہیں کہ نبی بشر ہوتا ہے لیکن ہم خاک ہیں وہ اکسیر، ہم ذرّہ ہیں وہ آفتاب، ہم جاہل وہ عالم، ہم ناقص وہ کامل وغیرہ وغیرہ،، مگر اِس سے ان کی نوع کا جُدا گانہ ہونا ثابت نہیں ہوتا۔

سوال نمبر ۲۹ :۔ جنابِ مولانا! آپ نے اپنے خیال کے مطابق آیات و روایات کا جو پہلا صحیح مطلب بیان کیا ہے کہ لفظ "نور" سے مراد ان حضرات کے بدن نہیں بلکہ ارواحِ مقدسہ ہیں اور چونکہ ان کے اجسام مقدسہ ان کے ارواح مطہرہ کے حامل ہیں اِس مناسبت سے خود ان حضرات کو من باب المجاز نور کہہ دیا گیا" ہم پوچھتے ہیں کہ کیا کسی کے وجود شخصی و جسمانی کے لئے اہم ترین و اشرف ترین حصہ روح نہیں ہوتی ــــــ جب آپ معصومینؑ کی ارواحِ مقدسہ کو نورانی تسلیم کرتے ہیں تو آپ انہیں مجازاً طور پر نور کہنا کیوں ضروری سمجھتے ہیں ؟ ــــــ ــــــ آپ نے جو دوسرا صحیح مطلب لکھا ہے یعنی "انبیاء و آئمہ علیہم السلام ہادی و معلم انسانیت

ہونے کے اعتبار سے نور ہیں ۔۔۔۔۔ اس میں کوئی قابلِ اعتراض بات نہیں لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پھر انہیں صاف صاف نورِ مجسم تسلیم کرنے میں حیلہ وحجت وبحث ۔۔۔۔۔ کی کیا ضرورت ہے؟ ۔۔۔۔۔ "تیسرا صحیح مطلب جو آپ نے سرکار علامہ مجلسیؒ کے حوالے سے بیان فرمایا ہے کہ "یہ ذواتِ مقدسہ علتِ غائی کائنات ہیں۔ لہٰذا بسببِ ظہورِ خلق ہونے کی وجہ سے نور کہے جانے کے مستحق ہیں۔ اگرچہ اس کے کسی حصہ سے ہمیں کوئی اختلاف نہیں تاہم سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب نور کی حقیقت سے ہم ناواقف ہیں ۔۔۔۔۔ تو آپ انہیں مجازی نور کہنے پر کیوں اصرار کر رہے ہیں؟ ۔۔۔۔۔ اسی طرح آپ نے اپنے بیان کردہ چوتھے صحیح مطلب میں علم کو جو مجاز واستعارہ کی بنا پر نور کہا ہے ہمیں اس سے اختلاف ہے کیونکہ جب ہم حقیقتِ نور کو نہیں سمجھتے ۔۔۔۔۔ تو ہم یہ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ فلاں چیز کے لئے لفظِ نور کا استعمال حقیقی طور پر ہے اور فلاں چیز کے لئے مجازی طور پر؟ ۔۔۔۔۔ ص۵۹

جواب:۔ سرکار علامہ مدظلہ نے اصول الشریعہ میں آیات وروایاتِ بشریت ونور میں (یہ تسلیم کرنے کے باوجود کہ آیات واحادیثِ نور متشابہہ ہیں) چار طرح باہمی جمع وتوفیق فرمائی تھی اور ہر صحیح مفہوم کی تائید علماء اعلام کے کلام حق ترجمان سے ثابت فرمائی تھی۔ ہمارے پروفیسر صاحب ان مفاہیم کا کبھی اقرار کرتے ہیں اور کبھی انکار ۔۔۔ خدا برا کرے بغض وحسد اور صوبائی تعصب و عناد کا کہ یہ انسان کو نہ دنیا کا چھوڑتا ہے اور نہ دین وآخرت کا۔ (خسر الدنیا و

الآخرہ و ذالک ھو الخسران المبین) جس پہلے مفہوم پر پروفیسر صاحب نے اعتراض کیا ہے یہ مفہوم سرکار علامہ مدظلہ نے حضرت علامہ مجلسی کے کلام کی روشنی میں پیش کیا ہے جن سے پروفیسر صاحب کچھ زیادہ ہی متاثر نظر آتے ہیں، انہوں نے بھی اسے مجاز قرار دیا ہے جیسا کہ فرماتے ہیں "و اطلاق النور علیہم کا طلاق کتاب اللہ و کلامہ فی قول امیر المومنین انا کتاب اللہ الناطق لکونہ حامل الکتاب وحافظہ الخ یعنی حضرات آئمہ پر نور کا اطلاق اس طرح (مجازاً) ہے جس طرح جناب امیر المومنین کے کلام انا کتاب اللہ الناطق۔ (کہ میں اللہ کی بولتی ہوئی کتاب ہوں) میں آنجناب پر کتاب کا (مجازاً) اطلاق کیا گیا ہے چونکہ آپ حامل وحافظ کتاب اللہ ہیں (مرآۃ العقول ج ۱ صفحہ ۱۴۰)

یہ ٹھیک ہے کہ روح جسم کا اہم ترین اور اشرف ترین حصہ ہے اور اسی پر انسانیت کا دارومدار ہے مگر پھر بھی ہے تو وہ وجود شخصی کا حصہ اور جزو کل تو نہیں ہے! اور مجاز کہتے ہی اسی کو ہیں کہ کسی وجود شخصی کے اہم حصہ کا نام کل پر بولا جائے۔ مثلاً انسانی جسم کا ایک حصہ سر و گردن ہے دوسرا انگلی ظاہر ہے کہ گردن اہم حصہ ہے جس کے کٹ جانے سے زندگی کا خاتمہ ہو جاتا ہے — مگر انگلی ایک غیر اہم جزو ہے کہ ایک نہیں اگر سب انگلیاں بھی کاٹ دی جائیں تو زندگی ختم نہیں ہوتی ——— گردن کو عربی میں "رقبۃ" کہتے ہیں اور انگلی کو "اصبع"، لہذا گردن کے اہم جزو ہونے کی بنا پر انسان کو "رقبۃ" کہنا صحیح ہے چنانچہ خالق فرماتا ہے "اعتق رقبۃ مومنۃ" مومن غلام آزاد کرو —

مگر انسان کو "اصبح" کہنا درست نہیں ہے۔ بنابریں وجود انسانی کا اہم جزء ہے روح اور وہ ہے نور اِس لئے پورے وجود کو مجازاً نور کہا جا سکتا ہے۔ افسوس کا مقام ہے اگر پروفیسر صاحب نے علم معانی و بیان درساً پڑھا ہوتا تو نہ وہ یہ اعتراض کرتے اور نہ ہمیں نابالغ بچوں کی طرح انکو یہ سبق پڑھانا پڑتا ع

نے اصولت محکم آید نے فروع

شرم باید از خدا و از رسولؐ تو

باقی رہا دوسرے مفہوم کے متعلق تو اس کو صحیح ماننے کے باوجود اِس پر یہ اعتراض کہ پھر "ان کو صاف صاف نور مجسم کیوں نہیں تسلیم کرتے" اس کی قبل ازیں وضاحت کی جا چکی ہے کہ ہم ان کو "نور مجسم" تب تسلیم کرتے کہ ملائکہ کی طرح ان کے تمام اجزاءِ ترکیبیہ نور ہوتے۔ اور پھر وہ فرشتوں کی طرح نہ کھاتے نہ پیتے اور نہ مناکحت کرتے۔ الغرض ان میں فرشتوں والے تمام خواص پائے جاتے۔ لیکن جب آثار پائے جائیں انسانوں والے تو ان کو "نور مجسم" کیونکر تسلیم کیا جا سکتا ہے؟ ———— اسی طرح تیسرے مفہوم کو صحیح تسلیم کرنے کے باوجود اِس پر اعتراض کہ پھر انہیں مجازی نور کیوں قرار دیا گیا ہے۔ اس کی وجہ ظاہر ہے کہ باوجودیکہ نور کی اصل حقیقت کیا ہے اور اسکا حقیقی مفہوم کیا ہے؟ یہ حقیقت مستور ہے مگر پھر بھی اس قدر تو معلوم ہے کہ وہ جوہر ہے عرض نہیں ہے۔ مگر علت غائی یا سببِ ظہور خلق ہونا عرض ہیں لہٰذا اگر کبھی عرض پر جوہر کا اطلاق کیا جائے تو یہ مجاز ہی ہوگا مگر یہ کہ پروفیسر صاحب منطق کی طرح فلسفہ کو بھی غلط ٹھہرائیں کیونکہ وہ بھی ان لوگوں کا مرتب کردہ

سے ہے جن کو آئمہ طاہرین کی صحیح معرفت نہ تھی ؟

اور اسی جواب باصواب سے چوتھے مفہوم پر اعتراض کا جواب بھی واضح و آشکار ہو جاتا ہے کہ علم چونکہ عرض (قائم بالغیر) اور نور جوہر (قائم بالذات) ہے اس لئے اگر کبھی نور پر اس کا اطلاق کیا گیا تو یہ مجازاً ہوگا نہ حقیقتاً. اس کی وضاحت سوال نمبر ۲۴ کے جواب میں بھی کی جا چکی ہے۔ واضح رہے کہ جو تھا مفہوم جس میں علم کو بطور مجاز و استعارہ نور کہا گیا ہے یہ حضرت علامہ ملا خلیل قزوینی شارح اصول کافی نے شافی شرح اصول کافی طبع لکھنؤ جلد ۲ صفحہ ۵ پر ذکر فرمایا ہے۔ ان علمائے اعلام کے بیان سے یہ اختلاف کرنے والے کون ہوتے ہیں؟ مزید براں ہم یہ کہتے ہیں کہ اگر علم کو بالفرض حقیقی نور بھی تسلیم کر لیا جائے تب بھی اس سے یہ کس طرح ثابت ہو گیا کہ سرکار محمدؐ و آل محمدؐ چونکہ اس علم کے عالم ہیں نور ہیں. کیونکہ مخلوق میں علم الگ ہوتا ہے اور عالم الگ. لہذا آپ زیادہ سے زیادہ انہیں حاملِ نور یا محلِ نور ہونے کی بنا پر نور کہہ سکتے ہیں اور یہی بعینہٖ مجاز ہے کہ حال کا نام محل کو یا محمول کا نام حامل کو دیا جائے۔ علاوہ بریں ہم کہتے ہیں جب سرکار علامہ مدظلہ بھی انبیاء و آئمہؑ پر نور کا اطلاق درست جانتے ہیں اور آپ بھی صحیح مانتے ہیں تو پھر اس کے باوجود محض حقیقت و مجاز کی بحث میں الجھنا کیا نزاع لفظی نہیں ہے؟

ع الفاظ کے پیچوں میں الجھتے نہیں دانا

علاوہ بریں ہم پروفیسر صاحب کے الفاظ کو الٹ کر ان سے دریافت کرتے ہیں کہ اگر حقیقتِ نور مستور ہونے کی وجہ سے سرکار علامہ مدظلہ انبیاء و آئمہؑ کو مجازاً نور نہیں کہہ سکتے تو جب آپ بھی حقیقتِ نور کو نہیں سمجھتے تو آپ یہ کس طرح کہہ سکتے ہیں کہ انبیاء و آئمہؑ پر لفظِ نور بطور حقیقت استعمال ہوا ہے؟؟

ع سخن شناس نۂ دلبرا خطا اینجا است

تیسرا باب

(تفویض یعنی سپردگی)

تفویض کا مطلب یہ ہے کہ خداوندِ عالم نے کائنات پیدا کر کے اس کے نظام چلانے کا محکمہ سرکار محمد و آلِ محمد علیہم السلام کے حوالے کر دیا ہے کہ اب وہی مارتے، جلاتے اور روزی دیتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ اس کی دو قسمیں ہیں قسم اول یہ کہ اب اللہ بالکل معطل ہے دوسری یہ ہے کہ اللہ معطل تو نہیں مگر اُس کے اذن سے کرتے سب کچھ یہی بزرگوار ہیں پہلی قسم کو تفویض استقلالی اور دوسری قسم کو تفویضِ آلی کہا جاتا ہے اور یہ دونوں قسمیں بالاتفاق باطل ہیں اور اِس فاسد نظریے کا قائل مشرک ہے چنانچہ یہ باب اس موضوع سے متعلق ہے۔ سرکار علامہ مدظلہٗ نے اصول الشریعہ کے اس باب میں قرآن و حدیث اور عقلی و نقلی دلائلِ قطعیہ کے ساتھ اُس کا ابطال کیا ہے۔ چنانچہ مندرجہ ذیل سوالات اِسی فاسد نظریہ کی حمایت میں پروفیسر صاحب نے پیش کئے ہیں۔

سوال نمبر ۳۳ :- جناب مولانا! اِس میں تو کوئی شبہ نہیں کہ مسئلہ تفویض کے بارے میں علامہ مجلسی اعلی اللہ مقامہٗ نے جو کچھ تحریر فرمایا ہے وہ حق ہے لیکن کیا خود سرکار مجلسیؒ کے مقرر کردہ اصول کے مطابق اس اہم مسئلے پر غور و فکر کرنا ضروری

نہیں ہے ؟ ص ۵۹

جواب :۔ ہاں ہاں ضرور غور و فکر فرمائیں "کمد فذلک الاوائل للّٰہ الخ" تو آپ ہی کے بیان کو تنقید کی سان پر چڑھائیں — آپ اپنا شوق پورا کریں ہم آپ کی تواضع طبع کی خاطر موجود ہیں — !!

سوال نمبر ۳۱ :۔ ہم یہ پوچھنا چاہتے ہیں کہ کیا مذہبِ شیعہ اثنا عشریہ کے نزدیک متفقہ طور پر یہ بات تسلیم شدہ نہیں ہے کہ حضراتِ محمد و آلِ محمد علیہم السلام پوری کائنات کی علتِ غائی ہیں ؟ ص ۵۹

جواب :۔ اگرچہ بعض علماء نے اس سے اختلاف کیا ہے مگر تحقیقی قول یہی ہے جس کا ہمارے علامہ مدظلہٗ نے احسن الفوائد اور اصول الشریعہ میں کئی بار اظہار کیا ہے۔ مگر اس کے معنیٰ و مفہوم میں غور و فکر کرنا ضروری ہے۔ بموجب "کلمۃ حق یراد بہا الباطل" (یعنی کلمہ تو حق ہے مگر اس سے مراد باطل لی جا رہی ہے) پروفیسر صاحب نے اس کا جو مطلب بیان کیا ہے کہ "اللہ جل شانہٗ نے ساری کائنات کو انہیں حضرات کے لئے "ان کے استعمال کے لئے خلق فرمایا ہے" اور "انہیں اپنی طرف سے کائنات کا مالک بنا دیا ہے" ص ۵۹-۶۰-۶۱ یہ مطلب غلط ہے جس پر ہم عنقریب س ۳۶ کے جواب میں تبصرہ کر کے اس کا صحیح مفہوم واضح کریں گے۔ انشاء اللہ

سوال نمبر ۳۲ :۔ کیا یہ حقیقت نہیں کہ حدیثِ کسا شیعہ امامیہ کے نزدیک صحیح ترین و مقبول ترین حدیثوں میں سے ہے جو ہماری اکثر مجالس و محافل میں شبِ جمعہ میں عقیدت و احترام کے ساتھ پڑھی جاتی ہے ؟ ص ۵۹

جواب :- آپ اسے مقبول ترین تو کہہ سکتے ہیں مگر صحیح ترین نہیں کہہ سکتے۔ کیونکہ تا حال اس کی سند وہ بھی کسی امام معصوم تک معلوم نہیں ہو سکی۔ اسی لئے ثقۃ المحدثین جناب شیخ عباس قمی علیہ الرحمۃ نے اسے اپنی مقبول ترین کتاب مفاتیح الجنان میں درج نہیں کیا بلکہ مفاتح الجنان جس کی ترمیم و تصحیح شدہ صورت کا نام مفاتیح الجنان ہے سے خارج کر دیا ہے ہاں البتہ اب کتاب چھاپنے والوں نے اپنی طرف سے اسے ملحقات میں شامل کر دیا ہے۔ ویسے بر جائے مطلوبیت اس کا پڑھنا و سننا جائز ہے اور باعثِ برکت ہے چنانچہ ہم بھی اس کے قائل و عامل ہیں۔

سوال نمبر ۳۳ :- کیا حدیثِ کساء میں صدیقۂ طاہرہ سلام اللہ علیہا نے یہ نہیں فرمایا کہ "جب ہم سب چادر کے نیچے جمع ہو گئے تو میرے بابا رسولؐ اللہ نے دعا فرمائی ـــــ تو اللہ عزوجل نے فرمایا "یا ملائکتی و سکان سموانی الخ ـــــ یعنی اے میرے ملائکہ ـــــ میں نے محکم آسمان، پھیلی ہوئی زمین، روشنی فگن چاند ـــــ اور سفینۂ سبک رفتار سب ہی کو صرف ان پنجتنؑ کی محبت میں پیدا کیا جو اس چادر کے نیچے ہیں"؟ صنا

جواب :- ہاں یہ مقدس جملے اس حدیث کساء کے اندر موجود ہیں مگر جلد اصل مطلب پر آیئے اس قدر طویل تمہید کا مقصد کیا ہے؟ جب کہ آپ کا اصل مخاطب اس حقیقت کا منکر نہیں (جیسا کہ آپ کو علم ہے) تو کیا یہ "تحصیلِ حاصل" نہیں ہے جو عقلاء کا کام نہیں ہے؟

سوال نمبر ۳۴ :- کیا اس حدیثِ کساء میں چند جملوں کے بعد پروردگارِ عالم کا یہی اعلان

انہی لفظوں میں موجود نہیں؟ ہاں ــــــــ اس میں اک لفظ "لاجلکم" (یعنی تمہارے لئے) کا اضافہ بھی ہے جس کا پورا مطلب یہ ہوا کہ "اللہ نے اپنی عزت وجلالت کی قسم کھا کر فرمایا کہ میں نے یہ تمام چیزیں صرف تمہارے لئے اور تمہاری ہی محبت میں پیدا کی ہیں" ص۶۰

جواب:۔ ہاں اس حدیث میں یہ اعلان مکرر بھی ہے عزت وجلال کی قسم بھی ہے لفظ "لاجلکم" کا اضافہ بھی ہے مگر اِس لفظ کا جو ترجمہ حضور نے فرمایا ہے (یعنی تمہارے لئے) وہ غلط ہے جس کی ابھی ذیل میں وضاحت آرہی ہے انشاء اللہ

سوال نمبر ۲۵:۔ ہم پوچھتے ہیں آخر اس کا کیا مطلب ہے کہ اللہ نے یہ تمام چیزیں اور پوری کائنات محمد وآلِ محمد علیہم السلام کے لئے پیدا کی؟ ص۶۰

جواب:۔ اس سلسلہ میں پہلے آپ اپنی تحقیقِ انیق پیش کر لیں جس کے لئے آپ کافی دیر سے پیچ وتاب کھا رہے ہیں پھر ہم اپنی ناچیز تحقیق عرض کریں گے۔ انشاء اللہ

سوال نمبر ۲۶:۔ "کیا اس کا صاف، واضح اور بنیادی مطلب یہی نہیں ہے کہ اللہ نے ان تمام چیزوں اور پوری کائنات کو اولاً اور بنیادی طور پر صرف محمد وآلِ محمد علیہم السلام کے استعمال کے لئے خلق فرمایا"؟ (ص۶۱)

جواب:۔ بموجب ؎

خشتِ اول چوں نہد معمار کج ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ تا ثریا می رود دیوار کج

تحقیقِ حق کے دعویدار نے چونکہ "علتِ غائی" کا صحیح مفہوم سمجھنے میں سخت غلطی کی ہے اِس لئے اصول الشریعہ میں تفویض کے غلط ہونے پر جو بیسیوں آیات وروایات اور شیعہ اعلام کے ارشادات پیش کئے گئے تھے ان سب

کا جواب اسی غلط مفروضہ کی بنا پر دینے کی ناکام کوشش کی ہے ہم بفضلہ تعالیٰ ثابت کرتے ہیں کہ ان کی یہ عمارت "بناءالفاسد علی الفاسد" کی مصداق ہے جس سے یہ سب دھڑام سے گر جائے گی انشاء۔

سو واضح ہو کہ کوئی بھی چیز اس وقت تک عرصۂ وجود میں قدم نہیں رکھ سکتی جب تک اس کی چار علتیں موجود نہ ہوں جنہیں "علل اربعہ" کہا جاتا ہے (۱) علت فاعلی (اُس چیز کو وجود دینے والی) (۲) علتِ مادی (جس سے وہ چیز بنتی ہے) (۳) علّتِ صوری (جو اُس چیز کی شکل وصورت ہے) —— (۴) علّتِ غائی (جو اُس چیز کے وجود میں آنے کی غرض وغایت ہے) اس وقت صرف علّتِ غائی کے متعلق بحث کرنا ہے کہ اشیاء عالم اور پوری کائنات کی علّتِ غائی یعنی اس کی خلقت کی غرض وغایت کیا ہے؟ سو جو کچھ قرآن کی آیاتِ محکمات اور معصومینؑ کی روایات سے ظاہر وہویدا ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ کائنات میں جو کچھ ہے وہ انسان کی خاطر پیدا کیا گیا ہے جیسا کہ آیاتِ مبارکہ "سخر لکم الشمس والقمر" (آفتاب وماہتاب کو تمہاری خاطر مسخر بنایا) —— "وجعل لکم السماء سقفاً محفوظاً" (آسمان کو تمہاری خاطر محفوظ چھت بنایا) —— "وجعل الارض فراشاً" (زمین کو تمہاری خاطر بچھونا بنایا) —— اور "خلق لکم ما فی الارض جمیعاً" (جو کچھ زمین میں ہے وہ سب تمہاری خاطر اور تمہاری وجہ سے پیدا کیا گیا ہے) وغیرہ وغیرہ اور انسان کو عبادتِ ربِ رحمٰن کی خاطر پیدا کیا گیا ہے جیسا کہ آیتِ مبارکہ "الذی خلق الموت والحیوٰۃ لیبلوکم ایکم احسن عملاً" (خداوہ قادر مطلق ہے جس نے موت و

حیات کو خلق کیا تاکہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے بہترین عمل کرنے والا کون ہے۔ اور آیت مقدسہ " وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون " میں نے جن وانس کو نہیں پیدا کیا مگر اپنی عبادت کی خاطر، سے روز روشن کی طرح واضح وآشکار ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ انسان کی غرض خلقت عبادت خدائے رحمٰن ہے! تو پھر یہ جو کہا جاتا ہے کہ " سرکار محمد وآل محمد علیہم السلام علت غائی کائنات ہیں " اس کا صحیح مفہوم کیا ہے؟ تو اس کا صاف اور سادہ ومتبادر مطلب یہ ہے کہ خدائے حکیم نے مطلب بالا (اپنی عبادت) کے لئے دراصل تو سرکار محمد وآل محمد کو خلق فرمایا ہے پھر محض اس لئے کہ ان کو تنہائی میں وحشت، گھبراہٹ اور اکتاہٹ محسوس نہ ہو ان کے طفیل اور ان کی دلجوئی کی خاطر دوسرے انسانوں کو پیدا فرمایا۔ نتیجۂ کلام یہ کہ تمام انسانوں کی اصل غرض وغایت خلقت عبادت خدا ہے مگر اس مقصد اقصیٰ کے لئے مقصود بالذات سرکار محمد وآل محمد علیہم السلام ہیں اور مقصود بالتبع اور طفیلی دوسرے انسان ہیں —— چنانچہ سرکار علامہ مجلسی علیہ الرحمہ نے اس مفہوم کی اپنے رسالہ " لیلیہ اعتقادیہ " میں صراحت کرتے ہوئے لکھا ہے " فھم المقصودون فی ایجاد عالم الوجود " یہی ذوات مقدسہ اس عالم وجود کے ایجاد سے —— اصل مقصود ہیں۔ اور یہی مفاد اس مشہور حدیث قدسی کا ہے جس میں وارد ہے " لولاک لما خلقت الافلاک " اے میرا حبیب! اگر تجھے پیدا نہ کرتا تو کچھ بھی پیدا نہ کرتا " اور یہی مفہوم ہے حدیث کساء میں وارد شدہ جملہ " لاجلکم " یعنی

زمین و آسمان اور جو کچھ ان کے اندر ہے تمہاری وجہ سے اور تمہارے سبب سے پیدا کیا گیا ہے" اور یہی مطلب ہے تفویض کی چھٹی قسم کے سلسلہ میں سرکار علامہ مجلسی علیہ الرحمہ کے کلام میں وارد شدہ جملہ "فان اللّٰہ تعالیٰ خلق لہم الارض وما فیھا" کہ خدا نے زمین اور جو کچھ زمین کے اندر ہے وہ انہی ذوات عالیہ کی وجہ سے خلق فرمایا ہے —— اور یہی مقصد ہے علامہ شیخ صدوق علیہ الرحمہ کے رسالہ اعتقادیہ میں وارد شدہ فقرہ "ان اللّٰہ خلق الخلق لہ ولاھلبیتہ" "خداوند عالم نے تمام مخلوق کو جناب رسولؐ خدا اور ان کی اہل بیت کے سبب اور ان کی وجہ سے خلق فرمایا ہے۔ اگر ان کو پیدا نہ کرتا تو کچھ بھی پیدا نہ کرتا" —— اور یہی معنی ہیں حدیث کساء میں وارد شدہ کلام "فی محبۃ ھؤلاء الخمسۃ" کہ "میں نے زمین و آسمان شمس و قمر، بحر و بر صرف ان پنجتن پاکؑ کی محبت میں اور ان کے طفیل میں پیدا کیے ہیں"

پروفیسر صاحب نے جو غلط مفہوم بیان کیا ہے ان کے اس اشتباہ کا منشاء یہ معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے ان احادیث و اقوال میں حرف "لام" کو دیکھا "خلق لہم" اور اپنی کم علمی کی وجہ سے سمجھا کہ "لام" کا مطلب صرف "ملکیت" ہے اگر وہ نحو کی کتابیں پڑھے ہوئے ہوتے یا کسی عالم علوم عربیہ کی طرف رجوع کرتے تو وہ انہیں بتاتے کہ کلام عرب میں لام کئی معنوں میں استعمال ہوتا ہے جن میں سے ایک "لام تعلیلیہ بھی ہے"، چنانچہ نحو کی مشہور و مستند کتاب "مغنی اللبیب عن کتب الاعاریب" مطبوعہ مصر کی جلد اوّل

کے ہیں اپر اس کے پورے پانچ معنی لکھے ہیں۔ ان میں سے نمبر ۱ پر "ملک" والے معنی درج کئے ہیں اور مثال میں آیت مبارکہ "للہ ما فی السمٰوات وما فی الارض" "جو کچھ زمین و آسمان میں ہے سب اللہ کے لئے اور اللہ کی ملکیت ہے" اور چھٹے نمبر پر "علت" والے معنی درج کئے ہیں۔ اس لام کا مقصد کسی کام کی غرض وغایت یعنی کسی کام کی علتِ غائی بیان کرنا ہوتا ہے۔ جیسے "ویوم عقرت للعذاریٰ مطیتی الخ" "کئی دن ایسے ہیں جن میں میں نے باکرہ لڑکیوں کی خاطر اپنی سواریوں کو ذبح کیا ہے" یا "ضربت زیداً للتادیب" "میں نے زید کو مارا ادب سکھانے کی خاطر" اس سے معلوم ہوا کہ "لام" ہمیشہ ملکیت کے معنیٰ میں استعمال نہیں ہوتا بلکہ کبھی علتِ غائی کا معنیٰ بیان کرنے میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ اور ان تمام مذکورہ عبارتوں میں وارشدہ "لام" "تعلیلیہ" ہے (جسے لام اجلیہ بھی کہا جاتا ہے) نہ کہ "لام ملکیہ" ــــ کما لایخفیٰ۔

سوال نمبر ۳۷: حبیب اللہ نے مذکورہ بالا تمام چیزوں کو اور پوری کائنات کو محمد وآلِ محمد علیہم السلام ہی کے استعمال کے لئے ــــ خلق فرمایا ــــ تو کیا ان کو ــــ پوری کائنات پر حقِ تصرف نہیں دیا؟ اگر دیا ہے تو کیا اس کے یہ معنیٰ نہیں کہ انہیں اپنی طرف سے کائنات کا مالک بنا دیا؟

سوال نمبر ۳۸: "اگر کوئی کہے کہ انہیں کائنات پر حق تصرف عطا نہیں فرمایا تو پھر یہ کہنے کی کیا ضرورت اور اسے جتانے کا کیا فائدہ کہ یہ سب کچھ تمہاری محبت میں پیدا کیا"

جواب:۔ ہماری مذکورہ بالا تحقیق سے نہ صرف یہ کہ سوال نمبر ۳۷، ۳۸ کا جواب معلوم ہو گیا بلکہ اس باب میں جو کچھ مؤلف نے تانا بانا بُنا ہے اور ضلالت و گمراہی کا جو جال بچھایا ہے تاکہ لوگوں کو تفویض کے اس جال میں پھنسایا جائے۔ وہ سب باطل ہو کر رہ گیا ہے۔ کیونکہ سابقہ تحقیق سے واضح و عیاں ہو گیا کہ یہاں "لام" ملکیت کے معنیٰ میں نہیں ہے کیونکہ ہر شئی کا مالکِ حقیقی صرف خُدا ہی ہے جو جس طرح چاہتا ہے اپنے ملک میں تصرّف کرتا ہے۔ کل یوم ھو فی شان۔ بلکہ یہ "لام تعلیلیہ" ہے یعنی ہر چیز حضرات محمد و آلِ محمد علیہم السلام کے صدقہ اور طفیل میں پیدا کی گئی ہے باقی رہا حقِ تصرف! تو حسبِ فرمانِ ایزدی جیسے ہر مومن کو "طیبات" کے "لشی طہا و شی دطہا" استعمال کا حق حاصل ہے قل من حرم زینۃ اللہ التی اخرج لعبادہٖ والطیبٰت من الرزق قل ھی للذین آمنو۔ (اے رسول! کہدو کہ کس نے اس زینت کو حرام کیا ہے جو اُس نے اپنے بندوں کی خاطر خلق کی ہے اور پاکیزہ روزی کو کس نے حرام کیا ہے؟) تو سرکار محمد و آلِ محمد علیہم السلام تو ان کو بطریقِ اولیٰ (لشی طہا و شی دطہا) استعمال کر سکتے ہیں اور ان میں تصرّف فرما سکتے ہیں مگر اہلِ عقل ذنکہ جانتے ہیں کہ کسی چیز کو بشرائطِ مقررہ استعمال میں لانا اور تصرّف کرنا اور ہے ——— اور اس کا ملکیت میں داخل ہونا اور ہے ——— اگر بالفرض ہر چیز کو ان ذواتِ مقدسہ کی ملکیت قرار دیا جائے تو اس سے بے شمار خرابیاں لازم آئیں گی جن میں سے بعض یہ ہیں:

الف:۔ اس طرح ہر انسان ان کی ملکیت بن جائے گا۔ پھر آزاد و غلام

میں فرق کیا رہ جائے گا؟ اور یہ تفریق ختم ہو جائے گی چنانچہ سابقہ زمانہ میں کچھ غالی لوگ یہ فاسد عقیدہ رکھتے تھے مگر آئمہ اہل بیت نے بڑے شد و مد کے ساتھ اس کی تردید فرمائی ہے چنانچہ بحار الانوار جلد ۷ ص ۲۴۲ پر محمد بن زید طبری سے مروی ہے کہ میں حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا اور وہاں بنی ہاشم کی ایک جماعت بھی موجود تھی جن میں اسحاق بن عباس بن موسیٰ بھی شامل ہے امام نے اسحاق کو خطاب کر کے فرمایا کہ مجھے اطلاع ملی ہے کہ تم یہ کہتے ہو کہ "ان الناس عبید لنا" کہ تمام لوگ ہمارے غلام ہیں؟ پھر فرمایا "لا وقرابتی من رسول اللّٰہ ما قلتہ قط ولا سمعتہ من احد من آبائی ___ لکنا نقول الناس عبید لنا فی الطاعۃ موالٍ لنا فی الدین" مجھے قسم ہے قرابتِ رسول کی کہ نہ میں نے کبھی یہ بات کہی ہے اور نہ ہی آپ کے آباؤ اجداد کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے ہاں ہم صرف یہ کہتے ہیں کہ لوگ اطاعت کرنے میں ہمارے غلام (یعنی مامور) ہیں اور دین میں ہمارے موالی (دوست) حاضرین غائبین تک یہ بات پہنچا دیں)

ب:۔ اِس طرح اور کوئی شخص کسی چیز از قسم مال و منال اور گھر بار کا مالک و مختار نہیں رہے گا اور نہ کوئی کسی چیز میں تصرف کر سکے گا اور اس طرح زکوٰۃ و خمس اور میراث کے تمام فقہی احکام معطل اور بے کار محض ہو کر رہ جائیں گے ___ کیونکہ جب کوئی شخص کسی چیز کا مالک ہی نہیں تو زکوٰۃ و خمس کون دے گا اور میراث کون چھوڑے گا؟

ج:۔ اس طرح نکاح و طلاق کی باگ ڈور انہی ذواتِ مقدسہ کے ہاتھ میں ہوتی

پڑے گی کیونکہ اِس صورت میں نہ کوئی ولی رہے گا اور نہ کوئی صاحبِ اختیار
اور یوں نکاح وطلاق کے جملہ احکام مہمل اور بے معنی چیزیں بن کررہ جائیں گے۔
د:۔ اس طرح ہر شخص کی شخصی آزادی ختم ہو جائے گی اور وہ مجبور محض ہو کر
رہ جائے گا اور کائنات کی ہر چیز پر کسی بھی موجودہ مالک وقابض کی اجازت
کے بغیر ان ذواتِ عالیہ کو خرید و فروخت، ہبہ و عطیہ وغیرہ کا حق حاصل ہو
جائے گا ـــــــــ ؟
ھ:۔ اس طرح زکوٰۃ وخمس کے احکام (کہ زکوٰۃ عام فقرا و مساکین کا مال ہے
اور خمس رسولؐ اور آلِ رسول کا حق ہے) ایک دفترِ بے معنیٰ ہو کر رہ جائیں گے
اور یہ تفریق کہ "نبی و امام کا مال صرف "خمس انفال"، اور صفایا (جو اشیاء
مالِ غنیمت تقسیم کرتے میں نبی و امام پسند فرمائیں) ہے اور دوسرا مال دوسرے
لوگوں کا" ایک بے معنی چیز قرار پائے گی ـــــــ کیونکہ اِس طرح تو
تمام اشیاء اور پوری کائنات اِن ذواتِ مقدسہ کی ملکیت بن جائے گی۔
و:۔ اِس طرح کوئی شخص نہ کچھ خرید و فروخت کر سکے گا اور نہ ہبہ و وقف
کر سکے گا نیز اِس طرح بیع وشرا، ہبہ وعطیہ اور وقف وغیرہ کے فقہی ابواب
ختم ہو کر رہ جائیں گے کیونکہ جب اصل مالک سرکار محمد وآلِ محمد علیہم السلام ہیں
تو اور کون یہ تصرفات کر سکتا ہے۔
ز:۔ اس طرح سوائے ان لوگوں کے جن کو نبی و امام مذکورہ بالا اشیاء میں
تصرف کی اجازت دے دیں باقی تمام لوگوں کو غاصب ماننا پڑے گا۔
حالانکہ بعض احادیث میں مخالفین کو غاصب کہا گیا ہے تو صرف اِس وجہ

ہے کہ وہ خمس ادا نہیں کرتے۔ ورنہ یوں فرماتے کہ اس نے غاصب بن کر ساری جائیداد ہماری ہے جس پر ان کا قبضہ ہے ــــــ سیدۂ عالم نے بھی صرف اپنے عظیم باپ کی وراثت کی ملکیت کا دعویٰ کیا تھا نہ کہ ساری کائنات کا ــــــ اگر ساری کائنات کے مالک و مختار خود ہوتے تو یہودیوں کے باغوں میں مزدوریاں کیوں کرتے؟؟

اب اہلِ انصاف فرمائیں کہ ان حقائق کو دیکھا جائے یا مؤلف[61] کی تارِ عنکبوت سے بھی زیادہ کمزور دنیا سی مثال کو دیکھا جائے؟

سوال نمبر ۳۹:- اگر مندرجہ بالا باتیں درست ہیں تو آپ نے یہ امورِ تکوینیہ اور غیر تکوینیہ کی تفریق کر کے حضرات محمد و آلِ محمد علیہم السلام کے تصرفات و اختیارات کو صرف امورِ شرعیہ تک محدود ثابت کرنے کی اتنی طولانی جد و جہد[62] کیوں فرمائی؟

جواب:- مذکورہ بالا تحقیقی بیان سے ثابت ہو گیا کہ آپ کی بیان کردہ تاویلیں غلط ہیں اور یقیناً غلط ہیں اور امورِ تکوینیہ و غیر تکوینیہ کی تفریق قرآن اور خود سرکار محمد و آلِ محمد علیہم السلام کے فرمان سے ثابت ہے جس کے قطعی اور ناقابلِ ردّ ثبوت "اسی طویل جد و جہد" کے اندر مذکور ہیں جن کو آپ نے چھونے کی بھی زحمت گوارا نہیں فرمائی ــــــ اور نہ ہی یہ آپ کے بس کا روگ ہے۔ جواب لکھنے کا شوق دامن گیر تھا تو لطف جب تھا کہ اصول الشریعہ کے تمام دلائل و براہین کو ایک ایک کر کے ذکر کرتے اور پھر اپنا جواب پیش کرتے۔ تاکہ لوگوں کو معلوم ہو سکتا کہ آپ کتنے پانی میں ہیں اور آپ کا علمی و تحقیقی مقام کیا ہے؟ اور آپ کی افادیت کیا ہے؟

مگر آپ کا تو مقصد ہی یہ ہوگا کہ شہیدوں میں نام درج کرانا ہے تو پھر سوائے
تیا سی تانا، بانا بننے کے اور آپ کو کچھ کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے

ع بدنام اگر ہوں گے تو کیا نام نہ ہوگا

سوال نمبر ۱۸:۔ یہ ہم شیعہ امامیہ اثنا عشریہ اس اعتبار سے تفویض کو ہرگز نہیں مانتے
کہ (معاذ اللہ) پروردگار نے محمد و آلِ محمد علیہم السلام کو خلق فرما کر باقی تمام کائنات
کے پیدا کرنے، رزق دینے، اور انہیں مارنے جلانے کا کام انہیں معصومینؑ
کے سپرد کر دیا، اور خود معطل یا بے کار ہو کر بیٹھ گیا ـــــــ اس طرح
ہم تفویض کو ان معنیٰ میں بھی باطل جانتے ہیں کہ (معاذ اللہ) پروردگارِ عالم
اپنی مخلوقات میں خلق و رزق، مارنا جلانا اور اسی طرح کے دوسرے کام محمد و
آلِ محمد علیہم السلام کے ارادے سے یعنی ـــــــ ان کا تابع ہو کر یا ان کو
اپنا شریک، مشیر یا وزیر بنا کر کرتا ہے ـــــــ لیکن اس بات
کے قائل ہیں کہ پروردگار نے ساری کائنات کو محمد و آلِ محمد علیہم السلام کے
لئے خلق فرمایا ہے ـــ لہذا کائنات کی ہر چیز پر ان معصومینؑ کو حقِ تصرف
عطا کیا گیا ہے اور ہر چیز کو ان کا تابع فرمان بنایا ہے اس طرح یہ جو
چاہیں سو کر سکتے ہیں۔ الخ۔ ص ۶۲

جواب :۔ دو قسم کی تفویض کا باطل ہونا تو خود آپ نے تسلیم کر لیا ہے۔ باقی رہی وہ
تیسری قسم جو آپ نے صحیح تجویز و تسلیم کی ہے چونکہ اس کی بنیاد اس
عقیدہ پر قائم ہے کہ ان ذواتِ مقدسہ کے "علتِ غائی" ہونے کا مطلب
یہ ہے کہ خدا نے ہر چیز اُن کے لئے پیدا کی ہے اور وہ ہر چیز کے مالک ہیں،

ہم نے اوپر اس معنیٰ کا بطلان قرآن اور آلِ رسولؐ کے فرمان کی روشنی میں ثابت کر دیا ہے تو اس سے تفویض کی تیسری قسم خود بخود باطل ہو گئی۔ علاوہ بریں بحث صرف کر سکنے کی نہیں بلکہ بطور ڈیوٹی ان امور (خلق و رزق وغیرہ) کو انجام دینے کی ہے۔ جیسا کہ اصول الشریعہ کے ناظرین پر یہ حقیقت پوشیدہ نہیں ہے۔

سوال نمبر ۱۳:- آپ نے اپنی کتاب اصول الشریعہ کے صفحہ ۱۵۱ پر علامہ مجلسی علیہ الرحمہ کی جو عبارت نقل فرمائی ہے کیا اسی عبارت میں ہمارا یہ عقیدہ مذکور نہیں ہے؟

دیکھیئے جناب مجلسیؒ نے خطبۃ البیان اور اس کے مثل دوسری روایات کے لیے صحت کا امکان تحریر فرمایا ہے "و مع انہ یمکن حملھا علی ان المراد بھا کونھم علۃً غائیۃً لایجاد جمیع المکونات و انہ جعلھم مطاعاً فی الارضین والسموات و یطیعھم باذن اللہ کل شئی الخ"۔۔۔ "و اسی کے ساتھ یہ بھی ممکن ہے کہ ان (خطبۃ البیان جیسی) روایات کو اس بات پر محمول کیا جائے کہ ان سے محمد و آلِ محمد علیہم السلام کا تمام کائنات کی پیدائش کے لئے علتِ غائی ۔۔۔ ہونا مراد ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان معصومین کو زمینوں اور آسمانوں میں فرماں روا بنایا ہے اور اللہ کے اذن سے ہر چیز ان کی اطاعت کرتی ہے یہاں تک کہ جمادات بھی ۔۔۔ پس اگر یہ کسی امر کو چاہیں تو اللہ ان کی مشیت کو رد نہیں کرتا۔ لیکن یہ نہیں چاہتے مگر وہ جو اللہ چاہتا ہے"۔ اب فرمایئے کیا تفویض کی ممنوعہ شکلوں کو باطل قرار دینے کے باوجود حضرات محمد و آلِ محمد علیہم السلام کا باذن اللہ

مالک و مختارِ کائنات ہونا ثابت نہیں ہوتا؛ ص۶۴

جواب:۔ سرکار علامہ مجلسیؒ کے طویل کلام میں سے (جسے تمامہ اصول الشریعہ میں نقل کیا گیا ہے) آپ نے جو ٹکڑا نقل کیا ہے۔ اس میں آپ کے باطل عقیدہ کا کہیں نام و نشان بھی مذکور نہیں ہے ـــــ بات صرف اس قدر ہے کہ سرکار موصوف نے خلق و رزق وغیرہ اُمورِ تکوینیہ میں تفویض کا بطلان واضح و عیاں کرتے وقت ایک سوال مقدّر کے جواب کی طرف اشارہ کیا ہے۔

یہاں سوال یہ پیدا ہو سکتا تھا کہ جناب علامہ! آپ تو یہ فرما رہے ہیں کہ خلق و رزق میں تفویض باطل ہے۔ یعنی آئمہ علیہم السلام نہ پیدا کرتے ہیں۔ نہ روزی دیتے ہیں اور نہ مارتے و جلاتے ہیں، مگر خطبۃ البیان (جو جناب امیرؑ کی طرف منسوب ہے۔ میں مذکور ہے کہ آپ نے فرمایا زمین و آسمان کا پیدا کرنے والا میں ہوں۔ رحمِ مادر میں بچوں کی تصویر کشی کرنے والا میں ہوں، روزی دینے والا میں ہوں، بارش برسانے والا میں ہوں وغیرہ وغیرہ) سے تو تفویض ثابت ہوتی ہے تو سرکارِ علامہؒ نے اس کے دو جواب دیئے ہیں۔ پہلا جواب یہ ہے (جسے تحقیقِ حق کے دعویدار نے ذکر نہیں کیا) کہ "اما خطبۃ البیان و اشباھھا فلم توجد الا فی کتب الغلاۃ"، کہ یہ خطبۃ البیان یا اس جیسے خطبے و روایات صرف غالیوں کی کتابوں میں پائے جاتے ہیں (یعنی ہم شیعانِ حیدرِ کرّار کی کتابوں میں کہیں ان کا نام و نشان نہیں ہے) لہٰذا اس سے تفویض کی صحت پر استدلال نہیں کیا جا سکتا۔

اور دوسرا جواب یہ تھا جسے مؤلف نے نقل کیا ہے کہ بنا بر تسلیم

(فرضِ محال محال نباشد) ان کی اس بات تاویل کی جا سکتی ہے کہ چونکہ سرکار محمد وآلِ محمد علیہم السلام علتِ غائی کائنات ہیں یعنی انہی کی خاطر خدا نے یہ کائنات پیدا فرمائی ہے اور زمین و آسمان میں ان حضرات کو مسخر قرار دیا ہے۔ ہر چیز ان کی اطاعت کرتی ہے اور یہ اس قدر مقرب بارگاہ ہیں کہ جب خدا سے کچھ طلب کرتے ہیں تو خدا ان کے مطالبہ و مشیت کو مسترد نہیں کرتا لہٰذا ممکن ہے کہ ان فقروں کا مطلب یہ ہو کہ چونکہ خدا نے زمین و آسمان وغیرہ تمام اشیاء میرے طفیل اور میرے صدقہ میں پیدا کئے ہیں تو گویا میں نے انہیں پیدا کیا) اب بتائیے اس کلام میں آپ کی مفروضہ تفویض کا تذکرہ کہاں ہے؟ اور زمین و آسمان میں معصومین کو فرماں روا بنایا، کن الفاظ کا ترجمہ ہے؟ اور ان کو مالک و مختار بنایا کس جملہ کا مفہوم ہے؟ بلکہ اس سے تو ہمارے سرکار علامہ مدظلہ کے عقیدۂ صحیحہ کی تائید مزید ہوتی ہے کہ امورِ تکوینیہ میں یہ خالق اکبر کی بارگاہ میں سوال و سفارش کرتے ہیں اور خالق ان کی مشیت و سفارش کو رد نہیں کرتا۔

ان فی ذالک لایۃً لقوم یعقلون

سوال نمبر ۳۴:۔۔۔۔۔ یہ سوال ص۶۴ سے لے کر ص۷۰ تک پورے سات صفحات پر پھیلا ہوا ہے جس کا لب لباب صرف یہ ہے کہ اگر سرکار محمد وآلِ محمدؐ کو کائنات کا مالک و مختار اور اس پر ان کی حکومت و اقتدار تسلیم نہ کیا جائے تو اُس وقت تک نہ تو ان کے اور ان مخالفین کے درمیان کوئی فرق رہ جاتا ہے اور نہ ان کی امامت ثابت کی جا سکتی ہے۔ دونوں بظاہر ایک سطح پر معلوم ہوتے ہیں۔ کیونکہ بہت سے لوگ دوسرے لوگوں کو نظامِ شریعت کا

سربراہ مانتے ہیں۔ حقیقت کا فیصلہ تو قیامت کو ہوگا کہ کس گروہ کی سربراہی درست تھی اور کس کی غلط؟ اور بالآخر تان اس بات پر آکر توڑی ہے کہ "جناب محترم! جب تک آپ محمد وآلِ محمد علیہم السلام کو مافوق البشر نہ تسلیم کریں گے تب تک آپ کا شیعہ ہونا ثابت نہیں ہوسکتا"۔ خلاصہ از ص ۶۷ تا ص ۷۲۔

جواب:۔ ؎ اس سادگی پہ کون نہ مر جائے اے خدا
لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں

اس کا ایک مطلب تو یہ نکلا کہ جب تک آئمہ اہل بیتؑ کو مافوق البشر اور کائنات کا مالک ومختار بالفاظ دیگر ان کو خالق ورازق وغیرہ تسلیم نہ کیا جائے اُس وقت تک نہ ان کی امامت کے دوسرے دعویداروں سے سطح بلند ہوسکتی ہے اور نہ ہی ان کی امامت ثابت ہوسکتی ہے ——— دوسرا یہ کہ "تحقیق حق" کے دعویدار کو ابھی تک یہ یقین نہیں کہ کس گروہ کی سربراہی درست ہے اسی لئے صحیح فیصلہ کے لئے قیامت کا انتظار فرما رہے ہیں ع

بریں عقل ودانش بباید گریست!

ہم اس سلسلہ میں پہلی گزارش تو یہ کرتے ہیں کہ اگر یہودی یہ کہہ دیں کہ خدا نے ساری کائنات جناب عزیر کے لئے خلق فرمائی ہے اس لئے وہ مالک ومختارِ کائنات ہیں اور عیسائی یہ کہیں کہ خدا نے تمام اشیا جناب عیسیٰؑ کے لئے پیدا کی ہیں لہذا وہ مدبر ومتصرف فی الکائنات ہیں اور بعض اسلامی فرقے یہ کہیں کہ خدا نے یہ سب کچھ پیرانِ پیر کے لئے خلق فرمایا ہے اس لئے

خالق ورازق، محی ومُمیت اور کارخانۂ قدرت کے مالک ومختار وہ ہیں تو اب ہمارے محقق عصر آئمہ اہل بیتؑ کی سطح کو ان لوگوں کی سطح سے کس طرح بلند کریں گے؟ کیونکہ بقول ان کے اس بات کا فیصلہ تو آخرت میں ہوگا کہ کس کی مالکیت ومختاری درست ہے اور کس کی غلط؟ اور دوسری گزارش یہ کریں گے کہ ابتدائے اسلام سے لے کر آج تک علماء شیعہ نے امامت آئمہ اہل بیتؑ پر جو سینکڑوں بلکہ ہزاروں کی تعداد میں کتابیں لکھی ہیں آیا کسی ایک شیعہ عالم نے امامت اہل بیتؑ ثابت کرنے کے لئے یہ دلیل بھی پیش کی کہ وہ اس لئے امام ہیں کہ وہ مافوق البشر ہیں؟ یا اس لئے ان کی امامت برحق ہے کہ وہ کائنات کے مالک ومختار ہیں اور خالق ورازق ہیں؟ ھاتوا برھانکم۔ اور تیسری گذارش یہ ہے کہ آیا آئمہ اہل بیتؑ کی امامت کی حقانیت اور دوسروں کے بالمقابل ان کی سطح کی بلندی ثابت کرنے کے لئے یہ بات کافی نہیں ہے کہ

(الف) وہ معصوم ہیں دوسرے گنہگار؟ (ب) یہ اعلم ہیں دوسرے غیر اعلم۔؟ (ج) یہ منصوص ہیں اور دوسروں کے متعلق نص نہیں ہے (د) یہ اشجع ہیں یعنی سب سے بڑے بہادر دوسرے غیر اشجع ——— الغرض یہ بزرگوار ہر لحاظ سے دوسروں سے افضل ہیں اور دوسرے مفضول۔ اور یہ عقلی مسلمہ ہے کہ افضل کی موجودگی میں مفضول کو حکومت کا کوئی حق حاصل نہیں ہے! کیا ہمیشہ سے ہمارے علماء شیعہ نے اسی صحیح طریقہ سے آئمہ اہل بیتؑ کی افضلیت اور خلافت وامامت ثابت نہیں کی ہے؟ اور اسی طریقہ سے ان کی سطح کی

بلندی واضح نہیں کی ؟ کیا اسی طرح سرکار علامہ مدظلہ نے اثبات الامامت جیسی لاجواب کتاب نہیں لکھی ۔ ؟ ——— باقی مؤلف نے یہاں جو یہ غیر متعلق بات چھیڑی ہے کہ جب تک بقول ان کے مدظلہ مولانا آئمہ کو مافوق البشر تسلیم نہیں کریں گے ان کی شیعیت ثابت نہیں ہو گی ۔"— تو عرض یہ ہے کہ سرکار علامہ مدظلہ کی شیعیت محتاج ثبوت نہیں ہے کیونکہ

آفتاب آمد دلیلِ آفتاب

دنیا جانتی ہے کہ وہ نہ صرف ایک جیّد عالم و فاضل و مجتہد ہیں بلکہ وہ شیعہ گر بھی ہیں ۔ اور مذہبِ شیعہ کی تائید و تسدید میں آج تک ان کی کئی کتابیں جیسے تجلیاتِ صداقت ۔ اثبات الامامت اور تنزیہہ الامامیہ وغیرہ لاجواب پڑی ہیں ——— اور نہ ہی قرآن اور آئمہ ع کے فرمان اور علماءِ اعلام کے کلام میں کہیں یہ مذکور ہے کہ کسی شخص کے شیعہ ہونے کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ آئمہ اہل بیت کو مافوق البشر تسلیم کرے ——— بلکہ وہاں تو صرف یہ مذکور ہے کہ جو شخص پیغمبرِ خاتمؐ کے بعد دوسرے مدعیانِ خلافت کو چھوڑ کر صرف علیؑ و اولادِ علیؑ کی امامتِ حقّہ کا قائل ہو وہ شیعہ ہوتا ہے —بس البتہ ہم تحقیقِ حق کے دعویدار کی خدمت میں گزارش کریں گے کہ جب تک انبیاء و مرسلینؑ اور آئمہ طاہرینؑ کے مافوق البشر ہونے کے باطل عقیدہ سے توبۃ النصوح نہیں کریں گے اس وقت تک آپ کا اسلام ثابت نہیں ہو گا ۔ کیونکہ جب خدا نے قرآن میں اور انبیاء و آئمہ ع نے اپنے فرمان میں اپنا نوعی نام بشر و انسان ہونا تسلیم کیا ہے — انی خالق بشراً من طین ———

قل انما انا بشر مثلکم ——— قالت لھم رسلھم ان نحن الا بشر مثلکم ——— وغیرہ وغیرہ تو بایں ہمہ ان کو مافوق البشر کہنا خدا ورسولؐ کو جھٹلانے کے برابر ہے (معاذ اللہ) اور کھلم کھلا غلو ہے اور غالیوں کے لئے اسلام کے دائرہ میں کوئی گنجائش نہیں ہے۔ چنانچہ پیغمبر اسلام فرماتے ہیں ''صنفان من امتی لا نصیب لھما فی الاسلام الغلاۃ والقدریہ'' دو گروہ ایسے ہیں جن کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں۔ ایک غالی۔ دوسرے قدریہ (بحار الانوار جلد ۷ صـ۳۲۹) ——— نیز آنحضرت نے فرمایا ''الغالی فی النار'' غالی جہنم میں جائے گا (بحار جلد ۷ صـ۳۳۸ طبع تبریز) اور نہ ہی آئمہ اہل بیتؑ غالی کو قبول کرنے کے لئے تیار ہیں چنانچہ صادقِ آلِ محمدؐ فرماتے ہیں ''الینا یرجع الغالی فلا نقبلہ و بنا یلحق المقصر فنقبلہ'' غالی ہماری طرف رجوع کرتا ہے مگر ہم اُسے قبول نہیں کرتے لیکن جب مقصر ہم سے ملنا چاہے تو ہم اُسے قبول کر لیتے ہیں (بحار جلد ۷ صـ۳۳۸)

اسی لئے عالمِ ربانی فاضل مامقانی نے لکھا ہے کہ ''اجمع العلماء علی کفر الغالی'' یعنی غالیوں کے کفر پر سب علماء و فقہا کا اتفاق ہے (رجال مامقانی جلد ۳ صـ۲۶)

(نوٹ) بقلم خود ''محققِ عصر'' نے سرکار علامہ مدظلہ پر تقریر و تحریر میں تضاد کا غلط الزام لگاتے ہوئے بالکل سفید جھوٹ بولا ہے کہ انہوں نے سرکار موصوف کی کوئی ایسی تقریر سُنی ہے جس میں انہوں نے ''امام معصوم

کا ما فوق البشر ہونا اور اُمورِ کائنات پر متصرف ہونا بیان کیا تھا، ہم اس جگہ آیتِ معلومہ کی تلاوت پر اکتفا کرتے ہیں اور واضح کرتے ہیں کہ سرکار علاّمہ مدظلہٗ جو کچھ لکھتے ہیں وہی پڑھتے ہیں۔ تقریر و تحریر میں تضاد ثابت کرنے والے کو مُنہ مانگا انعام پیش کیا جائے گا۔ ہے کوئی انعام کا طلب گار؟ سرکار علاّمہ کے علمی و عملی، تقریری و تحریری کمالات کے دیکھنے کے لئے دیدۂ بینا درکار ہے

ع دیدۂ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے؟

سوال نمبر ۴۱:۔ "کیا یہ حقیقت نہیں کہ آپ نے علاّمہ مجلسیؒ کی جو عبارت مسئلۂ تفویض کے بارے میں اصول الشریعہ کے ص ۱۵۶ پر نقل فرمائی ہے خود اس سے ہمارے عقیدہ کی تائید ہوتی ہے"

دیکھئے علاّمہ مجلسی علیہ الرحمہ تفویض کی چھٹی قسم بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں "السادس التفویض فی الاعطاء والمنع فان اللہ تعالیٰ خلق لھم الارض وما فیھا وجعل لھم الانفال والخمس والصفایا وغیرھا فلھم علیہم السلام ان یعطوا من شاؤا وان یمنعوا من شاؤا وھذا المعنی حق یظھر من کثیر من الاخبار" عبارت مذکور کا صحیح با محاورہ اور لفظی ترجمہ یہ ہے "تفویض کی چھٹی قسم دینے یا نہ دینے کے (معاملات) کا ان حضرات کے سپرد ہونا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ساری زمین اور جو کچھ بھی اس میں ہے سب کو انہی حضرات کے لئے خلق فرمایا ہے اور ان حضرات کے لئے انفال، خمس اور صفایا وغیرہ کو بھی قرار دیا ہے۔ پس ان (معصومینؑ)

کے لئے یہ (حق) ہے کہ وہ جس کو چاہیں دیں اور جس کو چاہیں منع کر دیں
اور تفویض کا یہ معنیٰ بھی حق ہے جو بہت سی احادیث سے ظاہر ہوتا ہے۔
راقم الحروف عربی جاننے والے تمام افراد سے درخواست کرتا ہے کہ وہ انصاف
کے ساتھ اگر موقع مل جائے تو اِس ترجمے کو بھی پڑھیں جو مولانا محمد حسین صاحب
نے (ص۱۵۶) پر اس عبارت کا کیا ہے۔ اور ہمارے ترجمے کو بھی
انہیں خود معلوم ہو جائے گا کہ ناجائز تصرف کے ذریعے اصل مطلب کو چھپانے
کی کوشش کس نے کی ہے؟ ________ علامہ مجلسیؒ کی
مذکورہ عبارت سے واضح طور پر ثابت ہے کہ ان معصومینؑ کے لئے ارض و
سما کی خلقت کا مطلب یہی ہے کہ انہیں ان تمام چیزوں پر تصرّف و اقتدار
حاصل ہے اور خدا کی طرف سے یہ ساری کائنات کے مالک و حاکم ہیں جسے
چاہیں عطا کریں جسے چاہیں نہ دیں ________ علامہ کی عبارت
میں انفال، خمس اور صفایا کا تذکرہ صرف مثال کے طور پر آیا ہے۔ اِس
کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ زمین و مافیہا سے بس یہی چیزیں ان
معصومینؑ کو دی گئی ہیں ________ اگر ایسا ہوتا تو ان حضرات کے
لئے زمین و مافیہا کے خلق ہونے کا ذکر کیوں ہوتا ________ ص۲۷.

جواب:۔ اس سوال کی بنیاد اسی غلط فہمی پر قائم ہے کہ "خلق لهم الارض وما فيها"
میں جو "لام" ہے وہ "ملکیت" والا ہے۔ حالانکہ حقیقت یہ کہ یہ "لام"
جو یہاں موجود ہے "لام تعلیلیہ" ہے یعنی خدا تعالیٰ نے "زمین اور جو کچھ
اِس کے اندر ہے وہ سرکار محمد و آلِ محمد علیہم السلام کی وجہ سے پیدا کیا گیا ہے

اور جو لام "وجعل لھم الانفال والخمس والصفایا" میں موجود ہے وہ "لام مِلک" ہے کہ خدا نے انفال و خمس اور صفایا وغیرہ کو اِن ذواتِ مقدسہ کی ملکیت قرار دیا ہے اور یہ بات محتاجِ وضاحت نہیں کہ ہر شخص کو اپنی مملوکہ چیز کے عطاء و منع کا کلی اختیار حاصل ہے لہٰذا تفویض کی چھٹی قسم میں (جو صحیح ہے) عطاء و منع کا (کہ جس کو چاہیں عطا کریں اور جس کو چاہیں عطا نہ کریں) تعلق اسی انفال و خمس اور صفایا وغیرہ کے ساتھ ہے اس پس منظر میں سرکار علامہ مدظلہ کے ترجمہ پر نظرِ غائر ڈالیں جو انہوں نے سرکار مجلسیؒ کی اِس عبارت کا اصول الشریعہ صفحہ ۱۵۶ طبع دوم میں کیا ہے "تفویض کی چھٹی قسم یہ کہ ان بزرگواروں کو عطاء و بخشش کرنے میں اختیار ہے کیونکہ زمین و مافیہا کی خلقت کا سبب و علتِ غائی یہی بزرگوار ہیں یعنی خدا نے ساری کائنات انہی کی خاطر پیدا کی ہے اور پھر اِس (زمین و مافیہا) میں سے انفال، خمس اور صفایا (مالِ غنیمت میں سے جو عمدہ چیز نبی و امام منتخب کر لیں" وغیرہ ان کے لئے مقرر فرمائے ہیں لہٰذا ان کو حق حاصل ہے کہ جسے جس قدر چاہیں عطا کریں اور جسے چاہئیں کچھ نہ دیں۔ اس معنٰی کے اعتبار سے تفویض کی صحت بکثرت اخبار سے ظاہر ہوتی ہے" ——— پروفیسر صاحب کی جرأت قابلِ داد ہے کہ وہ اِس عبارت کے غلط معنٰی کر کے اِس پر اتراتے ہیں اور دوسروں کو ترجمہ میں تصرف کرنے کا طعنہ بھی دیتے ہیں اور مزید براں جسارت ملاحظہ ہو کہ عربی دانوں کو موازنہ کی دعوت دیتے ہیں۔ یا للعجب

ع دامن کو ذرا دیکھ ذرا بندِ قبا دیکھ ——— !

سوال نمبر۲۴ ۔ مسئلۂ تفویض میں کیا شیعہ امامیہ کا یہ عقیدہ معقول اور معتدل نہیں
ہے کہ ''پروردگار عالم نے ساری کائنات کو محمد و آلِ محمد علیہم السلام کے لئے پیدا
کیا جس کا مطلب یہ ہے کہ خالق عالم نے اپنی طرف سے محمد و آلِ محمد علیہم السلام
کو ساری کائنات پر برتری، فرمانروائی اور مکمل حاکمیت عطا فرمائی ہے
______ لہذا وہ اللہ کا دیا ہوا اقتدارِ اعلیٰ رکھتے ہیں اور
جملہ امور پر خواہ تکوینیہ ہوں یا غیر تکوینیہ اللہ کا دیا ہوا حقِ تصرف رکھتے
ہیں ______ اور انہی خصوصیات کی وجہ سے وہ تمام
دوسرے خلائق پر فضیلت و امتیاز رکھتے ہیں ______ (ص۳۷)

جواب:۔ یہ عقیدہ کلمۃ حق یراد بہا الباطل کی بدترین مثال ہے یعنی یہ عقیدہ
''سرکار محمد و آلِ محمد علیہم السلام علتِ غائی ممکنات ہیں'' خوشنما الفاظ پر مبنی ہے
مگر ان الفاظ کا مفہوم غلط لیا جاتا ہے۔ جب ہم نے سوال نمبر۲ کے جواب میں
ان حضرات معصومینؑ کے علتِ غائی ہونے کا صحیح مفہوم واضح کر دیا ہے
تو اس کے بعد اس عقیدہ کی کمزوری بلکہ اس کا بطلان روزِ روشن کی طرح واضح و
آشکار ہو جاتا ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ ساری مخلوقات سے برتر،
شرعاً فرماں روا ہیں یعنی لوگوں پر حکومت کرنا انہی کا حق ہے مگر یہ الگ موضوع
ہے۔ ایسے امور تکوینیہ (پیدا کرنے، روزی دینے، مارنے اور جلانے)
سے کیا تعلق ہے؟ ان کی برتری کا راز ان کی عصمت و طہارت اور ان کے
علم و فضل و کمال میں مضمر ہے ایسے امور تکوینیہ پر اقتدار سے کیا واسطہ؟ بہر کیف
ان ذواتِ عالیہ کے علتِ غائی ممکنات ہونے کا صحیح مفہوم سمجھ لینے کے

بعد اس قسم کے غلط نظریات کا بطلان کسی دلیل کا محتاج نہیں رہتا ـــــ علامہ حلیؒ نے ارشاداتِ معصومینؑ کی روشنی میں واضح کر دیا ہے کہ کائناتِ ارضی و سماوی میں سے تین چیزیں خالق نے ان کی ملکیت قرار دی ہیں خمس[1]، انفال[2] (جس میں کانیں، غیر آباد زمینیں، جنگلات اور جس چیز کا کوئی مالک نہ ہو وغیرہ) اور صفایا[3] (مالِ غنیمت میں سے قبل از تقسیم جو چیز پسند فرمائیں)

سوال نمبر ۴۵:۔ ـــــ خطبۂ پیغمبر بروزِ غدیر اور حدیثِ غدیر سے تو سارے مسلمان واقف ہیں ـــــ اس حدیث میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت علیؑ کی ولایتِ مطلقہ کا اعلان کرنے سے پہلے تمام حاضرین سے ـــــ بطرزِ استفہام ایک اقرار کروایا ـــــ ـــــ "الست اولی بکم من انفسکم" کیا میں تم سب پر تمہارے اپنے نفوس سے زیادہ حقِ تصرف نہیں رکھنے والا ہوں، سب نے یک زبان ہو کر کہا "بلی یا رسول اللہ" یقیناً آپ ایسے ہی ہیں ـــــ اس کے بعد ہادیٔ عالم نے فرمایا "من کنت مولاہ فعلی مولاہ" جس کسی کا میں مولا ہوں اس کے علیؑ بھی مولا ہیں" جنابِ مولانا! کیا تمام شیعہ کے نزدیک اس حدیثِ پیغمبر میں لفظِ مولا کے معنی اولی بالتصرف نہیں ہیں؟ ـــــ ـــــ کیا دوسری مخلوقات کے کمتر ہونے کی وجہ سے تمام دوسری مخلوقات پر بھی امیر المومنینؑ کا اولی بالتصرف ہونا ثابت نہیں ہوتا؟ کیا یہ اولی بالتصرف ہونا صرف مسائلِ حلال و حرام ہی تک محدود ہے؟ کیا اس اولی بالتصرف ہونے میں اللہ و رسول کی طرف سے امورِ تکوینیہ و غیر تکوینیہ وغیرہ کی کوئی تفریق کی

گئی ہے اگر نہیں تو آپ کی طرف سے یہ تفریق کیوں ہے؟ ۔ مست

جواب:۔ یہ انقلاب روزگار کا شاہکار نہیں تو اور کیا ہے کہ جس علامہ صاحب مدظلہ نے اپنی شہرۂ آفاق کتاب اثبات الامامت میں پورے دس صفحات پر حدیث غدیر کے متعلق اور اس کی صحت و دلالت پر خلافت مطلقہ جناب امیرؑ پر بحث کی ہے ۔ چھ صفحات میں مولا کو بمعنیٰ اولیٰ بالتصرف ثابت کیا ہے اور مخالفین کے قلم توڑ دیئے ہیں ۔ آج شیفتہ صاحب انہیں اس حدیث کی صحت اور اولیٰ بالتصرف کے معنی سمجھا رہے ہیں ۔

ع انقلابات ہیں زمانے کے

حضور والا یہ درست ہے کہ یہ حدیث صحیح بھی ہے اور اس میں وارد شدہ لفظ "مولا" کا معنیٰ اولیٰ بالتصرف بھی ہے ۔ مگر اسے آپ کے فاسد دعویٰ کے ساتھ کیا تعلق ہے ؟ اس کا صاف و سلیس اور سادہ مفہوم نبی و ولی کی حکومت عادلہ کا ثابت کرنا ہے و بس ۔ یعنی یہ کہ جناب رسول خدا بنص قرآن (النبی اولی بالمومنین من انفسھم) ہمارے دین و دنیا کے حاکم ہیں اور ان کے بعد یہ منصب منجانب اللہ جناب امیرالمومنینؑ کو عطا کیا گیا ہے ــــــــ مگر اس کا یہ مطلب تو ہرگز نہیں (اور نہ ہی آج تک کسی ذمہ دار شیعہ عالم نے یہ بیان کیا ہے) کہ وہ خالق و رازق اور محی و ممیت ہیں ۔ بلکہ مطلب صرف یہ ہے کہ دین کے معاملہ میں حلال و حرام خداوندی کا بیان ــــ تشریح حقائق و احکام انہی کا کام ہے اور دنیا کے معاملہ میں جو ایک عادل بادشاہ کا مقام و کام ہوتا ہے ۔ وہی ان کا کام ہے

(تفصیل کے لئے دیکھئے اصول الشریعہ صـ ۱۸۴ طبع دوم) اور بموجب آیت "و اولی الامر" وغیرہ ان امور میں تمام اہلِ ایمان پر ان کی اطاعت واجب ولازم ہے۔ الغرض جن امور میں نبی اولیٰ بالتصرّف ہیں۔ انہی میں جنابِ امیرؑ بھی اولیٰ بالتصرّف ہیں ظاہر ہے کہ جنابِ رسولؐ خدا کو انہی امور میں یہ اولویت بالتصرف حاصل ہے۔ جن میں اہلِ ایمان کو حقِ تصرّف حاصل ہے مگر آپ اس معاملہ میں دیگر اہلِ ایمان سے اولیٰ ہیں

واضح رہے کہ جب عام اہلِ ایمان کو خلق و رزق اور موت و حیات وغیرہ امورِ تکوینیہ میں کوئی دخل نہیں (کیونکہ یہ امور خالقِ کائنات سے متعلق ہیں) تو نبی و ولی کو بھی ان اُمور میں کوئی حقِ تصرّف نہیں ہوگا۔ ہاں البتہ ان حضرات علیہم السلام کو ان امور میں بارگاہِ ربوبیت میں شفاعت وشفاعت وسفارش کرنے کا منصبِ جلیل حاصل ہے جس کی مناسب سمجھتے ہیں یہ سفارش فرماتے ہیں مگر اللہ کی بارگاہ میں سفارش کرنا اور ہے اور براہِ راست تصرّف کرنا اور؟ لہٰذا یہ کہنا کہ جب ان کو انسان پر حق تصرّف ہے تو دوسری مخلوقات پر بوجہ کمتر ہونے کے حقِ تصرّف ہوگا یہ بناءُ الفاسد علی الفاسد کی بدترین مثال ہے اور محض ابلیسی قیاس ہے۔ جس کی کوئی عقلی ومذہبی بنیاد واساس نہیں ہے کیا ان کے انسان پر حقِ تصرّف کا یہ مطلب ہے کہ وہ انسان کے خالق و رازق اور محی و ممیت ہیں؟ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

سوال نمبر ۶۴ :- جناب مولانا! آپ نے مسئلۂ تفویض کے باب میں خلق و رزق وغیرہ کی انجام دہی کے سلسلہ میں احسن الفوائد طبع اوّل ۴۴۵ پر یہ جملہ تحریر فرمایا ہے ور آئمۂ اطہار تو اشرف الخلائق ہیں خدا چاہے تو ایک مچھر سے بھی یہ کام لے سکتا ہے" ——— ہم اس معاملہ میں صرف یہ پوچھنا چاہتے ہیں کہ آپ کا یہ جملہ ——— بالکل ایسا ہی نہیں جیسا آپ کے ایک ساتھی کے بارے میں سنا گیا ہے کہ کہیں پر انہوں نے یہ فتویٰ صادر فرمایا تھا کہ وہ خدا چاہے تو یزید کو بھی بخشش دے ——— یا جیسے اشاعرہ کہتے ہیں ور خدا چاہے تو مومنِ مخلص کو جہنم میں ڈال دے اور کافر و مشرک کو جنت میں جگہ دیدے مقصد یہ ہے کہ کیا آپ عدلِ باری تعالیٰ کے قائل نہیں ہیں؟ ——— کیا متکلمینِ اسلام نے عدل کی ضد ظلم کی یہی تعریف نہیں کی ہے کہ وہ وضع الشئی فی غیر محلہٖ" یعنی ظلم نام ہے کسی چیز کو اس کے مناسب مقام سے ہٹا کر غیر مناسب مقام پر رکھنا۔ اگر ظلم کی یہی تعریف ہے ——— تو کیا ایک مچھر سے (جب تک کہ وہ مچھر ہے) تدبیرِ عالم اور امورِ تکوینیہ کی انجام دہی کا کام لینا ظلم نہیں ہوگا۔ اور اللہ ظالم نہیں ہے۔ پس قدرتِ خدا کا غلط سہارا لے کر اللہ کے بنائے ہوئے قانون کو نہیں توڑا جا سکتا؟ ——— پس ہم وثوق کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ پروردگار قادر و توانا اپنی لامحدود قدرت کے باوجود نہ کسی مچھر کو مدبرِ عالم بنا سکتا ہے۔ اور نہ یزید کو معاف کر سکتا ہے، نہ مومنِ مخلص کو جہنم میں ڈال سکتا ہے۔

جواب :- کس قدر سطحی ہے یہ ایراد؟ ایسے ہی اعتراضات کو "اعتراض برائے اعتراض" کہا جاتا ہے اصل بات یہ ہے کہ معترض نے ایسے رکیک اور بودے ایرادات کر کے اپنی عقل و علمیت کا بھانڈا پھوڑ دیا ہے۔

سرکار علامہ مدظلہ جیسی عظیم شخصیت سے دریافت کرنا کہ "کیا آپ عدل خداوندی کے قائل نہیں ہیں" اور پھر ان کے سامنے ظلم کی تعریف کرنا بدترین قسم کی جسارت ہے۔ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ انہوں نے احسن الفوائد میں بیسیوں صفحات پر پھیلا کر اس مطلب کو ثابت کیا ہے اور کیا آپ کو یہ بھی معلوم نہیں کہ گذشتہ سے پیوستہ سال جب انہوں نے آپ کی "مجلس آل عبا" کے دو جلسوں میں بعض دوستوں کے اصرار پر شرکت فرمائی تھی تو دونوں جلسوں میں انہوں نے علمی مقالے پڑھے تھے ان کے پہلے مقالے کا عنوان تھا "عدل اصول دین میں داخل کیوں ہے؟ اس موضوع پر انہوں نے ایک پُر مغز مقالہ پڑھا تھا جو بعد میں المبلغ سرگودھا کے خصوصی نمبر میں شائع ہوا تھا۔ سرکار علامہ مدظلہ عدل کے قائل بھی ہیں اور اس کی ضد "ظلم" کے معنیٰ بھی جانتے ہیں۔ مگر ان کے اس جملہ "کہ خدا چاہے تو ایک مچھر سے بھی یہ کام لے سکتا ہے" میں عدل خداوندی کے خلاف بات کیا ہے؟ یا اسے اشاعرہ کے اس فاسد عقیدہ کے ساتھ کہ "خدا چاہے تو مومن مخلص کو جہنم میں ڈال دے" سے کیا تعلق ہے؟ ایسا کرنا تو یقیناً ظلم صریح ہے۔ مگر مذکورہ بالا جملہ میں کیا قباحت ہے؟ اس طرح تحقیق حق کے دعویدار نے اس سلسلہ میں سرکار علامہ مدظلہ کے جس ساتھی کا جو جملہ نقل کیا ہے یہ کذب صریح ہے اور اس ساتھی پر سراسر ظلم ہے (لعنۃ اللہ علی الظالمین)

دراصل یہ لوگ اِس عالم جلیل کی عبارت کا مطلب ہی نہیں سمجھے

ع۔ چوں ندیدند رہِ حقیقت افسانہ زدند

البتہ یہ کہنا کہ "خدا نہ مچھر کو مدبرِ عالم بنا سکتا ہے اور نہ ......" یہ بالکل مجبرہ والا فاسد عقیدہ ہے جو کہتے ہیں کہ خدا فعلِ قبیح کر ہی نہیں سکتا۔ مگر اہلِ حق کا عقیدہ یہ ہے کہ وہ باوجود قدرت رکھنے کے ایسا کرتا نہیں ہے۔ ظاہر ہے کہ بوجہ قباحت کسی کام کا نہ کرنا اور ہے اور اُسے نہ کر سکنا اور ہے (اِس سلسلہ میں شرح تجرید وغیرہ کتبِ کلامیہ دیکھی جا سکتی ہیں) اگر پروفیسر صاحب کی نگاہ کوتاہ بین میں مچھر سے یہ کام لینا ظلم ہے کہ اس کی استطاعت سے خارج ہے تو وہ سورۂ فیل کے واقعہ کے متعلق کیا ارشاد فرماتے ہیں کہ ابابیل سے جب تک کہ وہ ابابیل ہے ابرہہ کے ہاتھیوں والے لشکرِ جرار کا مقابلہ کرانا اِس سے بڑا ظلم نہیں ہے؟ کیا یہ بات ابابیل کی استطاعت سے بالاتر نہیں ہے؟ اور اگر یہ ظلم نہیں بلکہ خداوندِ عالم کی قدرتِ کاملہ کا اظہار ہے تو مچھر سے تدبیرِ عالم کا کام لینا بھی خالقِ اکبر کی قدرتِ مطلقہ کا شاہکار ہے۔ نیز جناب مفتی صاحب (جو معمولی پروفیسر سے ترقی کر کے اب مفتی کے اعلیٰ مقام تک پہنچ گئے ہیں) امام محمد باقر علیہ السلام پر کیا فتویٰ صادر فرماتے ہیں۔ جن سے ایک آدمی نے سوال کیا کہ فلاں آدمی یہ کہتا ہے کہ آپ دریائے دجلہ کے پانی کی مقدار جانتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کیا خدا اس بات پر قادر ہے کہ یہ علم مچھر کو عطا کر دے؟ سائل نے کہا ہاں بے شک وہ اس بات پر قادر ہے! فرمایا میرا مقام اللہ کی نگاہ میں نہ صرف مچھر سے بلکہ بہت سی مخلوق سے بہت بلند ہے، (تو پھر اگر وہ مجھے یہ علم عطا کر دے تو تمہیں کیا اعتراض ہے؟) ملاحظہ ہو (مدینۃ المعاجز

صـ۵ طبع ایران) امام کے اِس فرمان سے روزِ روشن کی طرح واضح وعیاں ہے کہ خدا
مچھر کے مچھر ہوتے ہوئے بھی اسے دریائے دجلہ کے پانی کی مقدار بتانے پر قادر
ہے تو اس سے نظامِ عالم چلوانے پر کیوں قادر نہیں ہے؟ پروفیسر صاحب کو معلوم
ہونا چاہیئے کہ معجزہ کہتے ہی اس امر کو ہیں جو نیچر اور عام قانونِ قدرت اور مجرائے طبعی
کے خلاف ہو ــــــــ مگر محالِ عقلی نہ ہو ــــــــ لہذا جب
تک آپ اللہ کے بنائے ہوئے قانون کو توڑنے کے جواز کے قائل نہیں ہوں گے
اُس وقت تک انبیاء و آئمہؑ کے معجزات کا اقرار کر ہی نہیں سکتے ورنہ نیچروں
کی طرح تمام معجزات کی طفلانہ تاویلات کرنا پڑیں گی ــــــــ

نوٹ :- پروفیسر صاحب نے ادبی ڈینگ مارتے ہوئے سرکار علامہ مدظلہ پر
مرزا غالب کا یہ مصرعہ ع۔ پھر یہ ہنگامہ اے خدا کیا ہے ــــــــ کے غلط
لکھنے پر جو سطحی ایراد کیا ہے۔ تو ہم نے سرکار موصوف کی طرف رجوع کیا انہوں نے
فرمایا۔ کہ اصل عبارت یوں تھی "معلوم" ع۔ پھر یہ ہنگامہ اے خدا کیا ہے؟
جو کتابت کی غلطی سے پھر پہلے درج ہو گیا اور کیا کا کیوں بن گیا

ع۔ اتنی سی بات تھی جسے افسانہ کر دیا

بہر حال پروفیسر صاحب کے بیانات سے واضح ہو گیا کہ جس
قسم کی تفویض کے وہ قائل ہیں اس کے جواز میں قرآن و حدیث سے کوئی ثبوت
ان کے پاس نہیں ہے سوائے چند عقلی ڈھکوسلوں کے ــــــــ عقائد کی
بنیاد آیاتِ محکمہ اور روایاتِ متواترہ صریحہ پر ہوتی ہے نہ خیالی تانوں بانوں پر۔

گر نیاید بگوشِ حقیقت کس   بر رسولاں بلاغ باشد و بس

چوتھا باب

(استمداد یعنی مدد مانگنا)

سرکار علامہ مدظلہ نے اصول الشریعہ کے اِس چوتھے باب میں قرآنِ حکیم و حدیثِ معصومینؑ اور عقلِ سلیم کی روشنی میں یہ ثابت کیا ہے کہ گو عام عادی امور میں سے جو نیکی کے کام ہیں ان میں ایک دوسرے کی امداد و اعانت کرنا بہت بڑی نیکی اور عبادت ہے اور جو برائی کے کام ہیں ان میں تعاون کرنا گناہ و معصیت میں داخل ہے۔ ہاں البتہ وہ امور جن پر کوئی مخلوق من حیث المخلوق قادر نہیں ہے جیسے موت، حیات، خلق، رزق وغیرہ امور تکوینیہ ان میں اللہ کے سوا اور کسی سے بھی مدد مانگنا جائز نہیں ہے۔ ہاں البتہ ان امور میں سرکار محمد وآلِ محمد علیہم السلام سے توسل حاصل کرنا اور طلب شفاعت کرنا درست ہے کیونکہ بارگاہِ خداوندی میں وہ ہمارے دین و دنیا کے وسیلہ و شفیع ہیں۔

ع۔ چوں احمدم شفیع بود روزِ رستخیز
گر این تن بلاکشِ من پُر گناہ باش

اب اس عقیدہِ صحیحہ کے متعلق پروفیسر صاحب کے اٹھائے گئے سوالات کے جوابات پیش کئے جاتے ہیں۔

سوال نمبر ۴۷:۔ آپ اپنی کتاب اصول الشریعہ میں چوتھے باب کو شروع کرتے ہی صـ۲۲۷ پر تحریر فرماتے ہیں ”تیسرے باب میں عقلی و نقلی دلائلِ قاطعہ و براہینِ ساطعہ سے ثابت کر دیا گیا کہ خلق و رزق، امامت و احیاء وغیرہ امورِ تکوینیہ خدا نے انبیاء و آئمہ کے سپرد نہیں فرمائے تو یہ حقیقت الم نشرح ہو جاتی ہے کہ ان امور میں اِن ذواتِ مقدسہ سے مدد مانگنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا“، لیکن ہم نے گذشتہ باب میں یہ بات بخوبی واضح کر دی ہے کہ شیعہ اخبار و احادیث کی بنا پر اللہ جل شانہٗ نے جملہ کائنات کو حضرات محمد و آلِ محمد علیہم السلام کے لئے خلق فرمایا ہے جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ اللہ جل شانہٗ نے جملہ کائنات پر حضرات محمد و آلِ محمد علیہم السلام کو تصرف و اختیار اور حکومت و اقتدار عطا فرمایا ہے ——— لہذا خلق و رزق اور امامت و احیا کی طرح کے امورِ تکوینیہ یا غیر تکوینیہ جملہ امور پر ان بندگانِ خاص کو اللہ کا دیا ہوا تصرف و اختیار اور غلبہ و اقتدار حاصل ہے!

——— پس ان تمام امور میں ان ذواتِ مقدسہ سے مدد مانگنا درست ہو سکتا ہے نہ کہ خود ساختہ اور بے اختیار سہاروں سے ——— صـ۸۱

جواب:۔ ہم نے اپنے اس جوابی رسالہ ”——— توثیقِ حق ———“ کے تیسرے باب میں ناقابل انکار حقائق کی روشنی میں ثابت کر دیا ہے کہ سرکار محمد و آلِ محمد علیہم السلام کے علت غائیِ کائنات ہونے کا جو مطلب آپ نے بیان کیا ہے وہ غلط محض ہے اور اسی جگہ اس کا صحیح مفہوم بھی واضح و عیاں کر دیا ہے تو اس مطلب کے اثبات کے ساتھ ساتھ آپ کے بیان کردہ نتائج و ثمرات

بھی ھباءً منثوراً ہو جاتے ہیں جو آپ نے اِن خطابات پر تالیف کئے تھے

(اس کے بعد سرکار علامہ مد ظلہ، کا وہ ارشاد جسے آپ نے ہدفِ تنقید بنایا بے

بے غبار ہو جاتا ہے کہ جب خداوندِ عالم نے خلق و رزق، امامت و احیاء

وغیرہ امورِ تکمیلیہ اِن ذواتِ مقدسہ کے سپرد کئے ہی نہیں تو پھر ان امور

میں ان سے مدد مانگنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

یہی وجہ ہے کہ پورے قرآن اور پورے دفترِ حدیث میں خداوندِ عالم

کی ذات کے سوا اور کسی بھی نبی و امام یا کسی اور بزرگ سے دعا مانگنے کا

جواز ثابت نہیں ہے علاوہ بریں دعا نہ صرف عبادت ہے بلکہ مخِ

عبادت ہے،، اور ظاہر ہے کہ عبادت سوائے خدا کے اور کسی کی روا نہیں

ہے ـــــــ اسی لئے قرآن و حدیث میں جا بجا خدا سے دعا مانگنے

کا حکم دیا گیا ہے اگر بقولِ پروفیسر صاحب "ان سے مدد مانگنے میں کیا حرج

ہے،، تو پھر ان کی عبادت کرنے میں کیا جرم ہے؟ علاوہ بریں ہم کہتے ہیں

کہ اگر ان سے مدد مانگنے میں کوئی جرم نہیں تو خود مقامِ عمل میں ان سے دعا

میں خود مدد کیوں نہیں مانگتے ـــــــ مقامِ عمل میں یوں کیوں دعا کرتے

ہیں "اور پروردگار عالم سے بحقِ محمد و آلِ محمد علیہم السلام پُر خلوص دعا کرتے ہیں

کہ وہ ہم سب کو اعترافِ حق کی توفیق عطا فرماتا رہے،، (تحقیقِ حق صـ۱۸۳)

صاف صاف یوں کیوں نہیں کہتے کہ "ہم محمد و آلِ محمد علیہم السلام سے پُر خلوص

دعا کرتے ہیں کہ وہ ہم سب کو اعترافِ حق کی توفیق عطا فرماتے رہیں،، کیا یہ

ہاتھی کے دانت کھانے کے اور دکھانے کے اور والی بات نہیں ہے؟

ے بفگن پردہ تا معلوم گردد
کہ یاراں دیگرے را می پرستند،

سوال نمبر ۴۸ :۔ جناب مولانا! دیکھئے پروردگارِ عالم نے حضرت سلیمان بن داؤد علیہ السلام کو ان کی درخواست پر زمین و ہوا اور ان میں رہنے والی چیزوں پر حکومت عطا فرمائی تو ساتھ ہی یہ کہہ دیا کہ یہ ہماری عطا ہے چاہو تو اسے اپنے پاس رکھو اور ــــــــــ چاہو تو کسی کو بخش دو ــــــــــ قال رب اغفرلی وھب لی ملکاً ــــــــــ واضح ہو کہ لغت اور تفسیرِ اہلِ بیتؑ دونوں سے ثابت ہے کہ لفظِ ملک سے مراد "حق تصرف و حقِ طاعت" ــــــــــ از روئے قرآن و احادیثِ اہلِ بیتؑ حضرت سلیمانؑ کو جو ملک عطا فرمایا گیا تھا اس کے مقابلے میں محمد و آلِ محمد علیہم السلام کو جو عظیم الشان ملک عطا فرمایا وہ اتنا عظیم ہے کہ خود خالقِ کائنات نے اس کو "ملکِ عظیم" کہہ کر ذکر فرمایا ــــــــــ ام یحسدون الناس علی ما آتاھم اللّٰہ من فضلہ ــــــــــ وآتیناھم ملکاً عظیماً ــــــــــ اس آیت کی تفسیر میں اہلِ بیتِ عصمت نے فرمایا "نحن واللّٰہ الناس المحسدون" خدا کی قسم وہ لوگ جن سے حسد کیا جاتا ہے وہ ہم ہی ہیں" ــــــــــ اور ملکِ عظیم کی تفسیر میں فرمایا "ھی الخلافۃ بعد النبوۃ وھم الائمۃ" یعنی ملکِ عظیم وہ خلافت ہے جو نبوت کے بعد معصومینؑ کو ملتی ہے ــــــــــ مزید تشریح یہ کہ ملکِ عظیم سے مراد "الطاعۃ المفروضۃ" ــــــــــ آیتِ مذکورہ

اور اس کی صحیح تفسیر سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اللہ جل شانہٗ نے حضرات محمد و آلِ محمد علیہم السلام کو ملکِ عظیم عطا کر کے ساری کائنات پر انہیں حکومت عطا فرمائی ہے اور یقیناً بے حساب عطا فرمائی ہے ——— لہٰذا ان کا ساری کائنات پر تصرّف و اقتدار قرآن و حدیث اہلِ بیتؑ سے ثابت ہے اور کائنات میں تمام امور داخل ہیں خواہ وہ تکوینیہ ہوں یا غیر تکوینیہ۔ پس ان بندگانِ خاص سے مدد مانگنا جائز اور قطعاً جائز ہے ——— درحقیقت ان سے مدد مانگنا خدائے وحدہٗ لاشریک سے ہی مدد مانگنا ہے کیونکہ ان بندگانِ خاص کو جو تصرّف و اقتدار ہے وہ مالکِ حقیقی ہی کا دیا ہوا ہے ——— ان سے مدد مانگنا دراصل ان کے لئے مقامِ وسیلہ و شفاعت پر فائز ہونے کا اقرار کرنا ہے ——— ص۸۵

جواب:- اس قسم کے استدلالات پر شاعر کا یہ شعر صادق آتا ہے ؎

کہیں کی اینٹ کہیں کا روڑا ——— بھان متی نے کنبہ جوڑا

خدا نے جناب سلیمانؑ کو ملک عطا کیا، آلِ محمد علیہم السلام کو ملکِ عظیم، حضرت فرمایا اس ملکِ عظیم سے مراد خلافت، اس کی مزید تشریح ہے "الطاعۃ المفروضۃ" یہ سب تسلیم، سب لائقِ تکریم، مگر اس تمام صغریٰ و کبریٰ ملانے سے یہ نتیجہ کس طرح برآمد ہوا کہ یہ ذواتِ مقدسہ خالق و رازق اور محی و ممیت ہیں لہٰذا ان سے مدد مانگنا جائز ہے؟؟ کیا جو خلیفہ ہو جس کی اطاعتِ مطلقہ واجب ہو وہ خالق و رازق بھی ہوتا ہے؟ یہ کہاں سے کس لفظ سے ثابت ہے؟ اور جب تک دلائلِ قاطعہ سے ثابت نہ کیا جائے کہ خداوندِ قدیر

نے خلق ورزق اور موت وحیات کا محکمہ ان ذواتِ مقدسہ کے سپرد کر دیا ہے اس وقت تک ان امور میں براہِ راست ان سے مدد مانگنے کا جواز ثابت نہیں ہو سکتا! یہ بھی خوب کہی کہ وہ ان سے مدد مانگنا دراصل ان کے مقام وسیلہ وشفاعت پر فائز ہونے کا اقرار کرنا ہے،، کیا وسیلہ کا یہی مفہوم ہے کہ اُسی سے حاجت روائی کی درخواست کی جائے اور مشکلات ومصائب میں اُسی کو پکارا جائے؟ اگر یہی مقام وسیلہ ہے تو پھر مرکز کا کام ومقام کیا ہے؟ جس تک رسائی کے لئے اِس وسیلہ کی ضرورت ہے؟ حضرت! وسیلہ کا صاف وسلیس مفہوم تو یہ ہے کہ اِس کا واسطہ دے کر خدا سے دعا اور مدد مانگی جائے جس طرح کہ غیر شعوری طور پر خود در تحقیقِ حق،، کے مولف نے صـ ۱۸۳ پر دعا کی ہے در پروردگار عالم سے بحق محمد وآلِ محمد علیہم السلام پُر خلوص دعا کرتے ہیں کہ وہ ہم سب کو اعترافِ حق کی توفیق عطا فرماتا رہے اور اِس صراطِ مستقیم پر ہمیشہ ثابت قدم رکھے جو مسلک ومذہب محمد وآلِ محمد علیہم السلام ہے،،

ع۔ لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا

سوال نمبر ۴۹:۔ کیا آپ پیغمبر آخر الزمان کو "سرورِ کائنات" نہیں مانتے؟ اگر مانتے ہیں تو اس لقب کے کیا معنی ہیں؟ کیا سرورِ کائنات ساری کائنات کے سیّد و سردار اور اللہ کے بنائے ہوئے مالک ومختار نہیں ہیں؟ اگر یہی تو اس سے مدد مانگنا ناجائز کیسے ہو سکتا ہے؟ ____ جب آنحضرتؐ سرورِ کائنات ہیں تو ان کے صحیح جانشین آئمہ معصومینؑ کو بھی یہی رتبہ حاصل ہے! صـ ۸۵

جواب:۔ اسے کہتے ہیں " کلمۃ حق یراد بہا الباطل " یعنی کلام تو برحق ہے مگر اس سے مراد باطل لی جا رہی ہے۔ سرورِ کائنات کا مطلب ہے کائنات کا سید و سردار اور حاکم ـــــــ اب یہ کس نے کہا ہے کہ جو منجانب اللہ عالم کا حاکم ہے وہ خالق و رازق بھی ہے اور اس سے خلق و رزق طلب کرنا جائز ہے۔ ان کے دین و دنیا کے حاکم ہونے کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ اگر دنیوی حاکمِ جور کے پنجۂ ظلم و جور سے آزاد ہوں تو دینی معارف و حقائق کی نشر و اشاعت، مسائلِ حلال و حرام کا بیان، شریعت کی حفاظت و حراست کرنا، عادلانہ حکومت کا قیام، اسلامی سرحدوں کی حفاظت، شرعی حدود و تعزیرات کا اجراء، مستحقین کی دیکھ بھال، ظالم کو ظلم سے روکنا اور مظلوم کی داد رسی کرنا وغیرہ ان کے ذمہ ہے۔ بس، بات بالکل صاف ہے کہ اگر پروفیسر صاحب یا ان کے کسی اور ہم پیالہ و ہم نوالہ میں ہمت ہے تو قرآن مجید کی کوئی آیت یا سرکار محمد و آلِ محمد علیہم السلام کی کوئی مستند روایت پیش کریں جس میں اُن مذکورہ امور میں ان ذواتِ مقدسہ سے براہِ راست مدد مانگنے اور ان کو پکارنے کا حکم دیا گیا ہو اور اگر وہ ایسا نہیں کر سکتے (اور ہرگز نہیں کر سکتے) تو پھر ان کو معلوم ہونا چاہیئے کہ ایسی دور از کار تاویلات و مذبوحی حرکات سے یہ عظیم مقصد ہرگز حاصل نہیں ہو سکتا۔

سوال نمبر ۵:۔ وہ شیعہ اثنا عشریہ جو پابندی کے ساتھ نماز ادا کرتے ہیں ـــــــ اشھد ان لا الٰہ الا اللہ کا بار بار اعلان کرتے

ہیں ــــــــــ کیا ان کے بارے میں کوئی یہ سوچ بھی سکتا ہے کہ وہ یا محمدؐ، یا علیؑ، یا حسینؑ، یا عباسؑ وغیرہ کے نعرے لگاتے وقت ــــــــــ یا مصائب و آلام میں ان برگزیدہ ہستیوں کو پکارتے وقت معاذ اللہ غیر اللہ کو پکارتے ہیں ــــــــــ ــــ ہم جب اپنے آقاؤں کو پکارتے ہیں تو ان سے مدد مانگنے کا صرف مطلب یہی اور صرف یہی ہوتا ہے کہ ہم اُنہیں اپنے اور خالق کے درمیان وسیلہ مانتے ہیں ــــــ دیکھئے ہمارے شاعر نے کہا ہے۔

ع اللہ کی طرف سے ہیں مشکل کشا علیؑ

ہیں جملہ کائنات کے حاجت روا علیؑ ص۸۷

جواب:۔ اگر یہ مفروضہ درست ہے کہ مصائب و آلام کے وقت ان برگزیدہ ہستیوں کو پکارنا غیر اللہ کو پکارنا نہیں بلکہ اللہ کو پکارنے کے مترادف ہے تو ان برگزیدہ ہستیوں کی عبادت اور پوجا پاٹ بھی شروع کر دیں کیونکہ اس مفروضہ کی بنا پر یہ غیر اللہ کی عبادت نہیں ہے کیا پروفیسر صاحب اس بات پر آمادہ ہیں؟ ہم کئی بار اس بات کا تکرار کر چکے ہیں کہ وسیلہ کا مطلب صرف یہ ہے کہ ان کا واسطہ دے کر خدا سے دعا و پکار کی جائے یا اگر براہِ راست وسیلہ سے خطاب بھی کیا جائے تو اس بات کی صراحت کی جائے کہ وہ خدا کی بارگاہ میں سفارش کر کے ہمارے یہ کام انجام دلوا دیں ــــــ جیسا کہ دعائے توسل وغیرہ میں اس کی وضاحت موجود ہے ــــــ آپ کا جاہل شاعر تو یہ کہتا ہے

کہ ساری کائنات کے حاجت روا علی ہیں۔ مگر خدا یہ فرماتا ہے کہ حاجت روا
صرف خدا ہے "امن یجیب المضطر اذا دعاہ ویکشف السوء" اللہ کے سوا
کون ہے جو مضطر کی دعا و پکار پر لبیک کہے اور اس کی تکلیف دور کرے؟
اور خود جناب حیدر کرار کا بھی یہی ارشادِ گرامی ہے کہ اللہ کے سوا کوئی
حاجت روا نہیں ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں "فاللہ اللہ ان تشکوا الی من
لا یشکی شجوکم ولا ینقض برأیہ ما قد ابرم لکم" - اللہ سے ڈرو کہ اپنی
شکایتیں ایسے شخص (امام) کی خدمت میں پیش کرو جو تمہاری شکایت کے
اضطراب کو دور نہیں کر سکتا اور نہ ہی اپنی رائے سے محکم و مضبوط احکام
کو توڑ سکتا ہے" (نہج البلاغہ جلد ۱ ص ۲۰۱ طبع مصر)

نیرنگئ روزگار ملاحظہ ہو۔ کہ ہم قرآن مجید کی آیات اور سرکار محمد و آلِ محمد
علیہم السلام کی معتبر و مستند روایات پیش کرتے ہیں اور اس کے مقابلہ میں
"محققِ عصر" صاحب کی طرف سے جاہل شعراء کا کلام پیش کیا جاتا ہے یا للعجب

ع خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حسنِ کرشمہ ساز کرے

سوال نمبر ۱۵:۔ جناب مولانا! آپ نے اس باب کے شروع میں ہی محل نزاع کے
متعلق گفتگو کرتے ہوئے لکھا ہے "با ہمی امداد و نصرت کے جواز میں کوئی
کلام ہی نہیں جو کچھ اختلاف ہے وہ انبیاء و آئمہ سے ان امور کے بارے
میں مدد و نصرت طلب کرنے کے جواز یا عدم جواز میں ہے جو انسانی قدرت و
دسترس سے بالا ہیں جیسے پیدا کرنا، مارنا، جلانا، رزق دینا اور بیماروں کو

شفا دینا وغیرہ امورِ تکوینیہ جن پر تیسرے باب میں مکمل بحث کی جاچکی ہے ـــــــــــ آپ کے اِس بیان پر ہم نہایت افسوس کے ساتھ یہ تبصرہ کرتے ہیں کہ آپ کے پیشِ نظر صرف یہ مقصد معلوم ہوتا ہے کہ کسی طرح حضرات محمد وآلِ محمد علیہم السلام کو بھی عام انسانوں کی سطح پر ثابت کر دیں اور ان کی ان خصوصیات کی در پردہ نفی کر دیں جو انہیں خالقِ کائنات کی طرف سے حاصل ہیں ـــــــــــ جناب والا آپ کا ان ذواتِ سے صرف توسل وشفاعت کو جائز سمجھنا یا تو ان حضرات کے ناقابلِ احصا فضائل ومراتب سے ناواقفیت کا اظہار ہے یا خدا جانے کیا ہے؟ کیونکہ توسل وطلبِ شفاعت تو عام مومنین سے بھی جائز ہے، کسی مومن سے یہ کہنا کہ ہمارے لئے یہ دعا کرو توسل نہیں تو اور کیا ہے ـــــــــــ کیا آپ انبیاء وآئمہؑ بالخصوص محمد وآلِ محمد علیہم السلام کو اسی سطح پر سمجھتے ہیں؟ ـــــــــــ اللہ جل شانہٗ ان ذواتِ قدسیہ کی کسی بات کو ردّ نہیں کرتا لہٰذا ہم کبھی ان کا واسطہ دے کر اللہ سے مانگتے ہیں اور کبھی جذبۂ محبّت میں انہی سے مانگ کر در حقیقت خدا سے مانگتے ہیں ـــــــــــ کیا مسئلہ استمداد میں یہی عقیدہ شیعہ کا نہیں ہے؟ ص ۹۲

جواب :۔ سرکار علاّمہ مدظلہٗ نے محل نزاع کے تعین کے سلسلہ میں جو فاضلانہ اور علمی گفتگو کی ہے اس پر آپ نے جو جاہلانہ اور معاندانہ تبصرہ کیا ہے اس پر جس قدر افسوس کا اظہار کیا جائے وہ کم ہے۔ سرکار علاّمہ مدظلہٗ اصول الشریعہ کے

کئی مقامات پر اس بات کا اظہار کرچکے ہیں کہ وہ سرکار محمد و آل محمد علیہم السلام کے قرآن و حدیث سے ثابت شدہ فضائل و کمالات کے انکار کو نہ صرف عدم ایمان بلکہ کفر کی علامت سمجھتے ہیں۔ ہاں فرضی اور من گھڑت مناقب کے اقرار کو وہ جزءِ ایمان نہیں مانتے بلکہ بے ایمانی کی علامت مانتے ہیں اگرچہ یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ سرکار محمد و آل محمد علیہم السلام نوعِ انسانی کے اشرف و اکمل افراد ہیں (جیسے ہم پہلے باب میں بطریقِ احسن ثابت کرچکے ہیں) تاہم اگر تحقیقِ حق کے دعویدار کو ان ذواتِ قدسیہ کو صرف انسان کہنے سے چڑ ہے۔ تو ہم عنوان بدل کر یوں کہہ سکتے ہیں کہ وہ امور جن پر کوئی مخلوق من حیث المخلوق قادر نہیں ہے جیسے موت، حیات، خلق و رزق وغیرہ ان امور میں اللہ کے سوا اور کسی سے براہِ راست مدد مانگنا جائز نہیں ہے،، ظاہر ہے کہ یہ وہ امور ہیں جن پر کوئی بھی انسان، جن یا ملک مقرب یا اور کوئی مخلوق قادر نہیں ہے۔ امن خلق السموات والارض؟ بھلا آسمان و زمین کو کس نے پیدا کیا ہے؟ قل اللہ خالق کل شیٔ۔ کہدو کہ ہر چیز کا خالق خدا ہے ______ ومن یرزقکم من السماء والارض؟ اور کون ہے جو تم کو آسمان و زمین سے روزی دیتا ہے؟ فابتغوا عند اللہ الرزق (پ س ع) اللہ کے ہاں رزق تلاش کرو۔ جب یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ یہ امور خالق کے قبضۂ قدرت میں ہیں تو پھر ان کے حصول کے لئے اللہ کے سوا کسی ہستی کو پکارنے اور اُس سے مدد مانگنے کا مقصد کیا ہے؟ شیفتہ صاحب کے کلام سے یہ بھی عیاں ہوتا ہے کہ جب وہ ان ذواتِ قدسیہ

کا واسطہ دے کر دعا مانگتے ہیں تو یہ شرعِ انور کے تقاضوں کے ماتحت کرتے ہیں۔ اور جب خود انہی حضرات سے مدد مانگتے ہیں تو یہ صرف جذبۂ محبت کا کرشمہ ہے ـــــ ولبس۔ تو ہم گذارش کریں گے کہ محبت کا اظہار شرعِ اطہر کے تقاضوں کے ماتحت ہونا چاہیئے ورنہ یہی جذبۂ محبت کبھی کبھی مخلوق کو خالق یا خالق کا بیٹا کہنے پر بھی آمادہ کر دیتا ہے۔ یہ درست ہے کہ انبیاء و آئمہ کے علاوہ دیگر عباد و زہاد کا توسل بھی جائز ہے مگر فرق اس قدر ہے کہ دیگر عباد و زہاد و صلحاء کی سفارش رد ہو سکتی ہے مگر " اللہ جل شانہٗ ان ذواتِ قدسیہ کی سفارش کو رد نہیں کرتا، ان حقائق سے معلوم ہو گیا کہ مسئلہ استمداد میں عقیدہ شیعہ یہ ہے کہ اِن ذواتِ قدسیہ کے وسیلہ سے خدا سے دعا کی جائے ـــــ یا اِن ذواتِ عالیہ سے شفاعت و سفارش کی استدعا کی جائے۔ ھذا صراط علی مستقیم۔

سوال نمبر ۵۲:۔ جنابِ مولانا! آپ اپنی اسی کتاب کے ص ۲۲۹ سرکار محمد و آلِ محمد علیہم السلام کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں " یہ حقیقت ناقابلِ انکار ہے کہ ان بزرگوار کی اس ظاہری موت سے ان کے تمام آثارِ حیات کا خاتمہ نہیں ہوتا بلکہ بعض آثار کا سلسلہ اس کے بعد بھی برابر جاری رہتا ہے ـــــ اس کے بعد آپ ان حضرات کی حیات بعد الموت صرف اس اعتبار سے تسلیم کرتے ہیں کہ " ان حضرات کا شہید ہونا مسلّم ہے " ـــــ ہمیں اس بیان پر یہ اعتراض ہے کہ پہلی عبارت میں تو آپ گویا ان بزرگوں کی حیات کو تسلیم ہی نہیں کرتے۔ صرف " بعض آثارِ حیات " کو تسلیم کرتے ہیں کیونکہ

بعض آثار کا جاری رہنا خود حیات کا جاری رہنا نہیں ہے ــــــ تیسر
یہ کہ آپ کا یہ بیان مسلّماتِ اسلام کے خلاف ہے۔ ــــــ دنیاوی
زندگی میں موت کے ذریعے اصل زندگی فنا نہیں ہوتی بلکہ حیات کا عنوان بدل
جاتا ہے وبس ــ ــــــ علاوہ بریں کیا آپ محمد و آلِ محمد علیہم السلام
کو اوّل مخلوق تسلیم نہیں کرتے اور اگر تسلیم کرتے ہیں تو جس طرح وہ انسانی تشکل
میں پیدا ہونے سے پہلے بھی موجود تھے ــــــ اسی طرح وہ حیات
دنیوی کے خاتمے کے بعد بھی زندہ و پائندہ ہیں ــــــ آپ محمد و آلِ محمد
علیہم السلام کے لیے وہ حیات تجویز فرماتے ہیں جو شہید راہِ خدا کے لئے ہے
ــــــ لیکن پہلی خرابی تو اس تجویز میں یہ ہے کہ پیغمبرِ اکرم کا شمشیر خارا
یا زہر سے شہید ہونا متفقہ طور پر ثابت نہیں ہے ــــــ اور دوسری
خرابی یہ کہ اس طرح ایک بار پھر آپ محمد و آلِ محمد علیہم السلام کو ان کے اصل مرتبے
سے گھٹا کر عام شہیدانِ راہِ خدا کی صف میں کھڑا کر دیا حالانکہ ان میں ہزاروں
غیر معصوم بھی ہیں ــــــ لہذا آپ کی تحقیق سے ان کی عظمت
کا اظہار نہیں ہوتا ــــــ ص ۹۵

جواب :۔ جس طرح ساون کے اندھے کو ہر چیز سبز نظر آتی ہے۔ ہمارے تحقیقِ حق
کے دعویدار اور دراصل معاندِ حق و حقیقت پروفیسر صاحب کو بھی اصول الشریعہ
میں اعتراض ہی اعتراض نظر آتے ہیں۔ جہاں تک ان کے پہلے اعتراض کا تعلق
ہے اس کا جواب خود اصول الشریعہ میں موجود ہے کہ ظاہری موت سے بعض
آثارِ حیات تو یقیناً منقطع ہو جاتے ہیں۔ جیسے غسلِ میت، نمازِ جنازہ، کفن و دفن

اور تقسیم میراث وغیرہ ظاہر ہے کہ ظاہری زندہ آدمی کے ساتھ ایسا کرنا جائز نہیں ہے ____ کما لا یخفیٰ

لہذا ماننا پڑے گا کہ ان کی ظاہری موت کے بعد بعض آثارِ حیات باقی رہتے ہیں اور یہی امر ان کی حیات کے ثبوت کے لئے کافی ہے ____

____ اسی طرح دوسرا ایراد بھی تارِ عنکبوت سے زیادہ کمزور ہے۔ ہم دریافت کرتے ہیں کہ اگر موت سے دنیوی زندگی کا بالکل خاتمہ نہیں ہوتا اور ہر شخص بدستور زندہ رہتا ہے۔ تو پھر حیاتِ شہداء کی خصوصیت کیا ہے؟ جس کا خالق نے بڑے اہتمام سے تذکرہ فرمایا ہے ____ اور تمام اہلِ اسلام اس کے قائل ہیں ____ باقی رہا تیسرا اعتراض کہ سرکار علاّمہ مدظلہ نے آئمہ اہلبیتؑ کے لئے صرف وہ حیات تجویز کی ہے۔ جو عام شہداء کے لئے ہے۔ تو اس کے متعلق گذارش ہے کہ یہ اعتراض معترض کی کور چشمی کی دلیل ہے۔ ورنہ اصول الشریعہ کے اسی صفحہ پر جس کا حوالہ انہوں نے دیا ہے (یعنی ص ۲۲۹ سطر ۱) پر لکھا ہے "اگر کمالاتِ نبوّت و امامت سے بھی غضِ بصر کر لیا جائے جس کے بارے میں حضرت امیرؑ فرماتے ہیں " انہ یموت من مات منا ولیس بموت" کہ ہمارا مرنے والا فی الحقیقت مرتا نہیں ہے (نہج البلاغہ جلد ۱ ص ۱۵۳ طبع مصر) اس کے بعد لکھا ہے اتنا تو مسلّم ہے کہ ان ذواتِ مقدسہ میں سے کوئی بھی اپنی طبعی موت سے دنیا سے نہیں اٹھا (بلکہ سب نے جامِ شہادت نوش کیا ہے) اس عبارت سے واضح ہے کہ پہلے کمالات وخصوصیات نبوت و امامت کی طرف خاص اشارہ کیا گیا ہے اور بعد ازاں بر سبیلِ تنزّل حیاتِ شہداء کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

اس سے ان کا عام شہدا کی سطح پر ہونا لازم نہیں آتا ـــــــــــــ بلکہ یہ سادات الشہدا ہیں ـــــــــــ نیز اس سلسلہ میں معترض کو جو یہ خرابی نظر آتی ہے کہ جنابِ رسولِ خدا کا شہید ہونا متفق علیہ نہیں ہے۔ تو اس کا جواب واضح ہے کہ اس بات پر تمام فرقہائے اسلام کا اتفاق نہیں تو نہ ہو۔ کم از کم شیعہ اثنا عشریہ کا تو اس پر اتفاق ہے کہ ایک یہودیہ عورت نے آنحضرتؐ کو جنگِ خیبر میں زہر دیا تھا جو بتدریج و مسلسل اثر انداز ہوتا رہا حتیٰ کہ اسی کے اثر سے آنحضرتؐ کی وفات واقع ہوئی (ملاحظہ ہو بحار الانوار جلد ۶ و اعتقادیہ شیخ صدوقؒ وغیرہا) ـــــــــ ان حقائق سے واضح ہو گیا کہ اس سلسلہ میں اصول الشریعہ میں جو کچھ لکھا گیا ہے اُس سے سراسر آئمہ اہل بیت علیہم السلام کی عظمت و جلالت ظاہر ہوتی ہے نہ توہین (معاذ اللہ) مگر

ع۔ دیدۂ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے

سوال نمبر ۱۵۳:۔ "آپ اصول الشریعہ کے صفحہ ۲۲۱ پر تحریر فرماتے۔ "بطور وسیلہ یا علیؑ مدد" کہنا اور ان کو "حلّالِ مشکلات" بلکہ "مشکل کشائے عالم" سمجھنا یقیناً صحیح ہے۔ کوئی مومن عارف اس کا انکار نہیں کر سکتا" ـــــــــ آپ کی کتاب میں یہ تینوں فقرے یعنی "یا علیؑ مدد" ـــــ نشانات " " میں گھرے ہوئے ہیں ـــــــ جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ یہ آپ کا قول نہیں ہے بلکہ دوسرے کا قول ہے ـــــــــ خدارا انصاف سے بتائیے جب آپ نے بار بار یہ لکھ دیا کہ امورِ تکوینیہ میں ان حضرات کو کوئی اختیار و اقتدار حاصل نہیں تو پھر امیر المومنین حضرت علیؑ کو

حلالِ مشکلات یا مشکل کشائے عالم کہنے کا کیا مطلب ؟ ـــــــــــ اگر آپ کو اپنے خیالات کا واضح تضاد دیکھنا ہو تو اپنی اسی کتاب کے ص۲۴۷ کی ان دونوں عبارتوں کو دیکھئے۔

(۱) "بظاہر ہے بھی خلافِ عقل و فطرت کہ جناب امیر جب کہ ہنوز اصلاب آبا و ارحام امہات میں تھے تو اس حالت میں کس طرح ظاہری عالمِ آب و گل میں تشریف لائے اور کس طرح بجسدِ عنصری جن کو مار بھگایا"

(۲) "اسی طرح یہ بات بھی عقلاً ناممکن نہیں ہے کہ خدائے قادر قیوم نے کبھی عالم ارواح میں سیدِ اولیاء کو اپنی قدرتِ کاملہ سے بھیج کر اپنے کسی برگزیدہ نبی کی امداد فرما دی ہو" ـــــــــــ پہلی عبارت میں جس بات کو خلاف عقل و فطرت کہا گیا ہے اسی بات کو دوسری عبارت میں "وہ عقلاً ناممکن نہیں ہے" فرمایا گیا ہے ـــــــــــ ص۹۷

جواب :۔ اس لیے جا اعتراض کا خلاصہ یہ ہے کہ اس بیان میں تضاد پایا جاتا ہے کہ ایک جگہ ان کو "حلالِ مشکلات" تسلیم کیا گیا ہے اور دوسری جگہ امورِ تکوینیہ پر ان کے اقتدار کی نفی کی گئی ہے دوسرا یہ کہ ان فقروں کو واوین کے اندر لکھا گیا ہے جس سے ظاہر ہے کہ یہ صاحبِ کتاب کا قول نہیں۔ جہاں تک واوین کے اندر ان فقروں کے لکھنے کا تعلق ہے اس کا مقصد واضح ہے کہ یہ مخصوص فقرے ہیں جو زبان زدِ خلائق ہیں جن کے جواز یا عدم جواز پر بحث ہوتی رہی ہے اس سے یہ کب لازم آتا ہے کہ لکھنے والا اس کا قائل نہیں۔ دیکھئے آپ نے اپنی کتاب کے صفحہ ۹۰ پر لفظ "آہن" کو واوین کے اندر لکھا ہے تو اس کا یہ مطلب تو

صحیح ہے کہ یہ ایک مخصوص لفظ ہے مگر اس کا یہ مقصد تو نہیں کہ آپ دعا کے بعد
اس کے پڑھنے کے قائل نہیں ہیں۔ باقی رہا تضاد کا ایراد، تو ان ہر دو
بیانات میں تضاد سمجھنا آپ کی کج فہمی و کوتاہ اندیشی کی دلیل ہے ورنہ لفظ
"لطور وسیلہ" میں اس کا جواب موجود ہے یعنی جہاں امور تکوینیہ میں ان حضرات
کے اختیار و اقتدار کی نفی کی گئی ہے وہاں ان کے حقیقی معنوں میں مستقلاً
ہونے کی نفی مقصود ہے (کہ وہ صرف خدا ہے) اور جہاں ان فقروں کا جواز
ثابت کیا گیا ہے وہ لطور وسیلہ ہے کہ یہ خدا کی بارگاہ میں سفارش کر کے مشکل آسانی
کرتے ہیں۔ چنانچہ فقرہ "لطور وسیلہ یا علیؑ مدد کہنا" سے پہلے اصول الشریعہ کے
اسی صفحہ ۲۳۱ سطر نمبر ۵ پر لکھا ہے "لہٰذا ان کے ظاہری حین حیات کی طرح
اب بھی ان کی بارگاہِ معلیٰ میں یہ استدعا کرنا صحیح ہے کہ وہ بارگاہِ قدرت
سے ہمارے یہ کام انجام دلوا دیں یعنی لطور وسیلہ و شفاعت ان سے مدد
مانگنا درست ہے ظاہر ہے کہ کسی کام کو کسی اور ہستی سے انجام دلوا دینا بھی
ایک قسم کی مدد ہے اس لئے لطور وسیلہ یا علیؑ مدد کہنا ——— الخ ———"
اب قارئین کرام فرمائیں کہ اگر اس عبارت کو اس سیاق و سباق کے ساتھ
پڑھا جائے تو تضاد بیانی کے الزام میں کیا وزن رہ جاتا ہے؟ لہٰذا اگر اس
موقع پر ہم یہ کہیں کہ تحقیقِ حق کے مؤلف نے سیاق و سباق کو نظر انداز کر کے
صرف شیعہ عوام کو مغالطہ اور دھوکہ دینے کے لئے ایسا کیا ہے تو حق بجانب
ہوں گے ——— اسی طرح جن والے واقعہ کے بیان میں بھی
ہرگز کوئی تضاد نہیں ہے ——— عبارت کے اندر اس کی طرف اشارہ

موجود ہے۔ یعنی جہاں اس واقعہ کو خلافِ عقل و فطرت کہا گیا ہے وہاں لفظ "بظاہر" استعمال کیا گیا ہے اور جہاں "یہ بات عقلاً ناممکن نہیں ہے" لکھا گیا ہے وہاں لفظ بظاہر نہیں ہے۔ نتیجہ یہ کہ گویہ مطلب حسبِ ظاہر خلافِ عقل و فطرت نظر آتا ہے مگر عند التحقیق یہ خلافِ عقل نہیں ہے۔ بتایئے تضاد کہاں ہے؟ حیثیت اور اعتبار بدلنے سے تضاد ختم ہو گیا ہے۔ "ولو لا الاعتبارات لبطلت الحکمۃ" تضاد میں جب تک "وحداتِ ثمانیہ" نہ پائی جائیں اُس وقت تک تضاد ثابت نہیں ہو سکتا۔ ؎

در تناقض ہشت وحدت شرط دان
وحدت موضوع و محمول و مکان ——— الخ

ان حقائق کی روشنی میں یہ بات واضح ہو گئی کہ یہاں ہرگز کوئی تضاد و تناقض نہیں ہے اور ایسا کہنا خود کہنے والے کی کم فہمی بلکہ کج فہمی کی روشن دلیل ہے ؎

ہزاروں نکتے یہاں بال سے بھی ہیں باریک
کہ جسکی عقل ہو موٹی وہ اس کو کیا جانے

سوال نمبر ۵۸:۔ آپ اپنی اسی کتاب کے صـ ۲۳۸ پر لکھتے ہیں "لہذا ماننا پڑے گا کہ ان امور سے مراد وہی امور ہیں جن پر کوئی انسان بحیثیت انسان ہونے کے قدرت نہیں رکھتا۔ جیسے خلق و رزق، اماتت و احیاء اور شفا مرض وغیرہ جنہیں امور تکوینیہ کہا جاتا ہے" ——— اس جملہ پر ہماری گذارش یہ ہے کہ آپ نے یہ سارے خلافِ مذہب نظریات

جو اختیار فرمائے ہیں ان سب کی بنیاد اسی غلط مفروضے پر تھی جبکہ انبیاء
وائمہ علیہم السلام بھی ہماری طرح صرف انسان ہیں۔ لیکن ہم نے ——
—— ثابت کردیا ہے کہ انبیاء وائمہ انسان بھی ہیں اور عام انسانوں سے
بڑھ کر انسانِ معصوم بھی ہیں —— علاوہ بریں محمد وآلِ محمد علیہم السلام
کے لئے اللہ نے ساری کائنات کو خلق فرمایا —— لہذا
امورِ تکوینیہ پر ان کا تصرف واقتدار انسان ہونے کی حیثیت سے نہیں بلکہ
مقصودِ کائنات ہونے کی حیثیت سے ہے —— ص۹۱

جواب:۔ اس بیانِ غلط نشان میں کئی غلط بیانیاں کی گئی ہیں۔ پہلی تو یہ کہ گویا سرکار علامہ
مدظلہ انبیاء وآئمہ کو صرف انسان جانتے ہیں یعنی ان کو معصوم نہیں مانتے
(معاذاللہ) حالانکہ یہ کذبِ صریح ہے (لعنۃ اللہ علی الکاذبین) دوسرے
ان ذواتِ مقدسہ کے علتِ غائی ہونے کا غلط مفہوم بیان کیا گیا ہے ——
—— تیسرے یہ کہ یہ حضرات مقصودِ کائنات یا انسانِ معصوم ہونے کی
وجہ سے امورِ تکوینیہ پر قدرت رکھتے ہیں۔ مگر اس دعویٰ کے ثبوت میں نہ کوئی
قرآن کی آیت پیش کی گئی ہے اور نہ ان حضرات کی کوئی روایت۔ ادعویٰ بلا دلیل
ہرگز بزمِ عقلا میں قابلِ قبول نہیں ہوتا۔ یہ بیچارے (جو کہ ایک معمولی پروفیسر ہیں)
کیا ثبوت پیش کریں گے البتہ ان کی تواضعِ طبع کے لئے ہم نفی پر ثبوت
پیش کرتے ہیں (حالانکہ نفی محتاجِ ثبوت نہیں ہوتی) ایک انسانِ معصوم حضرت
امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں "من زعم انا خالقون بامر اللہ فقد کفر"
جو شخص یہ خیال کرتا ہے ہم اللہ کے حکم سے خالق ہیں (یعنی پیدا کرنے پر قدرت رکھتے ہیں)

وہ کافر ہے (بحار الانوار و تصحیح الاعتقاد) اور ایک اور انسانِ معصوم و ملتِ ثانیٔ کائنات یعنی امام رضا علیہ السلام فرماتے ہیں "اللھم من زعم ان لنا الخلق و علینا الرزق فنحن الیک منہ براء۔ یا اللہ! جو شخص یہ گمان کرتا ہے کہ ہم پیدا کرتے ہیں اور ہم روزی دیتے ہیں (یعنی خلق کرنے اور رزق دینے پر اختیار و اقتدار رکھتے ہیں) ہم اس سے اس طرح بیزار ہیں جس طرح جناب عیسیٰؑ عیسائیوں سے بیزار ہیں (بحار الانوار و عیون اخبار الرضاؑ) ——— پروفیسر صاحب! آپ کے ان تمام خلافِ اسلام فاسد اعتقادات و نظریات کی بنیاد صرف اس مفروضے پر قائم ہے کہ سرکار محمد و آلِ محمد علیہم السلام کی نوع جُدا گانہ ہے اور وہ کائنات کے مالک و مختار ہیں ——— بل عباد مکرمون لا یسبقونہ بالقول وھم بامرہ یعلمون ——— حالانکہ ایسا ہرگز نہیں۔ وہ انسان کامل ہیں اور کائنات کا مالک و مختار صرف خدائے جبار ہے۔ ؎

بد نہ بولے زیرِ گردوں گر کوئی میری سُنے
ہے یہ گنبد کی صدا جیسی کہے ویسی سُنے

سوال نمبر ۵۵:۔ جنابِ والا! اپنی اسی کتاب میں سورۂ جن کی اس آیت قل لا املک لکم ضراً ولا رشداً ——— سے اپنے مطلب پر استدلال کرتے ہوئے صـ۲۱۲ پر لکھتے ہیں "مقامِ تدبر ہے کہ جب بنصِ قرآن روزی اور نفع و نقصان جناب سید الانس والجان کے قبضہ میں ہے ہی نہیں بلکہ روزی رساں اور نفع و نقصان کا مالک خدائے رحمٰن ہی ہے تو پھر ان اُمور میں آنحضرتؐ

یا ان کی عترتِ طاہرہ کی طرف رجوع کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ——

—— ہماری گزارش یہ ہے کہ یا آپ نے ایسی آیات

کا صحیح مطلب سمجھا ہی نہیں یا دانستہ ان سے غلط استدلال کرتے ہیں۔ کیونکہ

اس قسم کے جملہ اعلانات پیغمبرِ اکرمؐ کی جانب سے عبدیت اور بندگی کا اعتراف

ہیں اور مالکِ حقیقی کی حاکمیت علی الاطلاق کا اظہار ہیں۔ اس طرح کی تمام آیات کا صحیح

مطلب یہ ہے کہ خود پیغمبرِ اکرمؐ فی ذاتہٖ بندۂ خدا ہیں اور خدا کی دی ہوئی قدرت و

اقتدار کے بغیر بذاتِ خود وہ کوئی قدرت و اختیار نہیں رکھتے ——

لیکن اس اعترافِ بندگی سے ان کے اس اقتدار و اختیار کی نفی نہیں ہوتی جو انہیں

اللہ کی طرف سے "ملکِ عظیم" کی شکل میں عطا ہوا —— لہٰذا

آپ کا یہ کہنا کہ ان کے قبضۂ قدرت میں روزی اور نفع و نقصان جیسے امور نہیں

ہیں۔ درحقیقت ان کے فضائل سے انکار کے مترادف ہے —— کیا

ہم یہ اُمید کریں کہ "علماء اعلام" اپنے شخصی وقار کو پسِ پشت ڈال کر اپنی غلطیوں

کا اعتراف کرتے ہوئے حضرات محمد و آلِ محمد علیہم السلام کے مسلمہ و متفقہ فضائل و

حقائق کو شرحِ صدر کے ساتھ تسلیم کرنے کا اعلان کر دیں گے —— ص۱۰۱

(جواب:- ؎ اس سادگی پہ کون نہ مرجائے اے خدا

لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں

سرکار علامہ مدظلہ کو ان آیات کا صحیح مطلب نہ سمجھنے یا معاذ اللہ دانستہ

غلط استدلال والے کج رفتار پروفیسر صاحب بتائیں کہ انہوں نے جو تفسیر بالرائے

بیان فرمائی ہے اس کا ماخذ کیا ہے؟ سرکار علامہ مدظلہ نے تو پہلے مذکورہ بالا

آیت لکھی ہے پھر اُس کا وہ ترجمہ کیا ہے جو مولانا فرمان علی صاحب نے کیا ہے۔ بعد ازاں شیعی مفسر قرآن علامہ طبرسی کی تفسیر مجمع البیان جلد ۲ صہ ۵۴۱ سے اس کی تفسیر پیش کی۔ اور سب کے آخر میں بطور نتیجہ وہ جملے لکھے ہیں جنہیں پروفیسر صاحب نے ہدفِ تنقید بنایا ہے ــــــ اگر ہمت تھی تو علامہ طبرسی کی بیان کردہ تفسیر پر اعتراض کرتے جنہوں نے واشگاف الفاظ میں لکھا ہے " انی لا اقدر علی دفع الضرر عنکم ولا ایصال الخیر الیکم وانما القادر علی ذلک ھو اللہ تعالیٰ ولکنی رسول لیس علی الا البلاغ والدعاء الی الدین والھدایۃ الی الرشاد وھذا اعتراف بالعبودیۃ واضافۃ الحول والقوۃ الیہ تعالیٰ الخ۔ یعنی میں تم سے ضرر و نقصان کے دور کرنے اور نفع کے پہنچانے پر قدرت نہیں رکھتا۔ ان باتوں پر خدا ہی قدرت رکھتا ہے میں تو رسول ہوں میرا کام صرف یہ ہے کہ خدا کے احکام بندوں تک پہنچاؤں، لوگوں کو دینِ حق کی طرف بلاؤں، اور ان کو نیکی کی راہنمائی کروں ــــــ یہ آنحضرتؐ کا اپنی بندگی کا اظہار ہے اور ہر قسم کی طاقت و قدرت کا خدا کی طرف انتساب ہے"

ــــــ ـــ اور اس پیرایہ میں آنحضرتؐ لوگوں کو ہر طاقت و قدرت کے مرکز کی طرف راہنمائی فرما رہے ہیں کہ تم اس ذات کی طرف رجوع کرو جس کا خود میں بھی محتاج ہوں ــــــ اگر اس آیت یا ہمچوں قسم کی آیات کا وہ مطلب ہوتا جو پروفیسر صاحب نے بیان کیا ہے کہ " میں فی ذاتہٖ کوئی طاقت و اقتدار نہیں رکھتا ــــــ البتہ

اللہ کی دی ہوئی طاقت وقدرت سے ان چیزوں پر قدرت رکھتا ہوں"
تو پھر پیغمبرِ اسلام نے اس قسم کے اعترافات کے ساتھ ایسا استثنا کیوں
نہیں فرمایا. تاکہ مطالب میں کوئی اجمال و اہمال نہ رہ جاتا. جب انہوں نے
اپنی ذات سے پیدا کرنے، روزی دینے، موت وحیات اور نفع ونقصان
پہنچانے کی نفی کر دی ہے تو اس کے بعد یہ "فی ذاتہٖ" اور "اس کی دی
ہوئی قدرت"، کی کیا گنجائش باقی رہ جاتی ہے ــــــ قبل ازیں واضح
کیا جا چکا ہے کہ "ملکِ عظیم" سے مراد خلافت اور اطاعت ہے. جس کا
اُمورِ تکوینیہ سے دور کا بھی کوئی تعلق نہیں ہے. کیا اس کے بعد ہم یہ اُمید
کر سکتے ہیں کہ پروفیسر صاحب ذاتی انا کی پروا نہ کرتے ہوئے حق کے اقرار
کے ساتھ اپنی جہالت اور کم علمی کا اعتراف کر لیں گے تاکہ ایک خاموش شدہ
فتنہ دوبارہ سر نہ اٹھائے ــــــ ورنہ ہم اُن کی تواضع طبع
کے لئے ہر وقت حاضر ہیں.

سوال نمبر ۵۶:۔ جنابِ مولانا! آپ اپنی کتاب کے صـ ۲۴۴ پر بقول آپ کے
"ایک عام مغالطے کا ازالہ"، کرتے ہوئے لکھتے ہیں "میدانِ شرک کے
شہسوار بالعموم اس مقام پر یہ کہہ کر عوام الناس کی آنکھوں میں دھول
ڈالنے کی کوشش کیا کرتے ہیں کہ "ہم اہل بیتؑ کو خدا یا خدا جیسا تھوڑا
ہی سمجھتے ہیں ہم تو ان کو خدا کا خاص بندہ سمجھ کر ان سے مدد مانگتے ہیں"
اس کا جواب یہ ہے کہ جب خدا کی صفاتِ خاصہ ان میں تسلیم کر لیں
اور خدائی کاموں کا مطالبہ ان سے کر لیا، اولاد ان سے مانگی ــــــ

ازالہ مرض کا سوال ان سے کیا ــــــ ــــــ روزی اُن سے طلب

کی ــــــ تو باقی کیا رہ گیا؟ سبحان اللہ عما یشرکون ــــــ

آپ کو یہ کہاں سے معلوم ہو گیا کہ وہ امور جن کا تذکرہ آپ نے کیا ہے وہ

سب کام خدا سے مختص ہیں؟ کیا ان میں سے تمام امور ایسے نہیں ہیں جو

بلا ارتکاب شرک غیر خدا کی طرف بھی منسوب کئے جاتے ہیں۔ کیا والدین کی

طرف اولاد کو پیدا کرنے کی نسبت نہیں دی جا سکتی؟ کیا ایجادات و تصنیفات

کو موجدین و مصنفین کی تخلیق نہیں کہا جاتا۔ کیا خود قرآن مجید میں لفظ خلق کو غیر خدا

کی طرف منسوب نہیں کیا گیا ــــــ کیا ازالۂ مرض کو دوا و

معالج ــــــ کی طرف منسوب نہیں کیا جاتا ــــــ ظاہر

ہے کہ تمام اہلِ توحید اور تمام اربابِ ایمان کے روز مرّہ کلام میں بالعموم

اِن اُمور کو غیرِ خدا کی طرف منسوب کیا جاتا ہے ــــــ زیادہ

سے زیادہ آپ یہی کہیں گے کہ خُدا ان امور کا حقیقی فاعل ہے لیکن خدا کے

حقیقی فاعل ہونے کی وجہ سے یہ تو ثابت نہیں ہوتا کہ مجازی فاعلوں کی طرف

اِن امور کو منسوب کر دینا شرک ہے؟ ــــــ اگر ہم

یہ تسلیم کریں کہ اللہ نے اپنے بندگانِ خاص یعنی محمد و آلِ محمد علیہم السلام کو کائنات

کا حاکم و سردار بنا دیا ہے۔ انہیں ملکِ عظیم عطا فرمایا ہے ــــــ تو ہمارا

ان سے مدد مانگنا شرک کیسے ہو سکتا ہے؟ ہم تو ان سے مدد مانگتے ہی اس

لئے ہیں کہ ان کی ــــــ اس فضیلت کا اعتراف و اظہار کریں

اور اللہ ان کے وسیلے سے ہماری دعاؤں کو قبول فرمائے علاوہ بریں

ہمارا ان سے مدد مانگنا اس عنوان سے بھی ہوتا ہے کہ وہ ہمیں اللہ سے دلوا دیں ——————— رہ گئی یہ بات کہ وہ خود دیتے ہیں یا خدا سے دلواتے ہیں؟ یہ غیر ضروری اور نا سمجھی کے سوالات ہیں ——— ——— آپ نے اہلِ ایمان پر شرک کا الزام ظاہر پرست مفکرین یعنی ابنِ تیمیہ ابنِ حزم ظاہری اور ابن عبدالوہاب کے انداز پر وارد کر دیا کیا آپ کے لئے یہ مناسب ہے؟ ——————— ص۱۰۷

جواب:۔ اگر سرکار علامہ مدظلہ نے دلیل و برہان کے ساتھ بعض دعویداران ایمان پر شرک کا الزام لگایا ہے تو اس سے ہمارے پروفیسر صاحب کیوں چراغ پا ہو گئے ہیں انہیں کیوں اپنی خشخشی ڈاڑھی میں تنکا محسوس ہو رہا ہے؟ کہیں وہ بھی تو اس شرک کے موذی مرض میں گرفتار نہیں؟ ان کے اضافہ معلومات کی خاطر عرض کر دوں کہ کبھی کبھی ایمان کے ساتھ شرک بھی جمع ہو جاتا ہے بلکہ اکثریت ایسے ہی لوگوں کی ہے جیسا کہ ارشادِ قدرت ہے "وما یؤمن اکثرھم باللہ الا وھم مشرکون" یعنی اکثر لوگ اس حالت میں اللہ پر ایمان لاتے ہیں کہ وہ مشرک بھی ہوتے ہیں ——————— باقی رہا آپ کا یہ کہنا کہ سرکار علامہ مدظلہ کو کہاں سے معلوم ہو گیا کہ وہ امور خدا سے مختص ہیں؟ تو اس کے متعلق گذارش ہے کہ جہاں سے آپ کو معلوم ہوا کہ ان امور کا حقیقی فاعل خدا ہے وہیں سے سرکار علامہ مدظلہ کو بھی معلوم ہو گیا کہ یہ امور خدا سے مختص ہیں؟ آپ نے اپنے اسی رسالہ کے ص۹۹ سطر ۱۱ پر لکھا ہے "لہٰذا یہ فرق سمجھنا ہوگا کہ حقیقی طور پہ پیدا کرنے والا، مارنے والا، روزی دینے والا، ہر قسم کے نفع و نقصان

پر قدرتِ کاملہ رکھنے والی اور ہر چیز کا مالک حقیقی اللہ جل جلالہ کے سوا اور کوئی نہیں ہے" اور خود اسی سوال نمبر ۵۶ میں بھی صفحہ ۱۰۳ سطر ۱۱ پر دیئے لفظوں میں یہ تسلیم کر لیا ہے کہ "ان امور کا فاعل حقیقی خدا ہے" باقی رہی یہ بات کہ اِن امور (خلق ورزق اور موت وحیات وغیرہ) کی نسبت مجازی فاعلوں کی طرف جائز ہے یا ناجائز؟ تو بہتر ہے کہ اِس سلسلہ میں اپنی طرف سے کچھ کہنے کی بجائے سرکار علاّمہ مجلسی علیہ الرحمہ نے پارہ نمبر ۲۱ رکوع ۷ سورہ روم کی آیت مبارکہ "اللّٰہ الذی خلقکم ثم رزقکم ثم یمیتکم ثم یحییکم هل من شرکائکم من یفعل من ذٰلکم من شئ سبحانہ وتعالیٰ عما یشرکون" (خدا وہ قادر وتوانا ہے جس نے تم کو پیدا کیا پھر اسی نے روزی دی۔ پھر وہی تم کو مارے گا پھر وہی تم کو (دوبارہ) زندہ کرے گا بھلا تمہارے (بنائے ہوئے خدا کے) شریکوں میں سے کوئی بھی ایسا ہے جو ان کاموں میں سے کچھ بھی کر سکے جیسے لوگ (اس کا) شریک بناتے ہیں وہ اس سے پاک وپاکیزہ اور برتر ہے) "ترجمہ فرمان" کے ذیل میں تحریر فرماتے ہیں "یدل علی عدم جواز نسبة الخلق والرزق والاماتة والاحیاء الیٰ غیرہ سبحانہ وانہ شرک" یعنی یہ آیتِ مبارکہ اِس بات پر دلالت کرتی ہے کہ غیرِ خدا کی طرف خلق ورزق اور امانت واحیاء کی نسبت دینا ناجائز اور شرک ہے (بحار الانوار جلد ۲ صفحہ ۲۳۷ طبع قدیم تہران)

اسی طرح سرکار علاّمہ مجلسیؒ نے اسی صفحہ ۲۳۷ پر بذیلِ آیتِ مبارکہ "قل اللّٰہ خالق کل شئ وھو الواحد القہار" لکھا ہے "یدل علی عدم جواز نسبة الخلق

الی الانبیاء والائمۃ علیہم السلام" یعنی یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ خلق کرنے کی نسبت انبیاء و آئمہ کی طرف دینا جائز نہیں ہے۔ اب تو سرکار علامہ مجلسیؒ کے ارشاد کی روشنی میں یہ بات ثابت ہو گئی ہے کہ جو لوگ انبیاء و آئمہ کو خالق و رازق اور محی و ممیت سمجھتے ہیں۔ یا ان حضرات کا ان امور پر اقتدار و اختیار تسلیم کر کے ان سے مدد مانگتے ہیں وہ مشرک ہیں۔ اس بیان سے یہ حقیقت بھی عیاں ہو گئی کہ ہمارے سرکار علامہ مدظلہ نے ایسے لوگوں کو "میدانِ شرک کے شہسوار" کہا ہے تو یہ ابن تیمیہ، ابن حزم ظاہری یا ابن عبد الوہاب جیسے ظاہر پرست دشمنانِ علیؑ کے انداز میں نہیں کہا بلکہ سرکار علامہ مجلسیؒ جیسے علماء ربانیین و محققین کی تاسی میں کہا ہے ——

—— انبیاء و آئمہؑ سے مدد مانگنے کے سلسلہ میں "تحقیقِ حق" کے دعویدار کی پریشانی، بدحواسی اور پراگندگی قابلِ دید ہے —— کبھی کہتے ہیں کہ "ہم تو ان سے مدد مانگتے ہی اس لئے ہیں کہ ان کی فضیلت کا اظہار ہو جائے" کبھی کہتے ہیں تاکہ "اللہ اُن کے وسیلے سے ہماری دعاؤں کو قبول فرمائے" کبھی لکھتے ہیں "وہ ہمیں اللہ سے دلوا دیں" —— پھر اس بات کو غیر ضروری قرار دیتے ہیں کہ "وہ خود دیتے ہیں یا خدا سے دلواتے ہیں" گویا زبانِ حال سے کہہ رہے ہیں ؎

کبھی جھکتا ہوں مینا پر کبھی گرتا ہوں ساغر پر
مری بے ہوشیوں سے ہوش ساقی کے بکھرتے ہیں

اس سارے گورکھ دھندے سے یہ بہتر نہیں ہے کہ ان حضرات کا واسطہ

دے کر براہِ راست خداوندِ عالم کی بارگاہ میں دعا و پکار کی جائے۔ جو دعاؤں کا قبول کرنے والا، حاجات کے برلانے والا، مشکلات و مصائب کا دور کرنے والا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ وہ سرکار محمد و آلِ محمد کا بھی خالق و مالک ملجاؤ ماؤا اور معبود و مسجود ہے۔ اور اُس کا وعدہ بھی ہے "ادعونی استجب لکم" "تم مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا ——— ۔ یا اللہ بحقِ محمد و آلِ محمد علیہم السلام ہم سب کو اقرارِ حق کی توفیق مرحمت فرما اور سرکار محمد و آلِ محمد علیہم السلام کے راستے پر چلنے کی توفیق عطا فرما ——— !

سوال نمبر ۵۷ :- جنابِ محترم ! آپ نے اپنی کتاب کے ص ۲۴۸-۲۴۷ پر بقولِ خود ایک "عجیب مغالطہ کا ازالہ" کرتے ہوئے "غیر اللہ" کے بارے ——— میں جو گفتگو فرمائی ہے اور جو فیصلہ کن استفتاء کیا ہے۔ اس کو پڑھتے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے اس مسئلے کو نہ سمجھا ہے اور نہ جواب دینے والے کا مقصد ہی آپ کے ذہن میں پہنچا ہے۔ دیکھئے یہاں اصل مسئلہ حضرات محمد و آلِ محمد علیہم السلام سے مدد مانگنے کے جواز یا عدم جواز کا نہیں ہے۔ لہذا آپ کا استفتاء کی بجائے "بسم اللہ و اللہ اکبر" کے "باسم محمدؐ و باسم علیؑ" وغیرہ سے ذبح کیا ہوا جانور حلال ہے یا حرام"؟ درحقیقت اس بات کی دلیل ہے کہ آپ نے اصل مسئلہ کو سمجھا ہی نہیں یا اگر سمجھا ہے تو عوام الناس کو مغالطہ دینے کی کوشش کر رہے ہیں ——— اگرچہ راقم الحروف نے آپ کا جواب دینے والے کی اصل عبارت کو نہیں پڑھا ——— تاہم جو کچھ آپ نے نقل کیا ہے اس سے یہ بات پورے وثوق سے کہی جا سکتی ہے کہ جواب دینے والے

نے صرف یہ کہا ہو گا کہ جب ہم محمد و آلِ محمد علیہم السلام سے مدد مانگتے ہیں تو غیر اللہ یا غیر خدا سے مدد مانگنا نہیں ہوتا کیونکہ ہم ان سے اس بناء پر مانگتے ہیں کہ ہم انہیں اللہ کے ایسے بندگانِ خاص سمجھتے ہیں جنہیں اللہ نے اپنی طرف سے ملکِ عظیم عطا فرمایا ہے۔ کائنات کو ان کے لئے خلق فرمایا ہے ——— علاوہ بریں ہم پوچھتے ہیں کہ کیا محتاج کے لئے کسی امداد سے امداد کا سوال کرنا شرک ہے؟ یقیناً کوئی بھی مسلمان اِسے شرک نہیں کہہ سکتا ——— اخبار و احادیثِ معصومینؑ سے ثابت ہے کہ محمد و آلِ محمد علیہم السلام سردارِ کائنات ہیں۔ اور اللہ کا دیا ہوا ہر قسم کا تصرّف و اقتدار موجود ہے ——— اولی بالتصرف ہیں ——— تو اگر سرکار محمد و آلِ محمد علیہم السلام سے ہم سوال کریں تو ہمارا سوال کرنا کیونکر ناجائز ہو گا ——— یہاں اِس نکتے کو اگر سمجھ لیا جائے تو کسی قسم کی غلط فہمی نہیں ہو سکتی کہ مقامِ دعا اور ہے اور مدد و نصرت طلب کرنے کا مقام اور ——— دینی اصطلاح ہیں "دعا" کے صرف لغوی معنیٰ "پکارنا" ہی مراد نہیں ہیں۔ بلکہ اس کے ساتھ اِس معنیٰ کا بھی اضافہ ہے کہ "معبود سمجھ کر یا معبود مان کر پکارنا" اور چونکہ ہم اللہ کے سوا کسی کو معبود نہیں مانتے لہٰذا مومنین سے طلبِ نصرت کے جواز کی ان سے نفی نہیں ہو سکتی۔ (ص ۱۱۲)

جواب: پروفیسر صاحب کی دیدہ دلیری ملاحظہ ہو جو باوجودیکہ فقہ شیعہ کی ابجد سے واقف نہیں ہے وہ نجف اشرف (عراق جیسے) شیعیت کے مرکزِ علم و عمل کے فارغ التحصیل فقیہہ

جامع الشرائط کو ایک فقہی مسئلہ کے نہ سمجھنے کا طعنہ دے رہے ہیں جن کی علمی و عملی عظمت کا لوہا ان کے مخالفین بھی مانتے ہیں۔ ان کے قول و عمل کا تضاد ملاحظہ ہو کہ ایک طرف تو یہ سرکار علامہ مدظلہٗ کے متعلق لکھتے ہیں "راقم الحروف جناب والا کے لئے عزت و احترام اور محبت و اکرام کے جذبات رکھتا ہے" (تحقیق حق صے) اور دوسری طرف جابجا کہیں "ناسمجھی" اور کہیں "دانستہ مغالطہ دہی" جیسے سنگین الزامات بھی عائد کرتے ہیں کیا قول و عمل کے اسی تضاد کا دوسرا نام "منافقت" نہیں ہے؟ (وان المنافقین فی الدرک الاسفل من النار)

پروفیسر صاحب کی حماقت ملاحظہ ہو کہ بافرار خود جواب دینے والے کی عبارت کو پڑھا ہی نہیں مگر اس کی بے جا وکالت کرتے ہوئے الٹا سرکار علامہ مدظلہٗ کو ناسمجھی کا طعنہ دے رہے ہیں!

ع بسوخت عقل زحیرت کہ ایں چہ بوالعجبی است

اصل بات یوں ہے کہ جب سرکار علامہ مدظلہٗ نے اصول الشریعہ میں وہ آیات لکھیں جن میں "غیر اللہ"، "من دون اللہ" یعنی اللہ کے سوا دوسروں کی دعا و پکار کی ممانعت وارد ہوئی ہے تو اصول الشریعہ کے جواب میں قلم اٹھانے والوں میں سے ایک بزرگ نے (اپنی کتاب حقائق الخفائد میں) اس بات پر ایڑی چوٹی کا زور صرف کیا کہ سرکار محمد و آلِ محمد علیہم السلام غیر اللہ نہیں ہیں۔ بلکہ بموجب فہ یارت رجبیہ وغیرہ "آل اللہ" ہیں۔ جس کے جواب الجواب میں سرکار علامہ مدظلہٗ نے اصول الشریعہ کے دوسرے ایڈیشن میں منجملہ دوسرے جوابات کے ایک جواب بطور استفسار پیش کیا کہ ارشادِ قدرت ہے "وما اھل بہ لغیر اللہ"، یعنی ذبح کے

جس جانور پر غیر اللہ کا نام لیا جائے اُس کا گوشت نہ کھاؤ۔ سرکار علامہ مدظلہ نے
فرمایا کہ اگر سرکار محمد و آلِ محمد علیہم السلام غیر اللہ نہیں ہیں تو جس جانور کے ذبح کرتے
وقت بجائے "بسم اللہ و اللہ اکبر" کے "باسم محمد باسم علی" کہا جائے آیا اس کا کھانا
حلال ہے یا حرام؟ مذہبِ شیعہ کے فقہی اصول کے مطابق بحوالہ کتاب جواب
دیا جائے اب قارئین کرام اس پس منظر میں دیکھ کر فرمائیں کہ مسئلہ استمداد کے
ساتھ اس استفسار کا گہرا تعلق ہے یا نہ؟ جواب دینے والے بزرگ نے
وہ کچھ نہیں کہا ہے جو کہ ان کا مفتی کا وکیل کہہ رہا ہے۔ اور جو راگ یہ الاپ
رہے ہیں اس کا جواب اس سے پہلے دیا جا چکا ہے۔ باقی رہا مالدار سے سوال کا
جواز تو یہ بات محلِ بحث سے خارج ہے۔ سرکار علامہ مدظلہ نے اصول الشریعہ
کے اس باب کی ابتدا میں محل نزاع کی تعیین کرتے ہوئے وضاحت کر دی ہے
کہ عام عادی اُمورِ خیر میں باہمی امداد کرنا اور ایک دوسرے کے ساتھ تعاون
کرنا نہ صرف جائز ہے بلکہ بہت بڑی نیکی ہے۔ نزاع صرف ان امور
میں مدد طلب کرنے کے متعلق ہے جن پر کوئی مخلوق قادر نہیں جیسے خلق و رزق
موت و حیات وغیرہ (اصول الشریعہ ص ۲۲۵) ——— مخفی نہ رہے
کہ پروفیسر صاحب نے دعا اور طلبِ نصرت میں جو فرق بیان کیا ہے اور
پھر غیر اللہ سے دعا کو ناجائز اور طلبِ نصرت کو جائز قرار دیا ہے یہ ایجاد بندہ
ہے قرآن و حدیث سے اس کی تائید نہیں ہوتی۔ بلکہ حق یہ ہے کہ غیر اللہ سے
اُمورِ تکوینیہ میں امداد طلب کرنا بھی یقیناً دعا ہے۔ کیونکہ یہ کام مقامِ ربوبیت
سے تعلق رکھتے ہیں۔ فتدبر ذٰلک

سوال نمبر ۵۸:۔ جناب مولانا! آپ کی کتابوں کا مطالعہ کرنے سے ایک عجیب بات سامنے آتی ہے کہ بعض ان لوگوں کا تذکرہ بڑی عقیدت و احترام کے ساتھ کرتے ہیں جو عام طور سے قوم شیعہ میں ناپسندیدہ سمجھے جاتے ہیں ـــــــ مثلاً شیخ محمد خالصی اور ابو الفضل برقعی وغیرہ۔ یہ شیخ محمد خالصی ـــــــ وہی شخص نہیں ہے۔ جو طریقۂ مستمرۂ شیعہ کے برخلاف اذان و اقامت میں کلمہ "علی ولی اللہ" کی شہادت ـــــــ کو حرام و بدعت کہا کرتا تھا ـــــــ کیا شیخ محمد خالصی وہی شخص نہیں جو ـــــــ آیۃ اللہ الحکیم کی شان میں گستاخیاں کیا کرتا تھا ـــــــ کیا شیخ محمد خالصی وہی شخص نہیں جو نجف اشرف کے دیگر علماء و مجتہدین اور بعض علماء سلف کو بھی برا بھلا کہا کرتا تھا ـــــــ کیا شیخ محمد خالصی وہی شخص نہیں جس نے سعودی عرب جا کر جنت البقیع میں مزاراتِ معصومینؑ کو ڈھا دینے کو درست قرار دیا ـــــــ کیا شخص محمد خالصی وہی شخص نہیں جس نے امام اہل سنت کے پیچھے نمازِ جمعہ پڑھی ـــــــ کیا آج بھی کاظمین میں خالصیوں کی مسجد شیعوں کی مسجد سے علیحدہ نہیں ـــــــ

اسی طرح ابو الفضل برقعی جسے آپ مجاہد کبیر، فاضل جلیل، علامہ لکھتے ہیں ـــــــ مسلماتِ شیعہ کا منکر ہے ـــــــ کیا ابو الفضل برقعی وہی شخص نہیں جس نے امیر المومنینؑ سے جنگ کرنے والے خارجیوں کیلئے "مقدسینِ نہروان" کا فقرہ لکھا ـــــــ ابو الفضل نے رسالہ "درنگیں کمانِ توہین" جو مضمون شائع کرایا ـــــــ اس کا عنوان ہی یہ ہے کہ بقول اس کے خطبۂ غدیر خم

سراسر عقلی اور مخالفِ قرآن ہے ؟ ———————— یہ شخص ان تمام مسلّماتِ اسلام کو خرافات کہتا ہے۔ نذیتے وتعزیہ وغیرہ بنانے کا مذاق اُڑاتا ہے اور شیعوں کو شیعہ خرافی کہتا ہے ———— اگر ان کی تائید کرتے ہیں تو اُن حقائق کو رد کر دیجئے جنہیں ہم نے ان دونوں کے بارے میں پیش کیا ہے ———— (ص ۱۱۴)

جواب :- بات دراصل یہ ہے کہ سرکار علّامہ مدظلہ جب کسی شخص کا تذکرہ کرتے ہیں تو وہ صرف "ما قال" پر نظر رکھتے "من قال" کو زیادہ اہمیت نہیں دیتے۔ شیخ محمد خالصی مرحوم کا سوائے اس کے اور کوئی جُرم نہیں کہ انہوں نے شیخیوں کی جس قدر عراق میں مخالفت کی ہے اس کی علماء عراق میں نظیر نہیں ملتی اس لئے شیخی اور اُن کے ایجنٹ اُن سے بہت ناراض ہیں اور اُن پر گوناگوں قسم کے اتہامات لگا کر اس مظلوم عالم کو بدنام کر کے اپنی آخرت برباد کرتے ہیں۔ باقی جن امور کا شیفتہ صاحب نے یہاں تذکرہ کیا ہے۔ ان کی حقیقت یہ ہے کہ اذان واقامت میں شہادت ولایت کے متعلق ان کا نظریہ وہی ہے جو رئیس المحدثین شیخ صدوق کا اور دیگر بعض علماء ومجتہدین کا ہے۔ ان سے اختلاف تو ہو سکتا ہے مگر ان کی دیانت اور امانت پر حملہ نہیں ہو سکتا۔ سرکار آقائے حکیم اعلی اللہ مقامہٗ اور بعض دیگر علماء نجف سے ان کے ذاتی اختلافات تھے جیسے ایک علاقہ کے بعض علماء کرام کے درمیان ہوا کرتے ہیں اس بات کا ان کے مذہب کے ساتھ کیا تعلق ہے ؟ یہ کہنا سراسر افتراء ہے کہ مرحوم خالصی جنت البقیع کے مزاراتِ مقدسہ کو ڈھائے جانے کو

درست سمجھتے تھے ——— انہوں نے اپنی مشہور کتاب احیاء الشریعہ میں
آئمہ اطہار کے مزارات پر قبہ و قبور کا جواز بڑے زور دار دلائل سے ثابت
کر کے وہابیت کا رد کیا ہے ——— ہمیں معلوم نہیں کہ انہوں نے
اہل سنت امام کے پیچھے نماز جمعہ پڑھی تھی ——— اور اگر بالفرض
اسلامی رواداری کے ماتحت فرادیٰ کی نیت سے ایسا کیا ہو تو اس میں حرج کیا ہے؟
پوری ۳۶- احادیث شریفہ سے اس فعل کا جواز ثابت ہوتا ہے جو کتب معتبرہ
میں موجود ہیں. ماضی قریب کے مرجع اکبر آقائے بروجردی اعلی اللہ مقامہ کا فتویٰ
بھی یہی ہے کہ اہل خلاف کے پیچھے فرادیٰ کی نیت سے نماز با جماعت پڑھی جا
سکتی ہیں (ملاحظہ ہو ان کی توضیح المسائل) یہ بالکل غلط ہے کہ آقائے خالصی مرحوم
کی شیعوں کے علاوہ کوئی مسجد ہے ان کی کاظمین میں ایک عظیم دینی درس گاہ
ہے ——— وہاں مسجد بھی ہے کبھی اس میں نماز پڑھاتے تھے
اور نماز جمعہ حرم امامین کاظمین کے بالائے سر جو مسجد ہے اس میں پڑھاتے تھے.
اگر اسی کا نام مسجد کا علیحدہ ہونا ہے تو پھر وہاں اور یہاں کے تمام علمائے اعلام
کی مسجدیں الگ الگ ہیں جن میں وہ نماز با جماعت پڑھاتے ہیں. اگر اس
تحریر پُر تعز بر سے یہ ثابت کرنا ہے کہ خالصی کسی خاص مستقل مکتب فکر کا نام ہے
یا شیخیوں کی طرح شیعوں سے الگ کوئی خاص جماعت ہے تو یہ خواب کبھی
شرمندۂ تعبیر نہیں ہو سکتا کیونکہ ایسی کوئی بات نہیں ہے ———.

باقی رہے ابو الفضل برقعی. تو جب ہم نے سرکار علامہ مدظلہٗ کی طرف اس سلسلہ
میں رجوع کیا تو انہوں نے فرمایا کہ تجلیات صداقت اور اصول الشریعہ کے دوسرے

ایڈیشن کی طباعت کے وقت ان کے پیشِ نظر موصوف کی تین کتابیں تھیں
(۱) عقل و دین ہر دو جلد (۲) رسالہ دعاے از ولایت۔ حقیقۃ العرفان
اور یہ تینوں کتابیں بڑی علمی و فکری ہیں اور ان میں ہرگز کوئی قابلِ اعتراض مواد
نہیں ہے۔ عقل و دین کی دوسری جلد میں پورے سات صفحات حدیثِ غدیر
کی صحت و وثاقت اور دلالت بر خلافت و امامت جناب امیر ثابت کرنے
کے متعلق لکھے ہیں اس لئے ان کتابوں کے حوالے اصول الشریعہ میں دیئے گئے۔
گو ہمیں یہ معلوم نہیں کہ انہوں نے نہروان کے خارجیوں کے متعلق " مقدسین
نہروان " کا فقرہ استعمال کیا یا نہ؟ اور نہ یہ معلوم ہے کہ انہوں نے دعائے ندبہ
کے پڑھنے کو حرام قرار دیا ہے۔ اور نہ ہی یہ معلوم ہے کہ انہوں نے تعزیہ و علم
وغیرہ امور کا مذاق اڑایا ہے۔ البتہ بعض معتبر ذرائع سے یہ ضرور معلوم ہوا ہے کہ
ان کے موجودہ نظریات مائل بہ تفریط ہیں۔ رسالہ " رنگین کمانِ نو " والا مضمون
بھی ہم نے بڑے افسوس اور قلبی دکھ کے ساتھ دیکھا ہے جس سے ان کی
فی الجملہ تفریط و تقصیر ظاہر ہوتی ہے حق یہ ہے کہ ایک ایسے فاضل شخص
کا تفریط و تقصیر کی طرف رجحان و میلان ایک قومی المیہ و بحران سے کم نہیں ہے۔
سوال نمبر ۵۹:۔ آخر میں آپ کی کتاب اصول الشریعہ طبع دوم ص ۲۷۴ سطر ۱ میں واقع
ایک مرکب لفظ " مضحکۃ الجبال " کے بارے میں سوال ہے کہ یہ عربی ترکیب
ہے یا فارسی یا اردو ——؟ اور اس کا مطلب کیا ہے؟ علاوہ بریں ص ۲۷۵
سطر ۹ پر جو فارسی کا مندرجہ ذیل مصرعہ آپ نے تحریر فرمایا ہے۔ وہ کس بحر
میں ہے؟ ع آنجا کہ عیاں است چہ حاجت بیاں است

جواب:۔ یہ نہ عربی ترکیب ہے نہ فارسی اور نہ اُردو۔ بلکہ یہ کاتب کی کرشمہ سازی ہے اصل لفظ "مضحکۂ اطفال" تھا جسے بگاڑ کر "مضحکۃ الخیال" بنا دیا گیا اور تصحیح کے وقت نظر انداز ہو گیا ـــــــ اسی طرح دوسرا جملہ نثر ہے مصرعہ نہیں ہے ع کی علامت بھی کاتب کی کرامت ہے۔ اور ایسے سطحی سوال باوجود اپنے مخاطب کی علمی جلالت کا علم ہوتے اور کاتبوں کے کرشموں کے معلوم ہوتے کے۔ آپ کی انتہائی تنگ ظرفی، کوتاہ نظری اور سطحی دل و دماغ اور قلبی بغض و عناد کی غمازی کرتے ہیں۔

ع ـــ شکوہ بے جا بھی کرے کوئی تو لازم ہے شعور

پانچواں باب

(نسبتِ معجزہ)

سرکار علامہ مدظلہ نے اس باب میں قرآنِ کریم، اخبارِ معصومینؑ اور ارشاداتِ علمائے متقدمین و متاخرین کی روشنی میں یہ ثابت کیا ہے کہ فعل، معجزہ چونکہ بظاہر نبی و امام کے ہاتھ پر ظاہر ہوتا ہے اس لئے فاعلِ مباشر ہونے کی بنا پر اُن کی طرف اس کی نسبت دی جا سکتی ہے مگر یہ نسبت مجازی ہے چونکہ دراصل معجزہ ظاہر کرنے والا خدائے قدیر ہے اس لئے اس کا حقیقی فاعل وہی ہے۔ معجزہ امام و نبی کے افعال اختیاریہ کی طرح نہیں کہ خدا نے ان کے اندر اس کی قدرت و قوت ودیعت کر دی ہو اور وہ جب چاہیں اس کو ظاہر کریں۔ بلکہ معجزہ کی طاقت کا سرچشمہ خدا کی ذات ہے ہاں البتہ معجزہ نما (نبی و امام) کے پاس خدا کا عطا کردہ اسمِ اعظم موجود ہوتا ہے۔ اس کے ساتھ جب بوقتِ ضرورت خدا کی بارگاہ میں معجزہ ظاہر کرنے کی استدعا کرتا ہے تو خدا اس کی تصدیق و تائیدِ نبوت و امامت کی خاطر اس کے ہاتھوں پر فعلِ معجزہ کو ظاہر کر دیتا ہے۔ اس بحث و مباحثہ کو اس پس منظر میں دیکھنا چاہیئے۔

سوال نمبر ۶: جناب مولانا! آپ کی کتاب اصول الشریعہ کے پانچویں باب کو شروع سے آخر تک پڑھ لینے کے بعد ہم یہ سمجھنے سے قاصر ہیں کہ آخر اس بحث کی ضرورت

ہی کیا تھی ؟ معاف فرمائیں ——— پڑھنے والوں کے لئے آپ کا صرف ایک ہی مقصد سامنے آتا ہے اور وہ یہ کہ آپ انبیاء کرام اور آئمہ معصومینؑ کو صرف "بشر عاجز" ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ ——— دیکھئے آپ کے ایک ہم خیال عبدالحسین ایرانی صاحب ——— کس طرح کھل کر اسی مقصد کا اظہار کرتے ہیں ——— لازم نیست پیغمبر در ہر زمانے قادر برانجام معجزہ باشد چوں او نیز بشر و عاجز است و معجزہ فعل خدا است"۔ (بحوالہ اصول الشریعہ صنا ۱۳۱) ——— سچ کہیئے کیا اس نظریئے سے فضیلت معجزہ نمائی کی نفی نہیں ہو گی ؟ ——— ہم پوچھتے ہیں کیا اسی طرح کا ملکہ بھی عقیدہ وہابی حضرات کا نہیں ہے ؟ شاید اسی وجہ سے وہ پیغمبر اسلام کو بڑے بھائی کا مرتبہ دیتے ہیں جیسا کہ مشہور ہے ——— یہ عبدالحسین صاحب (جن کی کتاب "الکلم الطیب" سے آپ نے کئی اقتباسات پیش کئے ہیں) ہم ان کے بارے میں زیادہ معلومات تو نہیں حاصل کر سکے لیکن ان کی عبارتوں سے اتنا ضرور معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی اسی جماعت سے تعلق رکھتے ہیں جو اندرونی طور پر شیعہ عقائد و نظریات پر حملے کر کے افتراق و انتشار پیدا کرنے پر غالباً کسی بین الاقوامی سازشش کے تحت امور ہے والعلم عند اللہ (ص ۱۱۹)

جواب:۔ کس روز تہمتیں نہ تراشا کیئے عدو

کس دن ہمارے سر پہ نہ آرے چلا کیئے

اس تحریر پُر تغزیر میں ایک تیر سے دو شکار کرنے کی ناکام کوشش کی گئی ہے

ایک یہ کہ سرکار علامہ مدظلہٗ کے مقصد کو مسخ کیا گیا۔ دوسرے دین و دیانت کو طلاقِ بائن دے کر ایران کے ایک عظیم المرتبت مجتہد جامع الشرائط کی ذاتِ گرامی پر بین الاقوامی ایجنٹ ہونے کا سنگین الزام عائد کیا گیا اور یہ نہ سوچا کہ جس مذہب کے علماءِ اعلام بھی سازشوں کا شکار ہو کر چند ٹکوں کی خاطر بک جائیں، وہ لوگ اِس مذہب کے متعلق کیا رائے قائم کریں گے؟ یہی نا کہ

ع آں مذہب معلوم و اہلِ مذہب معلوم

(انا للہ وانا الیہ راجعون) ——— فاسئل عن العلماء ان کنت جاھلاً" ——— اس باب کا سابقہ ابواب سے گہرا ربط و تعلق ہے جب تیسرے باب میں تفویض کی نفی کی گئی کہ خدا نے خلق و رزق اور اماتت، احیاء وغیرہ امورِ تکوینیہ کا محکمہ کسی نبی و امام کے سپرد نہیں فرمایا بلکہ یہ محکمہ خود اس کے اپنے قبضۂ قدرت میں ہے ——— تو اسی سے چوتھے باب کی نیو رکھی گئی کہ جب خالق نے یہ کام انبیاء و آئمہ علیہم السلام کے سپرد ہی نہیں کئے تو اِن امور میں ان سے مدد مانگنا بے سود اور ناجائز ہے (جیسا کہ خود پروفیسر صاحب نے ص۱۲۹ پر اس باب کا اِن دونوں بابوں سے ناطہ جوڑا ہے) ——— اب یہاں چونکہ عوامی ذہنوں میں یہ سوال اُبھرتا تھا کہ اگر خدا نے یہ امور انبیاء و آئمہؑ کے سپرد نہیں کئے اور ان کو ان امور پر تصرف و اقتدار مرحمت نہیں فرمایا تو پھر وہ مقامِ معجزہ میں ان خارقِ عادت امور کا اظہار کس طرح سے کرتے ہیں؟ تو اس سوال کا جواب یا اِس شبہ کے ازالہ کی خاطر یہ وضاحت کرنا پڑی کہ معجزہ کا حقیقی فاعل خدا ہوتا ہے جسے وہ نبی و امام

کی صداقت ظاہر کرنے کی خاطر ان کے ہاتھوں پر ظاہر کرتا ہے ـــــــ اِس اثنا میں اگر سرکار علامہ مدظلہ یا حضرت علامہ سید عبدالحسین کے کلام میں نبی و امام کے لیے "بشرِ عاجز" کے الفاظ آ گئے ہیں تو اس سے یہ مقصد تو نہیں کہ ان بزرگوار کو لوگوں کے نزدیک عاجز ثابت کیا جائے بلکہ مقصد صرف خالقِ اکبر کی بارگاہ معلیٰ میں عاجز ثابت کرنا ہے۔ ولبس۔ علاوہ بریں یہ الفاظ حضرت امام رضا علیہ السلام کے کلام معجز نظام سے ماخوذ ہیں چنانچہ امام فرماتے ہیں "لما ظهر منه الفقر والفاقة دل على ان من هذه صفاته وشاركه فيها الضعفاء المحتاجون لا تكون المعجزات فعله فعلم بهذا ان الذى اظهره من المعجزات انما كانت فعل القادر الذى لا يشبه المخلوقين لا فعل المحدث المحتاج الخ ـــــــ یعنی "جب حضرت علیؑ سے فقر و فاقہ ظاہر ہوا تو اس نے یہ واضح کر دیا کہ جس شخص کے یہ صفات ہوں جن میں اس کے ساتھ دوسرے ضعیف و محتاج انسان بھی شریک ہیں تو یہ معجزات اس کا فعل نہیں ہو سکتے لہٰذا اس سے معلوم ہو گیا کہ جس ذات نے یہ معجزات ظاہر کئے ہیں (وہ اور ہے) یہ اس قادر و مختار ہستی کا فعل ہے جو کسی بات میں بھی اپنی مخلوق کے ساتھ مشابہت نہیں رکھتا۔ یہ مخلوق حادث و محتاج کا فعل نہیں ہو سکتا"۔ (بحار الانوار ج ۷ ص ۱۴۲ و معہ ساکبہ ص ۵۹ وغیرہ) مخفی نہ رہے کہ امام علیہ السلام کا یہ کلام اصول الشریعہ طبع دوم کے ص ۲۹۵ پر موجود ہے۔ جیسے دوسرے دلائل و براہین کی طرح پروفیسر صاحب نے چھوا بھی نہیں۔ جواب لکھنے کا لطف تو جب تھا کہ اصول الشریعہ کی ہر دلیل کو

لگر اس کا جواب دیا جاتا یہ کیا بھونڈا انداز ہے کہ اس کے دلائل کو ہاتھ بھی نہ لگایا جائے اور صرف اِدھر اُدھر سے رطب و یابس جمع کر کے ریت کی دیوار کھڑی کر دی جائے۔

باقی رہے سرکار آقا سید عبدالحسین طیب اگر جناب ان کے متعلق معلومات حاصل نہیں کر سکے تو ہم معلومات فراہم کر دیتے ہیں ـــــــ یہ بزرگوار صحیح النسب سید ہیں ۲۸ واسطوں سے ان کا سلسلۂ نسب حضرت امام زین العابدینؑ تک پہنچتا ہے۔ اور عالم جلیل اس قدر ہیں کہ دس عدد مسلم الثبوت شیعہ مراجع تقلید مجتہدین جیسے سرکار علامہ شیخ عبدالکریم حائری، آیت اللہ سید حسین قمی اور آیت اللہ آقا سید ابوالحسن اصفہانی نے ان کو اجازہ ہائے اجتہاد مرحمت فرمائے ـــــــ انہوں نے چھ جلدوں میں ایک تفسیر بنام ـــــــ "اطیب البیان" لکھی ہے اور علم عقائد و کلام میں تین جلدوں میں "الکلم الطیب" تحریر فرمائی ہے۔ یہ کتاب ایران میں دوبارہ شائع ہو چکی ہے اور عراق و ایران کے علماء و فضلاء سے خراجِ تحسین و آفرین حاصل کر چکی ہے۔ یہ کتاب وہاں بہت ہی مقبول و متداول ہے۔ ؎

گر نبیند بروز شپرہ چشم چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

پروفیسر صاحب نے ایسے جلیل القدر عالم دین اور خادم دینِ مبین پر کسی بین الاقوامی سازش کا ایجنٹ ہونے کا الزام و اتہام عائد کر کے ناقابلِ معافی سنگین جرم کا ارتکاب کیا ہے ـــــــ شگفتہ صاحب کو معلوم ہونا چاہیئے کہ اعلامِ شیعہ ان کی طرح کوئی بکاؤ مال نہیں کہ کوئی شخص دلال بولی دے کر ان کو خرید سکے

ان کو چاہیئے کہ اپنے آئینہ میں دوسروں کو نہ دیکھا کریں مگر سچ ہے کہ۔
المرأ یقیس علی نفسہ ـــــ ہر شخص دوسروں کا قیاس اپنے نفس پر کرتا ہے۔

سوال نمبر ۱۹:۔ جناب مولانا! آپ نے اپنی کتاب اصول الشریعہ (طبع دوم) کے اس پانچویں باب میں بار بار یہ رٹ لگائی ہے کہ "فعل معجزہ کا حقیقی فاعل خدا ہے اور نبی و امام کی طرف اس کی نسبت مجازی ہے" (دیکھئے صد ۲۸۷ وغیرہ) لیکن ہم پوچھتے ہیں کہ آپ یہ بات صرف فعل معجزہ کے بارے میں کیوں کہتے ہیں ـــــ کیا یہ حقیقت نہیں کہ اس کائنات میں جو کچھ بھی ہے، جو کچھ بھی تھا اور جو کچھ بھی ہوگا سب کا فاعلِ حقیقی خدا اور صرف خدا ہے ـــــ ـــــ کیا اس کے اذن کے بغیر کوئی ذرہ حرکت کر سکتا ہے؟ کوئی موجود باقی رہ سکتا ہے؟ اور کیا کوئی عمل کرنے والا ـــــ بغیر اذنِ خدا عمل کر سکتا ہے؟ ـــــ یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ ساری کائنات اور اس میں واقع ہونے والے تمام اعمال و افعال کا موجدِ حقیقی اور سب کا فاعلِ حقیقی اللہ جل شانہ ہے ـــــ یہ بات اتنی واضح و مسلم ہے کہ اس کے لئے قرآن و حدیث یا عقل سے کسی دلیل کو پیش کرنے کی ضرورت نہیں۔ کیا آپ اس حقیقت سے انکار کر سکتے ہیں؟ ـــــ "تاہم ہر چیز کی مدحت یا مذمت بھی ہوتی ہے ـــــ (بعد ازاں صد ۱۲۱-۱۲۲ پر جمادات، حیوانات، انسان و نباتات اور انبیاء و آئمہ کے افعال کے صدور کی کیفیت بیان کی ہے اور سب کے آخر میں صد ۱۲۲ سطر ۱۷ پر بطور نتیجہ لکھا ہے) "مذکورہ بالا تمام افعال کا فاعل حقیقی یقیناً پروردگار عالم

ہے ـــــــ تو صرف فعل معجزہ کو مخصوص کر کے آپ لوگوں کا یہ کہنا
کہ در معجزہ فعل خدا ہے، سوائے توہینِ صاحبانِ اعجاز اور کوئی معنیٰ و مقصد نہیں
رکھتا رہ گئی یہ بات کہ اللہ جل شانہٗ نے صاحبانِ اعجاز کو بقول آپ لوگوں کے
صرف چند ساعتوں کے لیے قوت و صلاحیت معجزہ عطا فرمائی۔ یا یہ کہ اللہ نے انہیں
قوت و صلاحیت معجزہ زندگی بھر کے لئے عطا فرمائی ـــــــ تو اس
کا جواب ہمارے حق میں کئی طریقوں سے دیا جا سکتا ہے پہلا طریقہ یہ ہے کہ
ـــــــ مبدأ فیض خلاقِ عالم نے جس کو جس کام کے لئے پیدا کیا
اُسے اُس کے مطابق ـــــــ قوت و صلاحیتِ فعل بھی عطا فرمائی
ہے ـــــــ اور اس کی یہ عطا اس وقت تک سلب نہیں ہوتی جب
تک وہ کام ہوتا رہے جس کے لئے اس کی خلقت ہوئی ـــــــ جب
یہ بات ثابت ہو گئی کہ انبیاء و آئمہ معصومینؑ کو اللہ نے پیدا ہی کیا ہدایتِ خلق کے
لئے اور معجزہ اُن کی اُسی خصوصیت کی پہچان ہے تو یہ تسلیم کرنا پڑے گا
کہ اللہ نے ان کو پوری زندگی کے لئے قوت و صلاحیتِ معجزہ عطا فرمائی
خواہ وہ عملی طور پر اس کا اظہار کریں یا نہ کریں ـــــــ اس پوری
گفتگو سے چند باتیں مزید ثابت ہوئیں (۱) قوت و صلاحیتِ معجزہ نبی و
امام معصوم کو اللہ کی طرف سے مستقل طور پر عطا ہوتی ہے ـــــــ (۲)
حضرات محمد و آلِ محمد علیہم السلام اوّل مخلوقات ہیں ان کی حیاتِ اصلیہ نوریہ
ـــ دنیا میں پیدا ہونے سے پہلے بھی جاری تھی اور دنیا سے اُٹھ جانے
کے بعد بھی جاری ہے ـــــــ (۳) انبیا و آئمہ معصومینؑ کا

کبھی کبھی طلبِ معجزہ پر بارگاہ الٰہی میں دست بدعا ہونا ——— اس لئے ہرگز نہیں ہوتا کہ اللہ جل شانہٗ نے اُن سے قدرت و صلاحیت معجزہ کو سلب کر لیا تھا ——— بلکہ صرف اس لئے کہ وہ اللہ کی طرف سے دعوت دینے والے تھے ——— لہذا تمام ایسے شبہات کو دفع کرنا ان کا فریضہ تھا جس سے لوگ دھوکہ کھا کر انہیں حضرات کو خدا یا معبود سمجھ بیٹھتے ——— (۴) اگر بہ فرض کر لیا جائے کہ انبیاء و آئمہ میں قوتِ معجزہ صرف تھوڑی دیر کے لئے ہوتی تھی تو اس سے ان کی نبوت و امامت کا بھی تھوڑی دیر کے لئے ہونا لازم ہوگا ——— (۵) فعلِ معجزہ اور کائنات میں واقع ہونے والے تمام دیگر افعال و اعمال سب کا حقیقی فاعل اللہ ہے ——— لیکن اِس حقیقت کے باوجود جس طرح ایک خوبصورت چیز کو خوبصورت اور ایک طاقتور انسان کو طاقتور کہتے ہیں۔ اسی طرح نبی و امام کو معجز نما ——— کہتے ہیں۔ جس طرح اللہ نے طاقتور اور مالدار کو طاقت و مال دے کر اُنہیں استعمال کا اختیار بھی دے دیا ہے اسی طرح اس فیاضِ ازل نے اپنے برگزیدہ بندگان کو ——— قوتِ اعجاز نمائی بھی عطا فرما دی اور انہیں اس کے استعمال کا اختیار بھی عطا فرمایا ——— دوسرا طریقہ اس امر کو ثابت کرنے کے لئے کہ انبیاء و آئمہ علیہم السلام اللہ کی دی ہوئی قوتِ اعجاز نمائی رکھتے ہیں جب حکمِ خدا ہوتا ہے تب اس کا اظہار کرتے ہیں قرآن مجید کی آیاتِ محکمہ سے استدلال ہے ——— پروردگارِ عالم نے ارشاد فرمایا «و ما ارسلنا

من رسول الا لیطاع باذن اللہ، یعنی ہم نے نہیں بھیجا کسی رسول کو مگر اس لئے کہ اذن خدا سے اس کی اطاعت کی جائے، ظاہر ہے کہ اس آیت کریمہ میں ہر رسول کی اطاعت مطلقہ کو اللہ کی جانب سے بھیجے جانے کا مقصد قرار دیا گیا ہے ——— ہمارے رسول کریمؐ ——— :

صرف قیامت تک پیدا ہونے والے انسانوں کی ہدایت کے لئے بھیجے گئے بلکہ یہ کہ اللہ نے حضور کو رحمۃ للعالمین قرار دیا ——— وما ارسلنا ک الا رحمۃ للعالمین ——— حضور اکرمؐ کا دائرۂ نبوت و رسالت عالمین تک پھیلا ہوا ہے لہذا ثابت ہوا کہ تمام عالمین پر آنحضرتؐ کی اطاعت کو واجب قرار دیا ہے ——— ان دونوں آیاتِ محکمہ سے نہ صرف یہ ثابت ہوا کہ قوتِ معجز نمائی آنحضرتؐ کو اللہ جل شانہ نے مستقل طور پر ہمیشہ کے لئے عطا فرمائی تھی ——— بلکہ تیسرے باب کا یہ مضمون بھی نہایت وضاحت کے ساتھ ثابت ہو گیا کہ اللہ جل شانہٗ نے محمد و آلِ محمد علیہم السلام کو پوری کائنات پر مکمل تصرّف و اقتدار عطا فرمایا ہے ——— اور چوتھے باب میں یہ مضمون بھی درست ثابت ہو گیا کہ ان حضرات سے تصرّف و مدد طلب کرنا صحیح ہے ——— (ص ۱۲۹)

جواب :- حق اور اہلِ حق کی اغراضِ فاسدہ کے تحت دیدہ دانستہ مخالفت کرنے کی منتقمِ حقیقی کی طرف سے یہ دنیوی سزا ملتی ہے کہ ایسا کرنے والے کا نورِ بصیرت ختم ہو جاتا ہے اور توفیقِ الٰہی اس طرح سلب ہو جاتی ہے کہ حق و باطل میں امتیاز ہی باقی نہیں رہتا ——— وان عذاب الآخرۃ اشد وابقیٰ۔

جیساکہ "تحقیقِ حق" کے مؤلف کا معاملہ سب کے سامنے ہے معجزہ کو فعلِ نبی وامام ثابت کرنے کرتے کائنات کے ہر عمل کا فاعل حقیقی خدا کو ثابت کرنا شروع کر دیا ان کی یہ تحریر دیکھ کر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اہلِ سنت کے امام عقائد ابوالحسن اشعری یا امام غزالی و رازی کا کوئی اندھا مقلد بلا سوچے سمجھے طوطے کی طرح اپنا اموختہ دھرا رہا ہے ــــــ "کائنات میں جو بھی تھا، جو کچھ بھی ہے اور جو کچھ بھی ہوگا سب کا فاعلِ حقیقی خدا ہے" ــــــ "کیا اس کے اذن کے بغیر کوئی پتہ حرکت کر سکتا ہے" ــــــ "کیا کوئی عمل کرنے والا ــــــ بغیر اذنِ خدا کے عمل کر سکتا ہے" "یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ ساری کائنات اور اس میں واقع ہونے والے تمام اعمال وافعال کا موجدِ حقیقی اور سب کا فاعلِ حقیقی اللہ جل شانہٗ ہے" لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ اس تمام ہرزہ سرائی اور ژاژ خائی کا دوسرے لفظوں میں مطلب یہ ہوا کہ "خیرہ وشرہٖ من اللہ تعالیٰ"، کہ ہر قسم کی نیکی اور برائی اللہ کی طرف سے ہے (عقیدہ اہلِ سنت) جس کا صاف وسادہ مفہوم یہ نکلا کہ زانی کی زناکاری ہو یا شرابی کی شرابخواری، کسی قاتل کا قتل ناحق ہو یا چور کی چوری، کافر کا کفر وشرک ہو یا فاسق کا فسق وفجور، ظالم کا ظلم وجور ہو یا گنہگار کی بدکاری وغیرہ وغیرہ ان تمام اعمال وافعال کا موجدِ حقیقی اور سب کا فاعلِ حقیقی اللہ جل شانہٗ ہے"

ع مجھے بتا تو سہی اور کافری کیا ہے؟

اس علم، اس بصیرت اور اس عقل وفکر کے بل بوتے پر آپ علامۂ اعلام کے

منہ آتے ہیں، ڈوب مرنے کا مقام ہے۔ یہ سب شیخ احمد احسائی کی اندھی تقلید
کا نتیجہ ہے کیونکہ اُس نے بھی شرح الزیارۃ میں اسی جبری عقیدہ کا اظہار کیا ہے
حالانکہ اس سلسلہ میں مذہبِ اہلِ بیت یہ ہے کہ خلاقِ عالم نے حضرتِ انسان
کو پیدا کیا اور اُسے نیکی وبدی کرنے کی طاقت عطا کی اور انبیاء و اوصیاء کے
ذریعہ سے نیز عقلِ سلیم کے ذریعہ اسے نیکی وبدی کی معرفت کرائی اور پھر ان
میں سے کسی ایک کے بجالانے کا اُسے اختیار دے دیا یعنی اُسے فاعلِ مختار
بنایا پھر نیکی بجالانے پر ثواب کا وعدہ اور برائی پر عقاب کی وعید سنائی۔
لہٰذا انسان جو نیکی اور برائی اپنے عزم وارادہ سے کرتا ہے اس کا حقیقی فاعل
وہ خود ہے اور اسی بنا پر وہ جزا وسزا یا مدح ومذمت کا مستحق ہوتا ہے۔
ہاں البتہ چونکہ اسے نیکی وبرائی بجالانے کی اصل قوت وطاقت خدا نے دی
ہے اور پھر اُسے شتر بے مہار بھی نہیں چھوڑا۔ اس لئے کبھی کبھی من باب المجاز
اس کی نسبت خدا کی طرف دے دی جاتی ہے۔ اسی مطلب کو آئمہ معصومینؑ نے اس طرح
ادا فرمایا ہے "لا جبر ولا تفویض بل امر بین الامرین" اے کاش!
اگر پروفیسر صاحب نے صرف سرکار علامہ مدظلہ کی کتاب "احسن الفوائد" کے
باب "افعال العباد کے متعلق اعتقاد" کا ہی مطالعہ کیا ہوتا تو ایسی ٹھوکر نہ
کھاتے اور وادیٔ جبر میں گر کر یوں تباہ وبرباد نہ ہوتے۔

لطف بالائے لطف یہ ہے کہ مؤلف نے اس قدر پاپڑ بیلے گرجے
چمکے اور برسے مگر پرنالہ وہیں رہا۔ سرکار علامہ مدظلہ نے صرف یہ کہا تھا کہ
"معجزہ کا فاعلِ حقیقی خدا ہے اور فاعلِ مجازی نبی و امام ہے" مگر انہوں نے

اِس کو بحال رکھتے ہوئے مزید یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ تمام انسانی اعمال وافعال کا حقیقی فاعل خدا ہے۔ اس لئے سرکار علامہ مدظلہ سے خطاب کر کے کہتے ہیں "ہم پوچھتے ہیں کہ آپ یہ بات صرف معجزہ کے بارے میں کیوں کہتے ہیں؟"

بریں عقل و دانش بباید گریست!

علماءِ اعلام جو یہ کہتے ہیں کہ معجزہ کا حقیقی فاعل خدا ہے تو اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ جب قرآن حکیم، احادیث معصومینؑ اور عقلِ سلیم کی روشنی میں ناقابلِ رَدّ دلائل و براہین سے یہ بات ثابت کی جا چکی ہے کہ خلق و رزق اور امانت و احیاءً وغیرہ امور تکوینیہ کا تعلق خدا کی ذات سے ہے اس نے یہ امور نہ کسی نبی و امام کے سپرد فرمائے ہیں اور نہ ہی ان کی بجا آوری کا کسی اور کو اختیار و اقتدار دیا ہے مگر بمقامِ اعجاز ہیں نبی و امام کے ہاتھوں پر بعض ایسے امور کا ظہور ہوتا ہے تو علماءِ اعلام نے قرآن اور سرکار محمد و آلِ محمد علیہم السلام کے فرمان کی روشنی میں یہ کہا ہے کہ ان افعال کا حقیقی فاعل خدا ہے جو اپنے نبی و امام کی تصدیق کے لئے ان کی دعا و استدعا پر بوقتِ مصلحت و ضرورت ان کے ہاتھوں پر ظاہر کرتا ہے" اس سلسلہ کے تفصیلی دلائل و براہین اصول الشریعہ کے اندر درج ہیں شائقین تفصیل دیکھنے کے لئے اس کتابِ جلیل کی طرف رجوع فرمائیں۔ جو اس بارہ نام نہاد جوابات کے باوجود تا حال لاجواب ہے اور قیامت تک لاجواب رہے گی۔ انشاء اللہ

مصرعہ نہ خنجر اُٹھے گا نہ تلوار اِن سے

اسی سلسلہ میں امام رضا علیہ السلام کی ایک روایت فریقہ سوال نمبر ۶ کے
جواب میں اوپر درج کی جا چکی ہے جس میں امام عالی مقام نے بلا مراحت و
وضاحت کے ساتھ فعلِ معجزہ کو قادر مختار خدا کے جبار کا فعل قرار دیا ہے
لگے ہاتھوں اس سلسلے کی صرف ایک آیتِ مبارکہ بھی سُن لیجئے۔ خداوند عالم
جناب داؤد کے چند مشہور معجزات از قسم پہاڑوں اور پرندوں کا مسخر ہونا
اور لوہے کا نرم ہونا وغیرہ کا تذکرہ کرنے کے بعد فرماتا ہے "و کنا فاعلین"
یعنی ان عجائب و غرائب کے فاعل ہم ہی تھے۔ (س انبیاء پ ۱۷ ع ۶)
معجزہ کے فعل خدا ہونے کی اس سے بڑھ کر اور کیا دلیل ہو سکتی ہے کہ خود
خدا نے اس کی تصریح فرما دی ہے۔ و ماذا بعد الحق الا الضلال۔ نیز
آیتِ مبارکہ "قل انما الایات عند اللہ" (انعام) اے رسول! کہدو کہ
آیات و معجزات صرف خدا کے قبضۂ قدرت میں ہیں۔ سے ظاہر ہے کہ
معجزات ———— کا حقیقی فاعل خدا ہے"۔

اسی طرح اصول الشریعہ میں چودہ سو سال کے علماء اعلام کا کلام پیش کر
کے واضح و آشکار کیا گیا ہے کہ فعل معجزہ کا حقیقی فاعل خدا ہے۔ نہ نبی و
امام۔ ان ذواتِ مقدسہ کی عظمت و جلالت کے لئے اسی قدر کافی ہے
کہ ان کو نبوت و امامت کے منصبِ جلیل کے لئے چنا گیا اور پھر اظہارِ
معجزہ کے لئے بھی انہی کو منتخب فرمایا گیا۔ اس کے بعد مؤلف نے "دوسرا طریقہ"
والے عنوان سے لے کر آخر صفحہ ۱۲۹ تک جو کچھ لکھا ہے کہ "قوتِ معجزہ
ہر وقت نبی و امام میں موجود رہتی ہے"۔ یہ تحصیل حاصل کے زمرہ میں شامل ہے،

اہلِ حق نے کب یہ کہا ہے کہ یہ قوت کبھی آجاتی ہے اور کبھی چلی جاتی ہے؟ بلکہ ان کا دعویٰ یہ ہے کہ خلاقِ عالم سب انبیاء و اوصیاء کو علی قدر المراتب کسی کو کم کسی کو زیادہ اسمِ اعظم عطا کر دیتا ہے جس کے ذریعہ سے جب وہ معجزہ نمائی کی دعا و استدعا کرتے ہیں تو خدا ان کے ہاتھوں پر معجزہ ظاہر کر دیتا ہے۔ چنانچہ امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں "ولکن علمنا اسماء من اسماء اللہ تعالیٰ نسئل بھا فنعطیٰ و ندعو فنجاب"۔ یعنی ہمیں اللہ کے اسماء میں سے کچھ اسمِ اعظم تعلیم دیئے گئے ہیں جب ہم ان کے ذریعہ سے سوال کرتے ہیں تو ہمیں مدعا مل جاتا ہے اور جب دعا کرتے ہیں تو قبول ہو جاتی ہے"۔
(دمعۂ ساکبہ ص۲۶۱)

واضح ہو کہ امام محمد باقرؑ نے کھجور کے خشک درخت سے جب اپنے اصحاب کو کھجوریں کھلائیں تو ایک بدو نے یہ معجزہ دیکھ کر کہا کہ آج میں نے بچشمِ خود جادوگر دیکھا ہے۔ اس وقت امام نے فرمایا ہم پر جھوٹ نہ بولو۔ ہم میں نہ کوئی جادوگر ہے اور نہ کاہن "ولکن علمنا اسما"۔ اسی بناء پر سرکار علامہ مجلسیؒ نے ہفتم بحار الانوار ص۱۵ پر ایک مستقل باب قائم کیا ہے جس کا عنوان ہے "ان عندھم الاسم الاعظم وبہ تظھر عنھم الغرائب" یعنی آئمہ اہلبیتؑ کے پاس اسمِ اعظم موجود ہے جس کے ذریعہ اُن سے عجائب و غرائب ظاہر ہوتے ہیں"۔ ظاہر ہے کہ یہ اسم اعظم ہر وقت ان کے پاس ہوتا ہے۔ اس بیان سے مؤلف کی وہ تمام غیر ضروری بحث بے سود و بے کار ہو کر رہ گئی جو انہوں نے ص۱۲۴ سے ص۱۲۹ تک کی ہے کہ

قوتِ معجزہ خدا نے انہیں زندگی بھر کے لئے عطا فرمائی ہے ______

علاوہ بریں ان کا دوسرے طریقہ والا استدلال بالکل بے جا اور غیر متعلق ہے۔ انبیاء کی اطاعت صرف مکلفین پر واجب ہے اس کا دوسری مخلوقات کے ساتھ کوئی تعلق ہی نہیں ہے آپ نے صفحہ ۱۲۵ پر تسلیم کیا ہے کہ "انبیاء و آئمہ کو اللہ نے پیدا کیا ہے ہدایتِ خلق کے لئے" ظاہر ہے کہ یہ مقصد اُسی وقت پورا ہو سکتا ہے جب یہ خلق ان کی اطاعت کرے علاوہ بریں واضح ہے کہ وجوب ہو یا حرمت اس کا تعلق مکلفین کے ساتھ ہی ہو سکتا ہے جیسا کہ آیتِ مبارکہ "یا ایہا الذین آمنو اطیعو اللہ و اطیعو الرسول و اولی الامر منکم" کا مفاد ہے۔

سوال نمبر ۶۲:۔ آپ نے اصول الشریعہ کا پانچواں باب شروع کرتے ہی صفحہ ۲۸۴ پر یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ "وہ مسائل جو چودہ سو سال سے متفق علیہ اعتقادی مسائل ہیں اختلاف کا بیج کس نے بویا ہے؟ کیا یہ سچ نہیں ہے کہ

اے بادِ صبا ایں ہمہ آوردۂ تست (صفحہ ۱۳)

جواب:۔ اگر آپ کا مقصد یہ ہے کہ اس اختلاف کا بیج سرکار علامہ مدظلہ نے بویا تو یہ سراسر غلط ہے اور افتراءِ محض ہے بلکہ اس کا بیج ان شیخی العقیدہ مبلغین و مقررین نے بویا ہے جن کی تقریروں اور تحریروں سے متاثر ہو کر سرکار علامہ مدظلہ کو ان کے خلاف قلم اٹھانا پڑا ______ اور چودہ سو سال کے متفق علیہ مسائل سے مراد یہ ہے کہ چودہ سو سال سے تمام علماءِ اعلام کا اس بات پر اتفاق رہا ہے کہ معجزہ کا فاعلِ حقیقی خدا ہے

اور فاعل مجازی نبی و امام۔ جیسا کہ اصول الشریعہ کے اِس پانچویں باب کے ناظرین کرام پر واضح و عیاں ہے۔

سوال نمبر ۱۶۳:۔ آپ اپنی کتاب کے صفحہ ۲۸۷ "در محل نزاع" معین کرتے ہوئے لکھتے ہیں "رہ جو کچھ نزاع ہے وہ صرف اِس بات پر ہے کہ نبی و امام کی طرف یہ نسبت (یعنی نسبت فعلِ معجزہ) آیا من باب الحقیقت ہے یا من باب المجاز"
ہم پوچھتے ہیں کہ جب کائنات کی ہر چیز کا خالق اللہ ہے اور جس چیز سے جو فعل صادر ہوتا ہے اس کی صلاحیت و قوت اللہ نے اسے دی ہے ـــــــ اور یقیناً یہ نسبت من باب الحقیقت ہے تو وہ کون ہے جو اس اعتبار سے معجزے کا فاعلِ حقیقی اللہ کو نہ مانتا ہو؟ ـــــــ
ـــــــ واضح ہو کہ آپ نے صفحہ ۲۸۵ تا صفحہ ۲۹۳ جن آیات قرآنیہ کو پیش کیا ہے ان سے جو کچھ ثابت ہوتا ہے وہ صرف یہ ہے
(۱) انبیاء و مرسلین اظہار معجزہ میں مشیت ایزدی کے تابع تھے ـــــــ
ـــــــ (۲) انبیاء و مرسلین اظہار معجزہ میں اِس امر کا خاص خیال رکھتے تھے کہ ہر پہلو سے ان کی عبدیت ظاہر ہوتی رہے ـــــــ
(۳) انبیاء و مرسلینؑ سے صادر ہونے والے معجزات باذن اللہ تھے ـــــــ
ـــــــ ان مطالب سے آپ کا وہ مقصد حاصل نہیں ہوتا کہ بقول آپ لوگوں کے نبی و امام کا کام معجزہ دکھانا نہیں ہے وہ تو صرف محلِ معجزہ ہوتے ہیں" ـــــــ اسی طرح جو احادیث آپ نے پیش کی ہیں اور جو بعض علماءِ حق کے اقوال پیش کئے ہیں ان سے بھی مذکورہ مطالب ہی

ثابت ہوتے ہیں ——— آپ نے صفحہ ۲۲۹ پر یہ آیت پیش کیا ہے "وما کان لرسول ان یاتی بایۃ الا باذن اللہ" اور کسی رسول کے لئے یہ نہیں ہے کہ وہ بغیر اذنِ خدا کوئی نشانی (معجزہ) پیش کرے ظاہر ہے کہ اس آیت میں لفظِ "اذن" کے دونوں معنیٰ مراد ہو سکتے ہیں یعنی قوت و صلاحیت عطا کرنا۔ اور اجازت دینا ——— لیکن اس سے یہ کہاں ثابت ہوتا ہے کہ اللہ نے اپنے رسولؐ کو معجزہ پیش کرنے کی مستقل طاقت و قوت عطا نہیں فرمائی؟

(۲) اسی طرح آپ نے صفحہ ۲۹۵ پر امام محمد باقر علیہ السلام کی ایک حدیث تحریر فرمائی ہے کہ ایک شخص نے آپ کا معجزہ دیکھ کر آپ کی جانب سحر کی نسبت دی تو امام نے فرمایا لا تکذبن علینا ——— ولکن علمنا اسماء ——— (وہی حدیث جو اوپر سوال نمبر ۱۶ کے جواب میں پیش کی جا چکی ہے) جناب مولانا! آپ نے اس حدیثِ معصوم پر غور نہیں فرمایا درحقیقت یہ تعلیم اسماء الٰہی ——— اشارہ ہے اس قوتِ اعجاز نمائی کی طرف جو بالعموم صاحبانِ اعجاز کو اور بالخصوص محمد و آلِ محمد علیہم السلام کو خدا کی جانب سے مستقل طور پر عطا ہوئی ہے ——— اس حدیث سے یہ کہاں سے ثابت ہوتا ہے کہ قوتِ معجزہ نمائی موجود نہیں ہے ——— (۳) اور اقوال علماءِ حق میں سے بھی ——— صرف ایک بزرگ کا قول ——— پیش کرتے ہیں کہ ان اقوال سے آپ کا دعویٰ نہیں بلکہ ہمارے نظریات صحیح ثابت ہوتے ہیں ——— پہلا قول

جناب مجلسیؒ کا آپ نے نقل فرمایا ہے "من اعتقد ان المعجزات والکرامات من فعل النبی والامام فلیس فی کفرہ ریب ولا شک"، یعنی جو شخص یہ اعتقاد رکھے کہ معجزات وکرامات نبی وامام کا فعل ہوتے ہیں اس کے کافر ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے" ـــــــ مجلسیؒ کے اس قول میں اُس شخص کا ذکر ہے جو نہ خدا کو مانتا ہو نہ نبی وامام کو مانتا ہو بلکہ معجزات وکرامات کو نبی وامام کی ذات سے منسوب کر کے بدگمانی کرتا ہو کہ کسی نامعلوم ذریعے سے انہوں نے یہ کام کیئے ہوں گے ـــــــ دوسرا قول علامہ مجلسیؒ اعلی اللہ مقامہ کا آپ نے یہ نقل فرمایا ہے "ان اللہ یفعلها مقارناً لارادتهم کشق القمر واحیاء الموتی وقلب العصا حیۃ وغیر ذالک من المعجزات فان جمیعها تقع بقدرتہ سبحانہ مقارناً لارادتهم لظهور صدقهم"، یعنی یقیناً اللہ تعالی معجزات کو ظاہر وصادر فرماتا ہے، حجج اللہ کے ارادے سے پیوستہ۔ جیسے چاند کا شق ہونا، مردوں کو زندہ کرنا اور چھڑی کو سانپ بنانا وغیرہ کیونکہ یہ تمام معجزات اللہ کی قدرت سے واقع ہوتے ہیں۔ نمائندگانِ خدا کے ارادوں سے متصل تاکہ ان کی سچائی ظاہر ہو، اس قول میں سرکار مجلسیؒ نے صاف طور پر فرمایا ہے کہ معجزات کا ظہور نمائندگان کے ارادے اور خدا کی قدرت سے ہوتا ہے ـــــــ ـــــــ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ جل شانہ نے قوتِ معجزہ نمائی اپنے نمائندوں کو عطا فرما دی ہے ـــــــ (ص ۱۳۵)

جواب:۔ اس سوال کے ابتدائی حصہ میں جو کچھ کہا گیا ہے کہ ہر چیز کا فاعل حقیقی خدا ہے۔

اس پر ہم سوال نمبر ۱۶ کے جواب میں مفصل تبصرہ کر چکے ہیں یہاں اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں وہاں رجوع کیا جائے۔

درمیانی حصہ میں آپ نے سرکار علامہ مدظلہ کی پیش کردہ آیات کا جو اجمالی جواب پیش کیا ہے اُسے جواب کہنا بھی دراصل جواب کی توہین ہے کون نہیں جانتا کہ معجزہ ہو یا غیر معجزہ انبیاء و آئمہ مشیت ایزدی کے تابع ہیں نیز وہ اپنے ہر قول و فعل سے ہر وقت کوشاں رہتے ہیں کہ ان کی عبدیت و بندگی اور خدا کی ربوبیت و معبودیت ظاہر ہو مگر ان باتوں کا اس سے کیا تعلق ہے کہ معجزہ نمائی کی طاقت و قوت خدا نے مستقل طور پر ان کو عطا فرمائی تھی۔ اور اظہار معجزہ ان کے دیگر افعالِ اختیاریہ کی طرح فعل اختیاری تھا؟ بلکہ معجزہ کے مطالبہ کے وقت ان ذواتِ مقدسہ کا کئی رکعت نماز پڑھ کر اور بارگاہِ قدرت میں دعائیں کر کے معجزہ ظاہر کرنا جہاں ان کی عبدیت و بندگی کی دلیل ہے وہاں اس بات کی بھی بیّن دلیل ہے کہ معجزہ خدا کا فعل ہے جسے وہ نبی و امام کی استدعا پر ان کے ہاتھوں پر ظاہر کرتا ہے ورنہ ایک بار نماز پڑھنے سے یا دعا مانگنے سے بندگی کا اظہار تو ہو جاتا ہے بار بار اِس فعل کے تکرار کی کیا ضرورت تھی؟ علاوہ بریں اس دعا و رجوع اِلی اللہ کا اگر وہ مطلب ہوتا جو پروفیسر صاحب نے بیان کیا ہے کہ "ان کی بندگی ظاہر ہو کوئی ان کو خدا نہ سمجھے" تو پھر وہ یوں دعا کرتے یا اللہ کیا تیری اجازت ہے ہم یہ معجزہ دکھائیں؟ مگر حقیقت اِس کے برعکس ہے وہاں تو ہر مقام پر وہ یہ دعا و استدعا کرتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ یا اللہ تو یہ کام انجام دے۔ یا اللہ سورج کو

واپس لڑتا۔ یا اللہ چاند کو دو ٹکڑے فرما، یا اللہ تو آسمان سے مائدہ نازل فرما،
یا اللہ تو اس مُردے کو زندہ فرما وغیرہ وغیرہ جیسا کہ کتب معجزات و مناقب
اس قسم کے واقعات سے پر ہیں اور اصول الشریعہ میں بھی مذکور ہیں۔ اس سے
واضح ہوتا ہے کہ نبی و امام بارگاہِ قدرت میں دعا و استدعا کرتے ہیں اور
قادرِ مطلق ان کے ہاتھوں پر معجزہ کو ظاہر کرتا ہے۔ ——— سرکار
علامہ مدظلہ، نے اصول الشریعہ میں اپنے موقف کے اثبات میں بیسیوں آیات
قرآنیہ، بیسیوں احادیثِ معصومیہ اور بیسیوں اقوالِ علمائے شیعہ پیش کئے ہیں
جن میں سے آپ نے برائے نام ایک آیت اور ایک روایت اور ایک قول کو
لے کر اس پر ایسا بودہ تبصرہ کیا ہے کہ عقل ماتم کرتی ہوئی نظر آتی ہے "اذن اللہ"
کے متعلق لکھا ہے کہ اس سے مراد "قوت و صلاحیتِ فعل عطا کرنا"، کیا
چہاردہ معصومینؑ میں سے کسی معصوم نے "اذن اللہ" کی یہ تفسیر بیان کی ہے؟
اگر کی ہے تو حوالہ درکار ہے ورنہ یہ تفسیر بالرائے ہونے کی وجہ سے مردود
اور حرام ہے۔ بلکہ اذن اللہ سے مراد "قدرۃ اللہ" یا "امر اللہ" ہے (ملاحظہ ہو تفسیر
مجمع البیان جلد ۱ ص ۱۹۰ طبع ایران) ——— اسی طرح امام محمد باقر علیہ السلام
والی روایت جس میں وارد ہے کہ "ہم میں نہ کوئی ساحر ہے نہ کاہن، لیکن ہمیں
اسمائے خدا میں سے کچھ اسماء کی تعلیم دی گئی ہے کہ ہم ان کے ذریعے سے
جو کچھ مانگتے ہیں وہ ہمیں دیا جاتا ہے اور جو دعا کرتے ہیں وہ قبول ہوتی ہے"
(ترجمہ شیفتہ صاحب ص ۱۲۳) "تعلیم اسماء الٰہی سے مراد "قوتِ اعجاز نمائی"
لینا جو صاحبانِ اعجاز کو خدا کی طرف سے مستقل طور پر عطا ہوتی ہے"

عجائباتِ روزگار سے ہے۔ حالانکہ اس کا صحیح اور سادہ مفہوم وہی ہے جس کی وضاحت ہم سوال نمبر ۱۶ کے جواب میں کر چکے ہیں۔ کہ ان اسمائی تعلیم سے "اسمِ اعظم" مراد ہے جس کے بہتر حرفوں میں سے بہتر خداوندِ عالم نے سرکار محمد و آلِ محمد علیہم السلام کو تعلیم دیئے ہیں انہی کے ذریعے سے ان سے معجزات کا ظہور ہوتا ہے جیسا کہ حضرت علامہ مجلسیؒ نے بنفسِ بحار جلد ۱۱ طبع قدیم ایران پر اعتراف کیا ہے فراجع ـــــــ باقی رہی حضرت علامہ مجلسیؒ کے ہر دو اقوال کی تاویلِ علیل اسے "رتنا ویل القول بما لا یرضی بہ قائلہ" کی بدترین مثال قرار دیا جا سکتا ہے۔ اگر سرکار مجلسیؒ زندہ ہوتے اور ان کے اقوال کے کوئی شخص یوں معنی پامال کرتا تو وہ سر پیٹ کر رہ جاتے۔ جہاں تک سرکار موصوفؒ کے پہلے قول کا تعلق ہے اس کا اُس شخص سے کیا تعلق جو نہ خدا کو خدا جانتا ہے اور نہ رسول کو رسول اور نہ امام کو امام مانتا ہے بھلا اُسے کیا پڑی کہ وہ معجزات و کرامات کو نبی و امام کا فعل قرار دے؟ ظاہر ہے کہ یہ سرکارؒ کا متعلقہ مسئلہ کے متعلق فیصلہ ہے کہ آیا معجزہ و کرامت کا فاعلِ حقیقی نبی و امام ہے اور یہ انہی کا فعلِ اختیاری ہے یا یہ خدا کا فعل ہے؟ تو سرکارؒ نے فیصلہ کر دیا کہ جو انہیں نبی و امام کا فعل قرار دے وہ کافر ہے کیونکہ امورِ تکوینیہ خدا کے قبضۂ قدرت میں ہیں۔ و بس ـــــــ اسی طرح دوسرے قول کا صاف و صریح مفہوم یہ ہے کہ جب لوگ، نبی و امام سے معجزہ طلب کریں اور وہ ارادہ کریں (یعنی خدا سے استدعا کریں) تو خداوندِ قدیر ان کے ارادہ کے ساتھ ہی اپنی قدرتِ کاملہ سے وہ خارقِ عادت

کام (معجزہ) ظاہر کر دیتا ہے۔ تاکہ ان کی صداقت و حقانیت ظاہر ہو جائے (اس سے یہ کس طرح ثابت ہوتا ہے کہ "وہ اللہ جل شانہٗ نے قوتِ معجز نمائی اپنے نمائندوں کو عطا فرما دی ہے"، آپ ذرا غور فرمائیں کہ اس طرح کی بعید از کار تاویلیں کر کے عوام کو تو دھوکہ و مغالطہ دے لیں گے۔ مگر جب کوئی اہلِ علم و فضل آپ کی یہ کارستانی دیکھے گا تو آپ کی عقل و فکر یا دین و دیانت پر ماتم نہیں کرے گا؟؟

آپ ہی اپنی اداؤں پہ ذرا غور کریں
ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہو گی

سوال نمبر ۶۴:۔ جناب مولانا! اب آپ ہی بتایئے کہ مذکورہ حقائق کے بعد آپ کی اس غیر ضروری بحث اور ناروا حملوں کی کیا ضرورت باقی رہ جاتی ہے ______ آپ لکھتے ہیں "ان بیانات سے یہ امر بھی پایۂ ثبوت تک پہنچ جاتا ہے کہ اعجاز نمائی کی کوئی ایسی طاقت نہیں جو معجز نمایں ودیعت کر دی گئی ہے جس کی بنا پر بالاستقلال یا باذن اللہ وہ ہر وقت معجزہ پیش کرتے رہتے ہیں بلکہ حسبِ ضرورت معجز نما خدا کی بارگاہ میں دعا و استدعا کرتا ہے اور خدائے قادر و قیوم اپنی قدرتِ کاملہ سے معجزہ کا اظہار کر دیتا ہے"

جنابِ محترم! اصل بات یہ ہے کہ آپ لوگ نبی و امام کو بھی اپنے ہی جیسا بشر اور اپنی جیسی صلاحیت و قوت کا انسان ثابت کرنا چاہتے ہیں ورنہ ابھی ابھی علامہ مجلسیؒ کا جو قول نقل ہوا ہے۔ اس میں بھی یہی بات کہی گئی ہے کہ فعل معجزہ میں ارادۂ معصوم سے متصل قدرتِ خدا ظاہر ہوتی ہے ______

جناب محترم! آپ نے اپنے مذکورہ جملے میں تو سطحیت کی انتہا ہی کر دی کہ
باذن اللہ بھی نبی و امام سے ظہور معجزہ کی نفی کر دی ـــــ یہ تو سراسر
حقیقت معجزہ سے انکار ہے ـــــ (اس کے بعد عالم جلیل
سید عبد الحسین کی ایک عبارت پر تبصرہ ہے ـــــ جو قبل ازیں
سوال نمبر ۶ میں تحریر ہو چکی ہے اور تبصرہ کا جواب بھی دیا جا چکا ہے) ـــــ
ـــــ آپ اپنی کتاب کے اسی صفحہ پر لکھتے ہیں "صاحب اعجاز
کا کام صرف دعا کرنا ہے۔ معجزے کا اظہار خدائے قہار کرتا ہے۔ پس فی الحقیقت
کسی خارق امر کی دعا و پکار اور اس کے نتیجے کے اظہار کا نام معجزہ ہے۔ اس
سے معلوم ہوا کہ معجزے کے اظہار میں نبی و امام کو اس حد تک دخل ہے کہ جب
ارادہ کریں تو خدا سے دعا و استدعا کرتے ہیں اور خدا ان کی استدعا کو رد نہیں
فرماتا" (اصول الشریعہ ص ۱۳۱)

لیکن ہم کہتے ہیں کہ یہ نظریہ عدم معرفت پر مبنی ہے نبی و امام کا دعا کرنا
اظہار عبدیت کے لئے اور یہ ظاہر و ثابت کرنے کیلئے ہوتا ہے کہ خدا کے
نمائندے ہیں ـــــ اور ان کا ارادہ تابع مشیت الٰہی ہے
ـــــ بہرحال وہ خدا کے نمائندے کی حیثیت سے اپنی نمائندگی
کو صحیح ثابت کرنے کے لئے معجزہ پیش کرتے ہیں ـــــ پھر
آپ لکھتے ہیں "لازم نہیں کہ وہ (نبی و امام) ہر وقت ہر شخص کی خواہش کے مطابق
مختلف معجزات دکھا دکھا کر اپنی بزم نبوت و امامت کو تماشہ خانۂ عجائب و غرائب
بنا ڈالیں" جناب محترم! یہ "تماشہ خانہ عجائب و غرائب" کی بات بھی خوب

کی. شاید آپ لوگوں کے نزدیک معجزہ دلیل حق نہیں بلکہ کوئی تماشہ ہوتا ہے
______ علاوہ بریں ہماری گذارش یہ ہے کہ اگرچہ یہ بات
درست ہے کہ ہر شخص کی خواہش کے مطابق ہر وقت معجزہ ضروری نہیں کیونکہ
نبی و امام مشیت ایزدی کے تابع ہوتے ہیں جب معجزہ دکھانا مقصد ہدایت
خلق کے لئے مفید و ضروری ہوتا ہے تب معجزہ پیش کیا جاتا ہے ____
______ تاہم ہر وقت معجزہ نہ دکھانے کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ
نبی و امام معاذاللہ قوت معجزہ نمائی سے محروم ہیں ______ بلکہ
حقیقت امر یہ ہے کہ اللہ نے جن لوگوں کو جو قوتیں عطا فرمائی ہیں. ان سب کا
حال یہی ہے کہ قوتیں تو ہوتی ہیں مگر ان کا اظہار حسب ضرورت ہی ہوتا ہے
مثلاً ہم میں اور آپ میں اللہ نے بولنے، لکھنے، دیکھنے، سننے وغیرہ کی قوتیں
عطا فرمائی ہیں لیکن ہم بروئے کار اُس وقت لاتے ہیں جب ضرورت ہوتی
ہے ______ آپ ان کی خداداد قوتِ معجزہ نمائی
سے انکار فرماتے ہیں. حالانکہ حقیقت امر یہ ہے کہ نبی و امام جو بذات خود
زندہ و پائندہ معجزہ ہیں جس کی وجہ سے انہیں آیات اللہ الکبریٰ کہا جاتا ہے
______ ہم پوچھتے ہیں کہ جب یہ ذواتِ مقدسہ خود
اپنی ذات میں معجزہ ہیں تو ان میں قوتِ معجزہ نمائی کے وجود سے آپ
کیسے انکار کر سکتے ہیں ______ لہٰذا قوت و صلاحیتِ معجزہ نمائی
کا نبی و امام میں من جانب اللہ مستقل طور پر موجود ہونا ثابت ہوتا ہے ____
انہی چند لفظوں کے ساتھ ہم اس باب کو ختم کرتے ہیں (ص ۱۴۳)

جواب:- ہم عرض کرتے ہیں کہ سابقہ سوالات کے ذیل میں اب تک جو حقائق ہم نے پیش کئے ہیں ان کے پیشِ نظر آپ کے ان موجودہ ایرادات کا کیا وزن باقی رہ جاتا ہے؟ سرکار علامہ مدظلہ نے ص۲۱ پر جو کچھ لکھا ہے وہی قرآن، آلِ محمدؐ کے فرمان اور علماءِ اعلام کے کلام کا خلاصۂ مرام ہے اور حضرت علامہ مجلسیؒ کے کلام کا صحیح مفہوم سوال نمبر ۲ کے جواب میں واضح کر دیا گیا ہے۔

"باذن اللہ" معجزہ دکھانے کی جس نفی پر آپ نے "انتہائی سطحیت" کا الزام عائد کیا ہے آپ اس فقرہ کا مطلب سمجھنے سے قاصر رہے ہیں آپ اس فقرہ کو "اعجاز نمائی کی کوئی ایسی طاقت و قوت نہیں ہے جو معجزہ نما میں ودیعت کر دی گئی ہو" کے ساتھ ملا کر پڑھیں تو مطلب بے غبار ہو جائے گا۔ اس سے علی الاطلاق باذن اللہ معجزہ دکھانے کی نفی مقصود نہیں ہے بلکہ ہر وقت ہر شخص کی خواہش پر دکھانے کی نفی مقصود ہے۔ سرکار علامہ مدظلہ نے جو یہ لکھا ہے کہ "رہنمائے اعجاز کا کام صرف دعا کرنا ہے الخ۔۔۔۔" اور آپ نے اسے عدم معرفت پر مبنی قرار دیا ہے آپ کا یہ اعتراض دراصل خدا اور رسول اور آئمہ طاہرینؑ پر ہے کیونکہ ان کے ارشادات سے تو یہی ظاہر ہوتا ہے کہ وہ معجزہ نمائی کے وقت بارگاہِ قدرت میں معجزہ ظاہر کرنے کی دعا کرتے ہیں اور وہ قادرِ مطلق اپنی قدرتِ کاملہ سے معجزہ ظاہر کرتا ہے۔ آپ کا یہ کہنا کہ یہ دعا صرف اظہار بندگی کے لئے ہے۔ اگر یہی مقصد ہوتا تو پھر کم از کم ایک نشست اور ایک ہی مجمع میں ایک بار ہی دعا و استدعا کر لینا کافی ہوتا۔ یہ ہر ہر بار دعا و استدعا کا تکرار بتاتا ہے کہ حقیقت حال وہی ہے جو سرکار علامہ مدظلہ نے بیان فرمائی ہے

کہ معجزہ قادر مطلق خدا کا فعل ہے جو نبی کی استدعا پر ظاہر کرتا ہے نیز اگر وہ مطلب ہوتا تو پھر صرف معجزہ دکھانے کا خدا سے اذن طلب کرتے اُس سے معجزہ ظاہر کرنے کی دعا والتجا نہ کرتے اور یوں نہ کہتے کہ یا اللہ یہ کر اور وہ کر۔ کما لا یخفیٰ

باقی رہا ہر وقت معجزہ دکھا دکھا کر تماشہ خانہ عجائب بنانے کا اعتراض تو جب آپ بھی مانتے ہیں کہ یہ درست ہے کہ "ہر شخص کی خواہش کے مطابق ہر وقت معجزہ دکھانا ضروری نہیں" پھر سوائے اِس کے کہ اِس عبارت میں ایک ثقیل لفظ ہے "تماشہ خانہ عجائب و غرائب" اور کیا قابلِ اعتراض بات ہے؟ اور جہاں تک اس لفظ کا تعلق ہے یہ بھی صاحبِ اصول الشریعہ کا اپنا نہیں بلکہ صاحب "الکلم الطیب" علاّمہ سیّد عبدالحسین طیب کا ہے جیسا کہ منقولہ عبارت کے ساتھ اصول الشریعہ میں مذکورہ کتاب کا حوالہ موجود ہے (ملاحظہ ہو اصول الشریعہ طبع دوم ص ۱۳۱ سطر ۱۹)

—— آخر کلام میں نبی و امام کے متعلق یہ جو کہا گیا ہے کہ "وہ اپنی ذات میں زندہ معجزہ ہیں۔ پھر ان میں قوتِ معجزہ کیوں تسلیم نہیں کرتے"؟ یہ خطابیت تو ہے مگر اسے استدلال نہیں کہتے۔ یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب وہ اپنی ذات میں زندہ معجزہ ہیں تو پھر آپ یہ بحث کیوں کرتے ہیں کہ "خدا نے مستقل طور پر قوت و صلاحیت معجزہ نبی و امام کو عطا کر دی ہے"۔ نیز جب کہ جب وہ مجسّم معجزہ ہیں تو پھر آپکی اس بحث

کی گنجائش کیا ہے؟ علاوہ بریں ہم عرض کرتے ہیں کہ کائنات عالم کی ہر چیز اپنی جگہ آیت اللہ ہے یعنی اللہ کے وجود کی نشانی ہے جیسا کہ کسی شاعر نے کہا ہے۔

؎ وفی کل شئ لہ آیۃ　　تدل علی انہ واحد

یعنی ہر چیز اللہ کی نشانی ہے جو بتاتی ہے کہ اللہ ایک ہے۔ صغریٰ و کبریٰ کی بحث کو چھوڑ دیجئے یہ تو ثابت ہو گیا کہ ہر چیز میں اللہ کی نشانی موجود ہے تو کیا پھر ہر چیز "معجزہ" قرار پائے گی؟ ما لکم کیف تحکمون؟

چھٹا باب

مسئلہ حاضر و ناظر

سرکارِ علامہ مدظلہ نے اصول الشریعہ میں ثابت کیا تھا کہ یہ صرف خداوندِ عالم کی شان ہے کہ بوجہ جسم و جسمانیات سے منزہ ہونے کے علمی و روحانی طور پر ہر جگہ حاضر و ناظر ہے ورنہ کوئی بھی مخلوق خواہ لطیف ہو یا کثیف ایک وقت میں ایک جگہ ہی ہو سکتی ہے۔ بیک وقت ایک سے زائد جگہ پر اس کا موجود ہونا اور اُسے پُر کرنا عقلاً محال ہے جس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا،، اسی طرح ناظر کے متعلق واضح کیا تھا کہ یہ بھی کھلم کھلا افراط ہے کہ "انبیاء و آئمہؑ کائناتِ علوی و سفلی کے تمام ظواہر و باطن پر کلاً و جزءً بالفعل ناظر اور عالم ہیں،، (ص ۲۲۰-۲۴۴)

اس باب میں پروفیسر صاحب نے کوئی سوال پیش نہیں کیا بلکہ دبے لفظوں میں اصول الشریعہ کے اندر سرکار علامہ مدظلہ کے بیان کردہ مطالب و حقائق کی تائید کی ہے۔ اگرچہ کھل کر اعلانِ حق کرنے کی توفیق نہیں ہوئی۔ چنانچہ پہلے حاضر و ناظر کے معنی بیان کئے اس کے بعد اعتراف کیا کہ "یہ صفتیں رب العزت کی خصوصی صفات ہیں اور اس کی جملہ صفات عین ذات ہیں لہٰذا کسی مخلوق کو انہی معانی میں ان صفات سے متصف نہیں کیا جا سکتا،، (تحقیق حق ص ۱۴۵ سطر ۱-۲)

بعدازاں ذکر کیا ہے کہ اس معنیٰ میں سرکار محمد وآلِ محمد علیہم السلام حاضر و ناظر ہو سکتے ہیں کہ ہر وہ کائنات میں جہاں چاہیں حاضر ہو سکتے ہیں اور کائنات کے بارے میں جو علم چاہیں خدا سے حاصل کر سکتے ہیں۔" (ص۱۴۵) ـــــــ پھر یہ بھی تسلیم کیا ہے کہ "ان حضرات کا علم رب العالمین کی طرح حضوری نہیں ہے ـــــــ بلکہ یہ حضرات جس چیز کا ارادہ کریں اس سے علم حاصل ہو سکتا ہے۔ ان کو توجہ و التفات کی ضرورت ہوتی ہے۔ ان کے علم میں مسلسل اضافہ ہوتا رہتا ہے ـــــــ لہذا ان کا علم نہ ذاتی ہے نہ حضوری" (ص۱۴۷ سطر ۴) کیونکہ "علم حضوری یعنی ہر وقت ہر ساعت اور ہر آن ہر چیز کا ہر حیثیت سے مکمّل و مستحضر علم رکھنا صرف واجب الوجود کے لئے مخصوص ہے ـــــــ کسی مخلوق و محدود کے لئے ایسا جامع علم ناممکن ہے" (ص۱۴۷ سطر ۱۰) اسے کہتے ہیں الحق یعلو و لا یعلی علیہ اور یہ ہے حق کی حقانیت و صداقت کا زندہ معجزہ۔

والحمد للّٰہ رب العالمین

ساتواں باب

علم الغیب

اس باب کے مندرجات کے ساتھ بھی پروفیسر صاحب اختلاف کرنے کی جرأت نہیں کر سکے بلکہ دبے لفظوں میں تائید ہی کی ہے۔ جس طرح سرکار علامہ مدظلہٗ نے اصول الشریعہ میں یہ لکھا تھا کہ اس سلسلہ میں تمام "نزاع لفظی ہے،، کیونکہ غالباً اس امر پر سب کا اتفاق ہے کہ بجز ذاتِ خداوندی اور کسی بھی مخلوق کو خواہ نبی ہو یا امام تمام مغیبات کا کلیتہً و جزئیتہً ازلاً ابداً علم نہیں ہے نہ بالذات اور نہ بتعلیم اللہ" اسی طرح اس پر بھی سب کا اتفاق ہے کہ بعض خاصانِ خدا بتعلیم اللہ بہت سے مغیبات پر اطلاع رکھتے ہیں اور یہ کہ یہ بزرگوار فی الجملہ ما کان وما یکون کے عالم ہیں" (ص ۳۶۴) پروفیسر صاحب نے بھی اسے نزاع لفظی تسلیم کرتے ہوئے اقرار کیا ہے "حقیقت بھی یہی ہے،، (تحقیقِ حق ص ۱۴۸ سطر ۱) سرکار علامہ مدظلہٗ نے لکھا تھا کہ "اختلاف صرف یہ ہے کہ جب بالاتفاق وہ مغیباتِ کثیرہ پر اطلاع رکھتے ہیں تو آیا ان کو عالم الغیب کہا جا سکتا ہے یا نہ،، (ص ۳۶۴) اور بعد ازاں دلائل کثیرہ سے ثابت کیا تھا کہ ان کو عالم الغیب نہیں کہا جا سکتا یہ لفظ خداوند عالم سے مختص ہے ——— پروفیسر صاحب کو بھی طوعاً کرھاً ان دلائل قاہرہ کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنا پڑا ہے لکھتے ہیں "مطلق طور پر عالم الغیب صرف خالقِ کائنات رب العالمین ہے،، (جلت عظمتہ) (ص ۱۵ سطر ۱۸)

الحمد للہ علی ظہور الحق و الحقیقۃ ——— الا ان حزب اللہ هم الغالبون

۔:۔

آٹھواں باب

معراجِ رسولِ اکرمؐ

سرکار علامہ مدظلہ نے اصول الشریعہ کے اس باب میں ثابت کیا تھا کہ یہ بات جناب پیغمبرِ اسلامؐ کے خصائص میں سے ہے کہ رات کے ایک حصہ میں بجسدِ عنصری عالمِ امکان کی آخری سرحد پر تشریف لے گئے اور بچشمِ ظاہر وہاں آیات و عجائبِ الٰہیہ کا مشاہدہ کیا اور یہ کہنا بالکل غلط ہے کہ جنابِ امیر علیہ السلام اس سفرِ معراج میں شریکِ رسولؐ تھے۔ بلکہ وہ بطورِ حجتِ خدا زمین پر تشریف فرما تھے۔ البتہ خدائے قدیر نے حجاب ہٹا دیئے تھے اور فرشِ زمین پر بیٹھ کر بھی جنابِ امیرؑ نے وہ کچھ مشاہدہ کیا تھا جو جنابِ رسولِ خداؐ نے فرازِ عرش پر دیکھا تھا اور یہ کہ خدا نے جنابِ رسولؐ سے شبِ معراج جو کلام کیا وہ جنابِ امیرؑ کے لہجہ میں تھا" اس باب میں بھی پروفیسر صاحب سپر انداز نظر آتے ہیں۔ مخفی انداز میں مذکورہ مطالب کی تائید و تصدیق ہی کرنے میں سلامتی دیکھی ہے چنانچہ لکھتے ہیں "پیغمبرِ اکرمؐ کی کچھ ایسی خصوصیات ہیں جو صرف حضورؐ اکرم کے ساتھ مخصوص ہیں۔ جیسے نبوت و رسالت، سب سے پہلے مخلوق ہونا اور جملہ فضائل و مناقب کی اصل ہونا وغیرہ وغیرہ۔ قرآن و حدیثِ کثیرہ سے ثابت یہی ہے کہ معراجِ جسمانی بھی آنحضرتؐ کی ——— خصوصیات میں

سے ہے۔ یہ اور بات ہے کہ امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کے لئے حجاباتِ ارض وسماوات اٹھا دیئے گئے اور آپ نے روئے زمین پر رہتے ہوئے معراجِ مصطفٰے کا منظر دیکھا۔ اور خود پیغمبرِ اکرمؐ نے فرازِ عرش سے علی مرتضیٰ کو برسرِ زمین دیکھا اُن کے لہجے میں کلامِ الٰہی سُنا"۔۔۔۔۔۔۔۔ (تحقیقِ حق ص ۱۵۳)

پھر لکھتے ہیں "لہذا شیعہ امامیہ اثنا عشریہ کے نزدیک صاحبِ معراج صرف رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم ہیں اور یہی تمام مسلمانوں کا متفقہ عقیدہ ہے۔ راقم الحروف کے خیال میں جن لوگوں نے امیر المومنینؑ کی عالمِ بالا میں موجودگی وغیرہ کا ذکر کیا ہے انہیں اِس بارہ میں وارد شدہ آیات کو سمجھنے میں اشتباہ ہوا ہے"۔ (ص ۱۵۳ سطر ۱۴)

حق واہلِ حق کی صداقت وفتح مندی کا یہ زندہ ثبوت ہے کہ کل کلاں تک اصول الشریعہ کے خلاف قلم اٹھانے والے ان ابواب کا نام نہاد جواب دینا بھی ضروری سمجھتے تھے مگر آج اس زمرہ کے ایک اہم شخص نے اصول الشریعہ کے تین ابواب کی تائیدِ مزید کر دی اور یہ اُن کی اپنی جماعت کے ان لوگوں پر زناٹے دار طمانچہ ہے۔ جن میں کچھ ایسے لوگ بھی شامل ہیں جو اس موجودہ کتاب اور بعض دوسری کتابوں کے ناشر بھی ہیں۔ انشاء اللہ ایک وقت آئے گا کہ تمام مخالفین اور ان کے مبلّغین وذاکرین اصول الشریعہ کے بیان کردہ تمام حقائق وعقائد کی صداقت وحقانیت تسلیم کرنے پر مجبور ہو جائیں گے۔

ع ذرا نم ہو تو یہ مٹی بہت زرخیز ہے ساقی

نیز ہم پروفیسر صاحب کو حق کے قبول کرنے پر مبارک باد پیش کرتے ہیں اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے اندر قبولِ حق کی فی الجملہ صلاحیت موجود ہے۔ اُمیدّ ہے

کہ ہماری اِس جوابی کتاب "ردِ توضیحِ حق" کو پڑھنے کے بعد ان کے جملہ شکوک و شبہات زائل ہو جائیں گے اور برملا حق و حقیقت کا اظہار و اقرار کر لیں گے۔ اے کاش! اگر وہ کتاب لکھنے سے پہلے سرکار علامہ مدظلہ سے بالمشافہ گفتگو کر لیتے تو کتاب لکھتے اور ایک خوابیدہ فتنہ کو از سرِ نو بیدار کرنے کی نوبت نہ آتی۔ ہماری دعا ہے کہ خداوندِ عالم سب کو حق کے تسلیم کرنے اور تسلیم کر کے زبان و قلم سے حق و حقیقت کے اعلان کی توفیق مرحمت فرمائے۔ بحقِ محمدؐ و آلِ محمدؐ علیہم السلام۔

نواں باب

الزامِ وہابیت

کچھ عرصے سے بعض "عبید الدنیا" قسم کے منبر و محراب کے اجارہ داروں نے چونکہ علمائے حق کو وہابی، وہابی کہہ کر ان کو بدنام کرنے کی مذموم مہم شروع کر رکھی تھی تو سرکار علامہ مدظلہ نے اصول الشریعہ کے اس باب میں شیعوں اور وہابیوں کے درمیان پورے ۴۲ عدد منافرات واضح کئے تھے اور یہ ثابت کیا تھا کہ شیعت اور وہابیت دو ایسی ضدیں ہیں جو ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتیں۔ لہٰذا "وہابی شیعہ" کی اصطلاح غلط محض ہے اب اس پر پروفیسر صاحب کا تبصرہ بصورتِ سوال اور ہمارا جواب ملاحظہ فرمائیں۔

سوال نمبر ۶۵ :- جنابِ محترم! آپ نے اپنی کتاب کے نویں باب (ص ۴۱۲ تا ص ۴۱۶) اپنے مخالفین محترم علمائے شیعہ کو جس طرح لعن و طعن کا نشانہ بنایا ہے کیا وہ دینی و اخلاقی و علمی حیثیتوں سے جائز ہے؟ ——— (ص)

جواب :- اس سلسلہ میں پہلی گذارش تو یہ ہے کہ اصول الشریعہ کے اس باب اور ان صفحات پر جن لوگوں کو رگیدا گیا ہے وہ "محترم علمائے شیعہ" کے مقدس زمرہ میں شامل نہیں بلکہ صرف بعض "روضہ خوان" قسم کے لوگ ہیں۔

اور دوسری گذارش یہ ہے کہ بمطابق ارشادِ قدرت "لا یحب اللہ

الجھر بالسؤ من القول الا من ظلم۔ (اللہ تعالیٰ بلند آواز سے بُرا بھلا کہنے کو پسند نہیں کرتا سوائے اس کے جس پر ظلم کیا گیا ہو) مظلوم کو شرعاً، اخلاقاً، ادباً، قانوناً ہر طرح ظالم کے خلاف لب کشائی کرنے، احتجاج کرنے، اس کے ظلم وجور کا برملا اظہار کرنے اور اس کے خلاف ثقیل زبان استعمال کرنے کی نہ صرف اجازت ہے بلکہ مستحسن بھی ہے۔ جو سلوک ان لوگوں نے علماءِ حق سے کیا ہے اس کے مقابلہ میں تو یہ الفاظ عشرِ عشیر بھی نہیں ہیں ——— جیسا کہ ہر ایک باخبر آدمی پر یہ حقیقت پوشیدہ نہیں ہے۔

سوال نمبر ۶۶:۔ کیا آپ نے ان حقائق پر بھی غور فرمایا جن کی بنا پر حمایتِ وہابیت کا الزام آپ پر اور آپ کے ہمنواؤں پر عائد کیا گیا ہے ——— ہم نشان دہی کرتے ہیں! دیکھئے آپ نے جو اپنے نظریات۔ اور وہابیوں کے نظریات کا فرق بیان کیا ہے وہ یہ کہ آپ ان کی طرح (۱) خدا کی جسمانیت کے قائل نہیں ——— ——— اگر آپ ان نظریات کے قائل نہ ہوتے تو ——— آپ سے ہم شیعہ عقائد و نظریات کی حدود میں رہ کر بحث نہ کرتے ——— لہذا حمایتِ وہابیت کا الزام ——— اپنے سے رد کرنا چاہتے ہیں تو ——— اس کی صرف تدبیر یہ ہے کہ آپ ان عقائد ——— سے اپنی برأت کا اعلان کر دیں جو وہابیوں کے عقائد سے ملتے ہیں ——— یعنی (۱) انبیاء و آئمہ طاہرین کو صرف حیوانِ ناطق سمجھنا (۲) ان کی نورانیت سے انکار کرنا (۳) انہیں امورِ تکوینیہ میں بے اختیار کہنا (۴) ان امور میں ان سے مدد مانگنے کو ناجائز کہنا (۵) ان کی قوتِ معجزہ نمائی سے انکار کرنا وغیرہ (ص ۱۵۵)

جواب :۔ اسلام کے اندر ایسی ضد کی کوئی گنجائش نہیں کہ اگر کوئی باطل پرست گروہ یا شخص کوئی صحیح بات کہے تو اُسے صرف اس بنا پر رد کر دیا جائے کہ وہ غلط گروہ یا شخص نے کہی ہے۔ بلکہ اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ "خذ ما صفا ودع ما کدر"، اچھی بات کو لے لو اور بُری بات کو چھوڑ دو۔ کہنے والا کوئی بھی ہو لہٰذا اگر کوئی وہابی یہ کہتا ہے کہ "خدا ایک ہے" اور "رسولِ اسلام خاتم الانبیاء ہیں" "قیامت حق ہے" وغیرہ وغیرہ تو کیا اِن باتوں کا محض اِس لئے انکار کر دیا جائے کہ کہنے والا وہابی ہے۔ غالباً ایسے ہی لوگوں کے لئے کہا گیا ہے۔

ایسی ضد کا کیا ٹھکانہ دین اپنا چھوڑ کر
ہم ہوئے کافر تو وہ کافر مسلمان ہو گیا

اگر پروفیسر صاحب کی کمزور نگاہ ہیں وہ چودہ عدد فرق الزام وہابیت کے ازالہ کے لئے کافی نہیں ہیں جو اصول الشریعہ میں گنوائے گئے ہیں (حالانکہ وہ چودہ معصومینؑ کے ماننے والوں کے لئے کافی ہیں) تو ان کے پیش کردہ پانچ عقائد کے متعلق جو فرقہ شیعہ اور وہابیہ ہیں نمایاں فرق ہیں۔ ہم اس کی وضاحت بھی کئے دیتے ہیں (۱) وہابی آئمہ کو صرف انسان یعنی حیوانِ ناطق مانتے ہیں اور ہم انسان ہونے کے ساتھ ساتھ انکو عصمتِ کبریٰ کا تاجدار بھی مانتے ہیں (۲) وہابی ان ذواتِ مقدسہ کی نورانیت کے بالکل منکر ہیں اور ہم ان کی بشریت کے ساتھ ساتھ نورانیت کے بھی قائل ہیں (۳) وہابی انبیاء و آئمہ کو امورِ تکوینیہ سے بالکل لاتعلق سمجھتے ہیں اور ہم ان امور میں ان کی شفاعت و سفارش کے قائل ہیں (۴) وہابی امورِ تکوینیہ میں انبیاء و آئمہؑ

کی مدد کے بالکل منکر ہیں جب کہ ہم مقام وسیلہ ہیں ان کی مدد کو بالکل جائز اور درست جانتے ہیں (۵) وہابی آئمہ کے معجزات کے سرے سے منکر ہیں جب کہ ہم بذریعہ اسم اعظم بارگاہِ خدا سے معجز نما اور ہزاروں معجزات کا حامل جانتے ہیں اور ان تمام باتوں کی وضاحت اصول الشریعہ اور اس زیر نظر کتاب کے سابقہ ابواب میں کر دی گئی ہے۔ اتمامِ حجت کے لئے اتنا کافی ہے اگر اب بھی کسی شخص کی تسلی نہیں ہوئی اور وہ اہلِ حق علماء اعلام شیعہ خیر البریہ کو "وہابی" کہہ کر اپنی آخرت تباہ کرنا چاہتا ہے تو ہمیں اُس سے کوئی شکوہ و شکایت نہیں وہ جانے اور اس کا خدا جانے

جب توقع ہی اُٹھ گئی غالبؔ
کیوں کسی کا گلہ کرے کوئی

سوال نمبر ۶۷:۔ جنابِ محترم! کیا وہابی تحریک کو بین الاقوامی طور پر تمام مسلم ممالک میں ترویج دینے کے لئے منظم کام نہیں کیا گیا؟ اور اب بھی یہ نہیں کیا جا رہا؟ (صفحہ ۱۵۶)

جواب:۔ سرکار علامہ مدظلہ کو اور ہمیں اِس بات کا قطعاً کوئی علم نہیں ہے۔ ہمارا اس گروہ سے نہ کبھی تعلق رہا ہے اور نہ آئندہ ہوگا انشاء اللہ۔ واللہ علیٰ ما اقول وکیل ______ اگر جناب کے اِس فرقہ کے ساتھ کچھ خصوصی روابط ہیں اور ان کے عزائم وارادوں کا کچھ علم ہو تو ہمیں بھی اپنی معلومات سے نوازیں۔ ہم سپاس گذار ہوں گے۔

سوال نمبر ۶۸:۔ کیا عراق کا شیخ محمد خالصی اسی بین الاقوامی تحریک کا ایجنٹ نہیں تھا؟ کیا خالصی نے شیعہ قوم میں عظیم تفرقہ ڈالنے کی کوشش نہیں کی؟ کیا اُس نے اپنی ڈیڑھ اینٹ

کی مسجد الگ نہیں بنائی ؟ یا اُس نے جنت البقیع میں واقع مزاراتِ معصومین کو مسمار کرنے پر اپنی پسندیدگی کا اظہار نہیں کیا ؟ ——— جنابِ محترم! یہ بھی یاد رکھیئے کہ خالصی کی ایک کتاب سے اس کے جن نظریات کو آپ نے پیش کرکے اس کی حمایت کرنا چاہی۔ ان سے اس شخص کی وہ گمراہیاں چھپائی نہیں جاسکتیں جن کی بنا پر ہم اُسے غیروں کا ایجنٹ کہتے ہیں (ص ۱۵۶)

جواب :- ہم خداوندِ عالم کو حاضر ناظر جان کر حلفیہ کہتے ہیں کہ ہم اپنے علم اور اپنی دانست کے مطابق شیخ خالصی مرحوم کو ایک جیّد شیعہ عالم اور مجتہد اور بے لوث خادمِ دین اور مظلوم مؤید شرع متین جانتے ہیں اور علی وجہ البصیرت کہتے ہیں کہ جو شخص (شیخیوں کی تقلید اور ان کی خوشنودی حاصل کرنے کی خاطر) ایسے عالمِ دین کو غیروں کا ایجنٹ کہتا ہے وہ "مفتری و کذاب" ہے جس کی سزا شریعتِ مقدسہ میں اسی ۸۰ کوڑے ہے (علاوہ اخروی عذاب کے) جن الزامات کا آپ نے تذکرہ کیا ہے ہم چوتھے باب میں سوال نمبر ۵۸ کے جواب میں ان پر تبصرہ کرکے ان کا بے بنیاد ہونا ثابت کر چکے ہیں ——— اتنا تو آپ نے بھی تسلیم کر لیا ہے کہ خالصی مرحوم کی جس کتاب (احیاء الشریعہ) سے سرکار علّامہ مدظلہ، نے اصول الشریعہ میں اُن کی حمایت کی ہے وہ کتاب اور اس کے مندرجات درست ہیں ان میں کوئی ایسی بات نہیں جس سے اِن کو بُرا بھلا کہا جاسکے۔ اب آپ کا فرض ہے کہ صرف سُنی سُنائی باتوں یا غلط طور پر ان کی طرف منسوب کردہ باتوں سے نہیں بلکہ خود خالصی مرحوم کی اصل کتابوں سے ایسے حوالہ جات پیش کریں

جن سے ثابت ہو کہ وہ شیعی عقائد کا ناشر و مبلغ نہیں بلکہ اغیار کا ایجنٹ ہے (معاذ اللہ) اگر آپ نے ایسا کر لیا تو ہم جہاں ان سے اعلانِ برأت کریں گے وہاں آپ کو حقِ زحمت کے طور پر منہ مانگا انعام بھی دیں گے مگر یہ یاد رکھیں کہ ایسا کرنا قیامت تک آپ کے بس کا روگ نہیں ہے۔

نہ خنجر اُٹھے گا نہ تلوار اُن سے

یہ بازو مرے آزمائے ہوئے ہیں

سرکار شیخ محمد خالصی مرحوم کے رگ و ریشہ میں اپنے اُس عظیم والد آیۃ اللہ شیخ مہدی خالصی کا خون گردش کر رہا تھا جن کے بارے میں دنیا کو علم ہے کہ انگریزوں نے استحصال عراق کے متعلق ان سے فتویٰ حاصل کرنے کی خاطر ڈپوں، پونڈوں اور ڈالروں کے ڈھیر لگا دیئے تھے مگر سرکار موصوف نے اُنہیں پائے استحقار سے ٹھکرا دیا تھا لیکن ناجائز فتویٰ دینا گوارہ نہیں کیا تھا اگر العیاذ باللہ شیخ خالصی بک سکتے تو سب سے زیادہ پیسے تو شیخیوں کے پاس ہیں جنہوں نے پاکستان کے کئی ناکارہ ونالائق لوگوں کو بھی پچاس پچاس ہزار روپے کی بھاری رقوم خرچ کرکے خریدا ہے (جیسا کہ آپ کے بعض ہم نوالہ و ہم پیالہ لوگوں کے متعلق ہمارے پاس دستاویزی ثبوت موجود ہیں) وہ ان کو بھی خرید لیتے۔ مگر ہاں نے اب تک کوئی ایسا فرزند جنا ہی نہیں ہے جو دوسرے علمائے حق کی طرح خالصی مرحوم کے قلم کا ایک شوشہ یا بیان کا ایک جملہ خرید سکے۔ والحمد للہ علی احسانہٖ

سوال نمبر ۶۹:۔ کیا موجودہ زمانے میں ایران کا ابوالفضل برقعی اور ان کے ہمنوا ایسے ہی لوگ نہیں جو قوم کو اندرونی طور پر اس کے عقائد و نظریات میں اختلاف پیدا

کر کے نقصانِ عظیم پہنچانا چاہتے ہیں ـــــ (ص ۱۵۶)

جواب :- ہم چوتھے باب کے سوال نمبر ۵۸ کے جواب میں واضح کر چکے ہیں کہ معتبر ذرائع سے ثابت ہوا ہے کہ اس شخص کا میلان تفریط و تقصیر کی طرف ہے لہذا اب ہمارا اُس سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔

سوال نمبر ۷:- کیا برقعی جیسے شخص کو "مجاہد کبیر" اور "علامہ خبیر" کہنا اس کے ساتھ آپ کی ذہنی وابستگی کو ظاہر نہیں کرتا۔ حالانکہ گذشتہ صفحات میں ہم واضح کر چکے ہیں کہ برقعی مسلّماتِ شیعہ کا منکر ہے؟ ـــــ (ص ۱۵۷)

جواب :- واقعاً یہ القاب اُس شخص کے ساتھ ذہنی وابستگی کو ظاہر کرتے ہیں اور آج سے آٹھ سال پہلے "جب وہ تفریط کے راستہ پر نہیں چلا تھا" یہ وابستگی موجود تھی مگر آج جب کہ وہ شخص فی الجملہ بدل چکا ہے تو یہ ذہنی وابستگی بھی تبدیل ہو چکی ہے اور علاّمہ صاحب مدظلہٗ مناسب وقت پر اس کی تلافی بھی کر دیں گے انشاء اللہ۔ مخفی نہ رہے کہ سرکار علاّمہ مدظلہٗ کی اور ہماری یہ رائے کی تبدیلی آپ کے رسالہ "تحقیقِ حق" کے فراہم کردہ معلومات پر مبنی نہیں بلکہ اس سے قبل قم مقدسہ کے بعض افاضل طلبہ کی خط و کتابت اور دیگر ذرائع پر فراہم شدہ اطلاعات پر مبنی ہے۔

دسواں باب

شیعوں پر اتہامِ شیخیت

سرکار علامہ شیخ محمد حسین صاحب قبلہ مجتہد العصر مدظلہ نے اصول الشریعہ کے دسویں باب میں یہ ثابت کیا تھا کہ جو در پیشہ ور مفررین علماء محققین کو "مقصرہ" اور "وہابی" کہتے ہیں وہ خود "شیخی العقیدہ" اور مفوضہ ہیں اور جو لوگ ان لوگوں کے دامِ ہمرنگِ زمین میں گرفتار ہیں وہ بھی انہی عقائد کے حامل ہیں۔

شیخ احمد احسائی کا مختصر تعارف

یہ شیخ احمد احسائی (جس کے نام سے یہ فرقہ مشہور ہے اور اس کے پیش کردہ عقائد و نظریات کا قائل و مروج ہے) بحرین کے قریب چھوٹی سی عرب ریاست "احساء" کا رہنے والا ہے ۱۱۶۶ھ میں پیدا ہوا اور ۱۲۴۱ھ میں فوت ہوا ابتدائی تعلیم اپنے علاقہ میں حاصل کی اور تکمیل عراق و ایران کے مشہور علماء سے کی۔ یہ شخص عالم ہونے کے ساتھ بظاہر زاہد اور متورع بھی تھا جس کی وجہ سے اس کا دینی اور تبلیغی حلقوں میں احترام کیا جاتا تھا علاوہ بریں یہ شخص علم معقول میں خاصا درک رکھتا تھا اور فلاسفر یونان سے عقیدت رکھتا تھا جب اُس نے میدانِ تحریر میں قدم رکھا تو اُس کی بعض تحریروں نے علمی حلقوں کو چونکا دیا مگر علماء نے اپنے سابقہ حسنِ ظن کی بنا پر پہلے تو تاویلیں

لیکن مگر عجیب اُس نے یکے بعد دیگرے بعض عقائدِ فاسدہ کی ترویج شروع کی اور بعض اعلام نے بالمشافہ اُس سے وضاحت طلب کی لیکن یہ اپنے پیش کردہ مسائل کی نہ کوئی معقول تاویل کرسکا اور نہ ہی اُنہیں صحیح ثابت کرسکا تو اُس دور کے اعلام نے اس کی "تکفیر" فرمائی جن میں درج ذیل حضرات نمایاں ہیں۔

۱۔ عمدۃ المجتہدین ملا محمد صالح برغانی مولف مجالس المتقین

۲۔ شیخ الفقہاء شیخ جعفر کبیر کاشف الغطاء

۳۔ استاذ المجتہدین شیخ محمد حسن نجفی صاحب جواہر الکلام

۴۔ افتخار الفقہاء آقا سید مہدی اعلی اللہ مقامہٗ

۵۔ فخر المجتہدین سرکار شریف العلماء اعلی اللہ مقامہٗ

۶۔ حضرت آقائے دربندی اعلی اللہ مقامہٗ واشالہم

یہ تمام تفصیلات کتابِ مستطاب قصص العلماء علامہ ابوالحسن تنکابنی مطبوعہ تہران سے ماخوذ ہیں

موجودہ دور کے تمام بڑے بڑے مراجع تقلید شیعیانِ جہان نے اس شخص کو "ضال"، و "مضل"، (یعنی خود گمراہ اور دوسروں کو گمراہ کرنے والا) قرار دیا ہے اور اس فرقے کی کتابوں کی نشر و اشاعت اور خرید و فروخت کو حرام قرار دیا ہے۔

ذیل میں موجودہ دور کے چند اہم مراجع عظام کے فتاوی پیش کئے جاتے ہیں۔

۱۔ جناب حجۃ الاسلام والمسلمین آیۃ اللہ العظمیٰ السید ابوالقاسم الخوئی مدظلہ العالی تحریر فرماتے ہیں

"مخفی نہ رہے کہ ان اشخاص (یعنی شیخ احمد احسائی۔ کاظم رشتی اور

کریم خان کرمانی وغیرہ) مذکورین کی کتابیں ایسے غلط مطالب پر مشتمل ہیں جو واقعیت اور حقیقت کے مخالف ہیں نیز وہ مطالب ضلالت و گمراہی کا موجب ہیں لہذا ان کتابوں کی نشر و اشاعت اور خرید و فروخت جائز نہیں ہے:

دستخط و مہر شریف

۲۔ حجۃ الاسلام آیۃ اللہ السید عبداللہ شیرازی مدظلہ العالی تحریر فرماتے ہیں۔

"شیخ احسائی وغیرہ کے بیان کردہ مطالب اور ان کی کتابوں کی نشر و اشاعت حرام ہے کیونکہ یہ کتابیں اور ان میں بیان کردہ مطالب لوگوں کی گمراہی اور ضلالت کا باعث ہوں گے۔

دستخط و مہر شریف

۳۔ حجۃ الاسلام آیۃ اللہ آقا نصر اللہ المستنبط فرماتے ہیں۔

"بندہ نے ان اشخاص "شیخ احمد احسائی وغیرہ" کی تمام کتب کا مطالعہ کیا ہے۔ یہ کتابیں ایسے غلط اور باطل مطالب پر مشتمل ہیں جو حدود مذہب سے باہر ہیں لہذا ان کی نشر و اشاعت اور خرید و فروخت جائز نہیں"

دستخط و مہر شریف

۴۔ حجۃ الاسلام آیۃ اللہ آقا سید محمد باقر الصدر مدظلہ العالی فرماتے ہیں۔

"جو کتب شیخ احمد احسائی۔ کاظم رشتی اور کریم خان کرمانی کی طرف منسوب ہیں وہ ایسے باطل مطالب پر مشتمل ہیں جو امامیہ اثنا عشریہ کے نقطہ نظر سے متفق نہیں لہذا ان پر اعتماد کرنا اور ان کے مندرجات پر عقیدہ رکھنا جائز نہیں۔

دستخط و مہر شریف

۵۔ حجۃ الاسلام والاسلام والمسلمین آیۃ اللہ العظمیٰ آقا السید روح اللہ الخمینی مدظلہ العالی

"ان کتابوں کی نہ تو نشر واشاعت کرنا چاہیئے اور نہ ہی خریدنا چاہیئے"

دستخط و مہر شریف

۶۔ حجۃ الاسلام آیۃ اللہ آقا السید عبد الاعلیٰ سبزواری مدظلہ العالی فرماتے ہیں۔

"برادرانِ ایمانی رفع اللہ تعالیٰ شانہم اگر اس فرقہ شیخیہ کی کتابوں کو دقتِ نظر سے ملاحظہ کریں تو وہ خود تصدیق کریں گے کہ شیخیہ کا اصل مذہب بھی بے بنیاد ہے اور اس مذہب کی خصوصیات سے نہ خدا راضی ہے نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور نہ ہی آئمہ معصومین راضی ہیں ——— " دستخط و مہر شریف

نوٹ:- (اصل فتاوی مولانا سید محمد حسین صاحب زیدی برسٹی چنیوٹ کے پاس محفوظ ہیں۔ صاحبانِ تحقیق ملاحظہ فرما سکتے ہیں ہم نے بنظرِ اختصار ترجمہ پر اکتفا کی ہے)

اب رہی یہ بات کہ اس فرقہ کے وہ کون سے عقائد ہیں۔ جن کی بنا پر علماءِ اعلام نے انہیں کافر یا کم از کم ضال و مضل قرار دیا ہے؟ تو جواباً عرض ہے کہ دس عدد عقائدِ فاسدہ تو وہ ہیں جو اصول الشریعہ کے دسویں باب میں مذکور ہیں (جن پر تبصرہ اور جواب تبصرہ عنقریب آرہا ہے) ——— مزید برآں بعض عقائد یہ ہیں

۱۔ شیخ کہتے ہیں کہ اللہ کی کنہ حقیقت معلوم نہیں اس لئے اس کا تصور تو کیا نہیں جا سکتا اس لئے نماز کی سورۃ الحمد میں "ایاک نعبد وایاک نستعین" پڑھتے وقت حضرات آئمہ طاہرین کا قصد کرنا چاہیئے۔ چنانچہ اپنے رسالہ "خطابیہ" میں اس سوال "کہ نماز گذار "ایاک نعبد وایاک نستعین" پڑھتے وقت کس کا قصد کرے آیا خدا کا جو غیر مدرک ہے یا کسی اور ہستی کا؟" کے جواب میں لکھتے ہیں

"واقول اعلم ان اللہ سبحانہٗ لا یدرک من تعرف ذاتہٖ بکل اعتبار وانما یدرک بما تعرف بہ لعبدہ فکل شئ یعرفہ بما تعرف بہ الی ان قال والیہ الاشارۃ لقول الحجۃ علیہ السلام فی دعاء رجب ومقاماتک التی لا تعطیل لہا فی کل مکان یعرفک من عرفک لا فرق بینک وبینہا الا انہم عبادک وخلقک فہذہ المقامات التی دعاک الیہا فتوجہ الیہا قلبک فتجدہ عندہا وتعبدک بان تدعوہ بہا وتعبدہ فیہا الخ" ——— (مطلب وہی ہے جس کا ماحصل اوپر مذکور ہے۔

۲۔ شیخ کہتے ہیں کہ پیغمبر اسلام کو جسدِ عنصری کے ساتھ نہیں بلکہ جسم "ہورقلیائی" کے ساتھ معراج ہوئی جسم کی خاک "عالم خاک" میں، ہوا عالم باد میں، آگ کرۂ آتش میں اور پانی کرہ آب میں تحلیل ہو گیا جب عرش پر پہنچے تو آپ کا وہ جسم لطیف تھا جو جسمانی و روحانی کے بین بین تھا اور جب معراج سے واپس لوٹے تو ان اجزاء کو ہمراہ لیتے آئے۔ چنانچہ شیخ اپنے رسالہ "قطیفیہ" میں لکھتے ہیں۔

"عند ارادۃ صعودہ یجوز احتمالان فی الواقع ہما سواء فی الظاہر والاول ابعد من العقول والاخیر اقرب فالاول ان الصاعد کلما صعد القی منہ فی کل رتبۃ ما فیہا مثلاً اذا اراد تجاوز کرۃ الہواء القی ما فیہ من الہواء فیہا واذا اراد تجاوز کرۃ النار القیٰ ما فیہ منہا فیہا واذا رجع اخذ مالہ من کرۃ النار فاذا وصل کرۃ الہواء اخذ مالہ من الہواء الخ" ———

(مطلب وہی ہے جو اوپر مذکور ہے)

۳۔ تمام مسلمانوں کے مسلّمہ عقیدہ کے برخلاف شیخ احسائی کا حشر و نشر کے متعلق

بھی یہی عقیدہ ہے کہ ہر آدمی جسم "ہورقلیائی" کے ساتھ بروزِ قیامت محشور ہوگا۔
چنانچہ وہ اپنے رسالہ "شرح عرشیہ" اور "شرح زیارتِ جامعہ" میں بذیل "واجسادکم
فی الاجساد" لکھتے ہیں " اعلم وفقك اللہ ان الانسان له جسدان وجسمان
فالجسد الاول فهو ما تألف من العناصر الزمانية وهذا الجسد كالثوب يلبسه
الانسان ويخلعه (الی ان قال) وان الجسد الثانی وهو الجسد الباقی فی القبر و
هو الطينة التی خلق منها ويبقی فی قبره اذا اكلت الارض الجسد العنصری
وتفرق كل جزء ولحق باصله فالنارية تلحق بالنار والهوائية تلحق بالهواء
والترابية بالتراب وهذا الجسد هو الانسان الذی لا يزيد ولا ينقص
(الی ان قال) وهذا الجسد هو من ارض "هورقليا" وهو الجسد الذی فيه
يحشرون ويدخلون به الجنة والنار الخ......" (مطلب وہی ہے جو اوپر
مذکور ہے)

۴۔ تمام اہلِ اسلام کا متفق علیہ عقیدہ ہے کہ خداوندِ عالم کا علم ذاتی کائنات کی تمام
کلیات وجزئیات کو محیط ہے اور اس کا علم خلقتِ اشیا سے پہلے اسی طرح ہوتا ہے
جس طرح خلقت کے بعد ہوتا ہے مگر اس کے برعکس شیخ احسائی کا عقیدہ یہ ہے
کہ خدا کو جزئیات کا علم ان کی خلقت سے پہلے نہیں ہوتا بعد از خلقت علم حادث
سے جانتا ہے چنانچہ وہ شرح عرشیہ میں لکھتے ہیں " فذاته سبحانه علم بحت
ولا معلوم واياك ان تقول انه عزوجل عالم بها فی الازل لانها ليست
فی الازل" (مطلب وہی ہے جو اوپر مذکور ہے۔ کذا فی رسالة حياة النفس
وغيرها)

اسی لئے بڑے بڑے علماءِ اعلام نے شیخ احسائی کے اِس خلافِ اسلام اور فلسفۂ یونان کے موافق اس نظریہ کی بڑے شد و مد کے ساتھ رد کی ہے (ملاحظہ ہو "کفایۃ الموحدین" از فاضل سید اسماعیل النوری جلد ۱ از صـ۱۶۷ تا صـ۲[illegible]۔ حدیقۂ سلطانیہ از حضرت سید العلماء اعلی اللہ مقامہٗ جلد ۱ طبع لکھنؤ۔

یہ ہیں شیخ احمد احسائیؒ کے وہ فاسد اور ضروریاتِ دین کے مخالف نظریات جن کی بنا پر بعض علماءِ اعلام نے اُسے کافر اور بعض نے کم از کم "ضال مضل" قرار دیا ہے مگر "عابر در تحقیقِ حق" کے دعویدار شیخیوں کی وکالت کرتے ہوئے لکھتے ہیں "ہمارے علماءِ کرام میں سے جن حضرات نے ایسے فتوے دیئے ہیں ان کے بارے میں گمان غالب یہی ہے کہ انہوں نے ان پر لگائے ہوئے الزامات پر تو نظر کی لیکن ان جوابات پر غور نہیں فرمایا جو علماءِ شیخیہ نے اپنی کتابوں میں لکھے ہیں" (صـ۱۶۰) اس عبارت سے اس قدر تو ثابت ہے کہ شیفتہ صاحب یہ تسلیم کرتے ہیں کہ علماءِ اعلام عراق و ایران نے شیخ و شیخیت کے خلاف فتوے صادر فرمائے ہیں۔

پروفیسر صاحب! آپ نے اپنی کتاب صـ۱۶۰ پر مذکورہ بالا عبارت کے چند سطور بعد خود لکھا ہے کہ "کسی شخص یا جماعت کے واقعی عقائد وہ ہوتے ہیں جن کا وہ خود اقرار یا اظہار کرے نہ وہ جنہیں اس کے مخالفین اس کی طرف منسوب کریں" تو جب یہ عقائد خود شیخ احسائیؒ کی کتابوں میں موجود ہیں جنہیں ہم نے پیش کر دیا ہے تو کیا یہ بات "ان کے لئے اس کے خلاف فتویٰ دینے کے لئے کافی نہیں ہے؟ انہیں اس کی کیا ضرورت ہے کہ وہ اس کے چیلوں چانٹوں کی بے جا تاویلات پر وقت ضائع کریں وہ ہم اور آپ سے بہتر اپنی شرعی تکلیف و ذمہ داری کو سمجھتے ہیں۔ علماءِ اعلام کے

متعلق بدگمانی آپ کے ایمان کی کمزوری کی دلیل ہے۔ علاوہ بریں واضح رہے کہ اگر شیخ کی عبارت اور اس کے ظاہری مفہوم کو معتبر نہ سمجھا جائے بلکہ تاویلوں کا دروازہ کھول دیا جائے تو دنیا میں نہ کوئی بدکار رہے گا اور نہ کوئی کافر و مشرک۔ کیونکہ یہ لوگ بھی اپنے کفر و شرک کے جواز میں تاویلیں کیا کرتے ہیں اور مولوی لوگ تو ماشاءاللہ اس سلسلہ میں سب سے بڑھے ہوئے ہیں

وۓ تاویل شاں در حیرت انداخت
خدا و جبرئیلؑ و مصطفےٰ را

_____ یہ ہیں شیخ احسائی کے باطل و غیر اسلامی نظریات جن کے وکیل صفائی کا کردار جناب پروفیسر شیفتہ صاحب ادا کر رہے ہیں۔ کبھی انہیں "مذہب شیعہ کا ایک فرقہ" قرار دیتے ہیں (ص ۱۵۸) اور کبھی ان کی یوں مدح سرائی کرتے ہیں کہ "علماءِ شیخیہ اصول و مسلماتِ اسلام بالخصوص اصول و مسلماتِ شیعہ اثنا عشریہ میں سے کسی بات کا انکار نہیں کرتے" (ص ۱۵۹) معلوم ہوتا ہے کہ ؏ منصور کے پردہ میں خدا بول رہا ہے

اب قارئین کا کام ہے کہ وہ مراجع تقلید کے قول پر بھروسہ کریں یا ۔۔۔ کالج کے ایک پروفیسر صاحب کی بات پر اعتبار کریں۔

اس کے بعد وکیل صفائی نے ان دس عدد عقائدِ باطلہ کی صفائی پیش کرنے کا بیڑا اٹھایا ہے جنہیں سرکار علامہ مدظلہ نے اصول الشریعہ میں شیخی عقائد ظاہر کر کے ان کی رد کی تھی لیکن قبل اس کے کہ ہم پروفیسر صاحب کے تبصروں پر تبصرہ کریں پہلے ان کی طرف سے اٹھائے گئے چند ذیلی سوالات کے جوابات عرض کرتے ہیں۔

سوال نمبر ۱:۔ جنابِ محترم کیا یہ حقیقت نہیں کہ کسی شخص یا جماعت کے واقعی عقائد

وہ ہوتے ہیں جن کا وہ خود اقرار یا اظہار کریں نہ وہ نہیں اس کے مخالف اس کی طرف منسوب کریں (ص۱۶۱)

جواب:۔ ہمیں اس اصول کی صداقت و سچائی میں کوئی کلام نہیں۔ اس لئے ہم نے اس فرقۂ ضالہ و مضلہ کے صرف انہی عقائدِ باطلہ پر تنقید کی ہے جو اس فرقہ کے بانی یا اس کے بڑے بڑے ارکان کی کتابوں میں پائے جاتے ہیں جن کا انہوں نے خود اقرار و اظہار کیا ہے۔

سوال نمبر۲:۔ جنابِ محترم! مذکورہ اصول کے مطابق کیا آپ حضراتِ شیخیہ کی کتابوں سے ان کی مکمل تشریحات سمیت ان کا کوئی ایسا عقیدہ پیش کر سکتے ہیں جو قرآن و حدیث اور احادیثِ معصومینؑ کی رُو سے صراحتاً یا نتیجتاً کفر و شرک ہو؟؟

جواب:۔ علاوہ ان دس عدد عقائدِ باطلہ کے جو اصول الشریعہ میں مذکور ہیں ہم نے مزید برآں ان کے چار عقائد یہاں پیش کر دیئے ہیں ذمہ دار علماءِ شیعہ یعنی مجتہدین عراق و ایران ان عقائد کو غیر اسلامی سمجھتے ہیں جناب اس کے باوجود ان کو مشرف باسلام فرمادیں تو کچھ تعجب کی بات نہیں کیونکہ ؎

این کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

سوال نمبر۳:۔ جنابِ محترم! کیا آپ اور آپ کے ہم خیال۔ ان لوگوں کے مشرک و کافر ہونے کا فتویٰ دیتے ہیں جو اللہ جل شانہٗ کو ہاتھ پاؤں والا اور مجسم مانتے ہیں۔ (ص۱۶۱)

جواب:۔ نہ ہم نے شیخیوں کو کافر کہا ہے اور نہ ان لوگوں کو کافر کہتے ہیں جن کا آپ نے تذکرہ کیا ہے ہاں چونکہ ہمارے مراجع تقلید نے شیخیوں کو کافر و ضال و مضل قرار دیا ہے۔ ہم اسے نقل کر دیتے ہیں مگر ہمارے علما نے ان لوگوں کے متعلق فتویٰ نہیں دیا جن کا آپ نے

تذکرہ کیا ہے اس لئے ہم بھی خاموش ہیں اگرچہ یہ عقائد باطل ہیں۔

سوال نمبر ۷۴:۔ کیا آپ اور آپ کے ہم خیال ان لوگوں کے مشرک و کافر ہونے کا فتویٰ دیتے ہیں جو اللہ جل شانہ کے ساتھ اس کی صفات کو قدیم و ازلی تسلیم کرتے ہیں؟ (ص ۱۶۲)

جواب:۔ اس کا جواب سوال نمبر ۳، کے جواب سے ظاہر ہے تکرار کی ضرورت نہیں ہے۔

ہمیں تو ان سوالات سے افتراق بین المسلمین کے خلافِ اسلام فاسد جذبہ کی بُو آتی ہے خدا خیر کرے

سوال نمبر ۷۵:۔ اگر آپ ایسے فتوے نہیں دیتے ——— تو ہم پوچھتے ہیں کہ بے چارے شیخیہ ——— نے محبتِ اہل بیت کے سوا اور کیا قصور کیا ہے کہ آپ انہیں کافر و مشرک و گمراہ وغیرہ کہتے ہوئے نہیں تھکتے ہیں ——— اگر آپ کے عقیدہ کے مطابق "اکثر مدعیانِ تشیع شیخی العقیدہ" ہیں تو کیا آپ مختصر سی جماعت کے سوا تمام شیعہ ——— کو کافر و مشرک ——— سمجھتے ہیں؟ ——— تو اس کا صاف صاف اعلان کیوں نہیں کرتے ——— (ص ۱۶۲)

جواب:۔ بقول آپ کے "ان بے چاروں" کا جو کچھ قصور ہے وہ ان کے پیش کردہ عقائد و نظریات سے واضح و عیاں ہے

کلہ سوگند اور گواہ کی حاجت نہیں مجھے

اور ان کو کافر و مشرک اور گمراہ مراجعِ تقلید علماءِ عراق و ایران نے کہا ہے جو یہ کہنے کے اہل بھی ہیں ——— اصل شیخی تو وہ پیشہ ور مقرر و محرر ہیں جو سب کچھ جانتے ہوئے دنیاوی لالچ کی خاطر شیخیت کی ترویج و تائید

کر رہے ہیں۔ باقی رہے سادہ لوح عوام جو ان کے دام تزویر میں پھنسے ہوئے
ہیں تو وہ چونکہ در مستضعفین" کے زمرہ میں ہیں لہٰذا ان پر کوئی فتویٰ عائد
نہیں ہو سکتا۔

سوال نمبر ۶ :- جنابِ محترم! آپ نے اصول الشریعہ میں جا بجا "پیشہ ور مقررین" کی نامناسب
رٹ لگا کر شیعہ علماءِ کرام و مبلغینِ دینِ اسلام کی توہین کی ہے ہم پوچھتے ہیں کہ گذشتہ
پانچ چھ سال سے خود آپ کا پیشہ کیا ہے؟ کیا خود آپ کی ظاہری آمدنی کا سب
سے بڑا ذریعہ بھی تقریریں کرنا نہیں؟

جواب :- جناب کو معلوم ہونا چاہیئے کہ پیشہ ور مقررین ان لوگوں کو کہا جاتا ہے جو سرکار
سید الشہداء کے خونِ اقدس کی سودے بازی کر کے پڑھتے ہیں۔ اللہ کا شکر ہے کہ
سرکار علامہ مدظلہ کا دامن اِس بدنما دھبے سے پاک ہے وہ اِس سودہ بازی کو
حرام جانتے ہیں وہ صرف قربۃً الی اللہ خدمتِ دین سمجھ کر مجالس پڑھتے ہیں اور
اگر کوئی مومن قربۃً الی اللہ ان کی خدمت میں کچھ پیش کر دے تو وہ قبول کر لیتے
ہیں۔ اور ان کی آمدنی کا ظاہری بڑا ذریعہ بھی صرف تقریریں نہیں۔ بلکہ ان کی تصنیف
کردہ کُتب اور خداداد جائداد ہے ؎

لگے مُنہ چِڑھانے دیتے دیتے گالیاں صاحب
زبان بگڑی تو بگڑی تھی خبر لیجے دہن بگڑا

سوال نمبر ۷ :- جنابِ محترم! آپ لکھتے ہیں "پیشہ ور مقررین اور ان کے دامِ تزویر
میں پھنسے ہوئے (بظاہر) مومنین کی کھیپ مفوضہ اور شیخیہ کے باطل عقائد کی
حامل اور مروّج ہے" ہم پوچھتے ہیں کہ اس عبارت کا صاف ——— مطلب

بھی نہیں کہ آپ شیعہ کی ۹۹ فی صد اکثریت کو مومنین نہیں سمجھتے ______ اگر ایسا ہے تو جب اُن کے درمیان مجلسیں پڑھنے جاتے ہیں تو منبر سے صاف صاف کیوں نہیں کہتے کہ "تم بظاہر مومن ہو اور حقیقت میں تم باطل عقائد کے حامل و مروّج ہو" کیا آپ کا زبان و قلم کا تضاد دام تزویر اور زمانہ سازی نہیں؟ (ص ۱۶۳)

جواب :- نہیں۔ اس عبارت کا یہ مطلب ہرگز نہیں جو آپ بیان کر رہے ہیں بلکہ اس کا صحیح مطلب وہ ہے جو ابھی اوپر سوال نمبر ۵ کے جواب میں واضح کر دیا گیا ہے یا ابھی اوپر سوال نمبر ۶ کے جواب میں بھی عیاں کر دیا گیا ہے۔ یہ سوالات جیسے کچھ علمی ہیں وہ ظاہر ہیں۔ کوئی عقل کی بات کریں۔

سوال نمبر ۷ :- جناب محترم! ہم نے یہ دیکھا ہے اور سُنا ہے کہ اپنی تقریروں میں بار بار نعرۂ حیدری لگواتے ہیں (بلکہ یوں کہیں کہ مومنین وحدیں آگر خود لگاتے ہیں نا اہل) حالانکہ آپ نے اپنی کتابوں میں جن عقائد کو زور شور سے ثابت کرنا چاہا ہے وہ یہ ہیں (۱) آپ محمد و آلِ محمد علیہم السلام کا انسان سے زیادہ کوئی مقام تسلیم نہیں کرتے ______ (۲) آپ کے نزدیک محمد و آلِ محمد علیہم السلام کا اُمورِ تکوینیہ سے کوئی تعلق نہیں ______ (۳) آپ ان ذواتِ قدسیہ کو سفارش کی غرض سے پکارنا جائز قرار دیتے ہیں ____ جبکہ خالصی و برقعی سفارش کی غرض سے پکارنا حرام جانتے ہیں ______

اس مقام پر ہم ایک روایت ______ روضۃ الکافی سے پیش کرتے ہیں ترجمہ :- ایک دفعہ ہم حضرت امیر المومنینؑ کے ساتھ تھے کہ زمین کو

سخت زلزلہ آیا پس امیر المومنینؑ نے زمین کی طرف اشارہ کر کے فرمایا ٹھہر جا،
کیا ہوا تجھے (اور زلزلہ رُک گیا) پھر ہم لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا
"اگر یہ وہ زلزلہ ہوتا جس کے بارے اللہ نے (قرآن میں) فرمایا ہے
تو زمین مجھ سے اپنے احوال بیان کرتی لیکن یہ وہ قیامت کا زلزلہ نہیں تھا۔
_______ اس کے بعد جاننا چاہیئے کہ اس حدیث سے
محمد و آلِ محمد علیہم السلام کا وہ تصرف ۱؎ اقتدار بھی ثابت ہوتا ہے _______ اور
امورِ تکوینیہ پر ان کا اختیار بھی مسلّم ہوتا ہے _______ ۳۔ ان میں قوتِ معجزہ نمائی
کا مستقل طور پر موجود ہونا بھی _______ ۴۔ اور ان کا مافوق البشر
ہونا بھی بالیقین ثابت ہوتا ہے _______ (ص ۱۶۷)

جواب:۔ اگر خداوندِ عالم نے سرکار علامہ مدظلہ کو تدریس و تحریر کے علاوہ تقریر کا بھی ملکہ
عطا فرمایا ہے اور لوگ ان کی تقریریں سُن کر عش عش کر اُٹھتے ہیں اور اُنہیں فرمائشی
نعرے نہیں لگوانے پڑتے بلکہ خود بخود لوگ نعرے لگاتے ہیں۔ اگر آپ ایسی
کامیاب تقریر نہیں کر سکتے تو اس میں سرکار علامہ کا کیا قصور ہے۔

آپ جو بار بار یہ کہتے ہیں کہ سرکار علامہ مدظلہ اہلِ بیتؑ کو یہ سمجھتے ہیں
اور وہ سمجھتے ہیں بار بار غلط بیانی کر کے کیوں اپنی آخرت کو خراب کرتے ہیں۔

ع یہ راز نہیں اب راز رہا سب اہلِ گلستاں جان گئے

کہ سرکار علامہ مدظلہ حضراتِ محمد و آلِ محمد علیہم السلام کو انسانِ کامل معصوم اور
افضل الکائنات جانتے ہیں _______ ۲۔ امورِ تکوینیہ میں ان کو خدا و خلق
کے درمیان وسیلہ و شفیع جانتے ہیں _______ ۳۔ لطورِ وسیلہ

ان کی مدد و نصرت کو صحیح سمجھتے ہیں ——— باقی رہی وہ روایت جسے آپ نے پیش کیا ہے۔ اُس سے صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ انسانِ کامل جو قیامت کے زلزلہ کے وقت زمین سے باتیں کرے گا اور زمین اُس سے باتیں کرے گی وہ جنابِ امیر علیہ السلام ہی ہیں ——— جیسا کہ سورہ زلزال میں وارد ہے۔ اس سے اُمورِ تکوینیہ (خلق و رزق و موت و حیات) پر ان کا اقتدار کہاں سے ثابت ہو گیا؟ اور ان کا مافوق البشر ہونا کہاں سے مسلّم ہو گیا جب کہ آیتِ مبارکہ میں "وقال الانسان" وارد ہے کہ "ایک انسان کہے گا" بلکہ اِس سے تو ان کا انسان اور بشر ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اس میں یہ کہاں لکھا ہے کہ جنابِ امیرؑ نے بارگاہِ الٰہی میں دعا نہیں کی؟ (اور دعا کے لئے کوئی دیر نہیں لگتی) تاکہ مستقل طور پر ان میں قوتِ معجزہ تسلیم کی جائے! ——— جب کہ مدینۃ المعاجز میں یہ وضاحت ہے کہ آنجنابؑ نے دو رکعت نماز و دعا کے بعد یہ معجزہ دکھایا تھا۔

سوال نمبر ۷۹:۔ جنابِ محترم! آپ نے اپنی کتاب اصول الشریعہ کے صفحہ ۴۲۵ پر بجنبالِ خرد عقائدِ فاسدہ کے ذیل میں علّامہ شیخ عبد العلی ہروی، اور علامہ محمد سبطین ——— کا نام لینے کی جرأت نہ کرتے ہوئے بھی صاف صاف انہیں کو موردِ الزام ٹھہرایا ہے۔ اس کے بارے میں ہم صرف یہ پوچھنا چاہتے ہیں کہ انہوں نے کوئی نیا مذہب پیش کیا تھا ——— (ص ۱۶۷)

جواب:۔ جب سرکار علامہ مدظلہ نے اِس صفحہ پر کسی شخص کا نام نہیں لیا تو آپ کس طرح یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ اِس سے مراد جناب شیخ ہروی اور مولانا سید محمد سبطین

ہی ہیں ؟ ؎ سرِ خدا کہ عارفِ سالک بکس نگفت
در حیرتم کہ بادہ فروش از کجا شنیدہ،

اور اگر بالفرض یہی حضرات مراد ہوں تو پھر آپ سرکار علامہ مدظلہ سے کیوں پوچھتے ہیں کہ کیا انہوں نے کوئی نیا مذہب پیش کیا تھا؟ آپ یہ سوال سرکار علامہ سید ابوالقاسم رضوی، سرکار علامہ سید علی الحائری، سرکار ناصر الملت علامہ سید ناصر حسین صاحب قبلہ لکھنوی، سرکار ظہور الملت علامہ سید ظہور حسین صاحب قبلہ اور سرکار علامہ غلام حسنین کنتوری وغیرہم علماءِ اعلام و اساطین اسلام سے کریں کہ انہوں نے زبان وقلم سے ان حضرات کی کیوں مخالفت کی تھی؟ اور کیوں ان کے عقائد پر تنقیدِ شدید فرمائی تھی؟ کیونکہ

ع ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی

علاوہ بریں ہم پوچھتے ہیں کہ کیا جناب ہروی اور جناب سرسوی معصوم ہیں کہ ان پر تنقید حرام اور ناجائز ہے؟ یا ہمارے سرکار علامہ مدظلہ ہیں کہ یہی ہے کہ وہ آپ کے زمانہ میں موجود ہیں؟ ع مباش منکرِ غالب کہ در زمانہ تست

سوال نمبر ۸:- جناب محترم آپ نے بقولِ خود "عقائدِ فاسدہ" کے ذیل میں جنہیں آپ نے شیخیہ کا مخصوص عقیدہ کہا ہے ——— پہلا عقیدہ "علیحدہ نوع" والا بیان کیا ہے ——— ہم آپ کو یقین دلاتے ہیں کہ زمانہ سرورِ کائنات سے لے کر آج تک تمام ——— اسی عقیدے کے حامل رہے ہیں ——— وہ ان مقدس ہستیوں کو معصوم اور بالائے نوعِ انسان سمجھتے ہیں پس یہ شیخیہ کا خصوصی عقیدہ نہیں ہے اور کس طرح

سے فاسد ہے؟ ـــــــــ اسی نظریۂ بشریتِ رسولؐ کی وجہ سے لوگوں نے خطا و نسیان اور حد یہ کہ ـــــــــ عیوب و عصیان کو بھی رسولِ اکرمؐ کی جانب منسوب کیا ہے ـــــــــ آپ نے خود ص ۱۸ پر تسلیم کیا ہے کہ "رنگیلا رسول" جیسی رسوائے زمانہ کتاب ایسے ہی لوگوں کی کتابوں سے لکھی گئی ہے ـــــــــ کیا یہی بشریتِ رسولؐ کا نظریہ وہ نہیں جس کی وجہ سے ہر کس و ناکس کو دعوئ نبوت کرنے کی جرأت ہوئی (ص ۱۶۹)

جواب:۔ کتنا بڑا افترائے عظیم ہے یہ کہ "زمانہ رسالت سے آج تک تمام شیعہ نبی و امام کی علیٰحدہ نوع کے قائل رہے ہیں ـــــــــ کبرت کلمۃ تخرج من افواھھم ان یقولون الا کذباً ـــــــــ ہم بلا خوفِ تردید دعویٰ سے کہتے ہیں کہ شیخ احمد احسائی سے پہلے نبی و امام کی علیٰحدہ نوع کے عقیدے کا نام و نشان بھی قومِ شیعہ اثنا عشریہ میں نہیں تھا! ہاں البتہ ہمیشہ سے شیعہ نبی و امام کی عصمت کے قائل رہے ہیں اور یہ ہمارے پروفیسر صاحب کا خود ساختہ مفروضہ ہے کہ نبی و امام کو معصوم ماننے سے ان کی نوع علیٰحدہ ہو جاتی ہے ہم پہلے اور دوسرے باب میں اس خیالِ باطل کا بطلان واضح و عیاں کر چکے ہیں اور بتا چکے ہیں کہ اگر "انسان" کے ساتھ عصمت کے لگ جانے سے نوع علیحدہ بن جائے تو خود انسانوں کے اندر بیسیوں نوعیں نکل آئیں گی اِنسانِ معصوم، انسانِ غیر معصوم، انسانِ عاقل، انسانِ غیر عاقل، انسان خوبصورت، انسانِ بدصورت، انسانِ مالدار، انسانِ غیر مالدار وغیرہ وغیرہ ـــــــــ شیخ احمد احسائی اس طرح ان کی نوع علیحدہ جانتا ہے

کہ ان کو بنی آدم سے مافوق مخلوق قرار دیتا ہے۔ چنانچہ اپنی کتاب شرح زیارت
صفحہ ۲۸۵ پر لکھتا ہے۔ "وکذلک النوع ظاهراً والا ففی الحقیقة هم خلق فوق
بنی آدم" "یعنی سرکار محمد و آلِ محمد علیہم السلام ظاہراً انسانی نوع میں داخل ہیں ورنہ
درحقیقت بنی آدم سے مافوق ہیں"۔ (یعنی اولادِ آدم نہیں معاذ اللہ) اسی صفحہ پر
ان کی انسانی وضع وصورت کو بمنزلہ لباس قرار دیا ہے جیسے آدمی کبھی اتار دیتا
ہے اور کبھی زیبِ تن کر لیتا ہے۔ کیا اسی معنی میں پروفیسر صاحب ان ذواتِ قدسیہ
کی نوع کے علیحدہ ہونے کے قائل ہیں؟؟

نیز واضح ہو کہ نظریۂ بشریتِ رسول نے لوگوں کو نہ خطا و نسیان اور نہ گناہ و
عصیان پر آمادہ کیا ہے اور نہ ہی اس نظریہ نے ہر کس و ناکس کو دعوائے نبوت
پر آمادہ کیا ہے اور نہ ہی اس نظریہ نے رنگیلا رسول لکھوائی ہے بلکہ یہ سب
کارستانی نبی کو معصوم اور عالم علم لدنی نہ تسلیم کرنے کی ہے۔

سوال نمبر ۱۸:۔ جنابِ محترم! آپ نے اِس سلسلہ میں جو دوسرا عقیدہ شیخیہ کا بیان کیا ہے
وہ "تفویض" ہے۔ لیکن ہم پوچھتے ہیں کہ آپ نے تیسرے باب میں خود یہ تسلیم
نہیں کیا ہے کہ تفویض کی تمام شکلیں باطل نہیں ہیں؟ —— کیا آپ کی کتاب
اصول الشریعہ کے صفحہ ۱۵۶ پر سرکار مجلسی اعلی اللہ مقامہ کا یہ قول منقول نہیں ہے
—— کہ چھٹی قسم تفویض کی اختیارِ عطا و منع ہے —— زبعد
ازاں سرکار کے قول کو مسخ کر کے پیش کیا ہے! —— تعجب
ہے کہ آپ نے شیخ موسیٰ اشیخی کی کتاب احقاق الحق کے صفحہ ۲۹۲ سے
جو ان کا قول نقل کیا ہے خود اسی قول میں محمد و آل محمد علیہم السلام کے صرف اسی

تصرف و اقتدار کا ذکر ہے اور اُس تفویض استقلالی کی صراحۃً نفی موجود ہے جو ممنوع اور موجبِ کفر ہے ــــــ افسوس آپ اس صحیح عقیدے کو "خرافات" کہتے ہیں" ــــــ (ص۱۷۱)

جواب:۔ باوجودیکہ تفویض کی کئی قسمیں ہیں جن میں بعض ممنوع ہیں اور بعض درست ہیں مگر دیکھنا یہ ہے کہ شیخیہ کس قسم کی تفویض کے قائل ہیں؟ سو واضح ہو کہ وہ امور تکوینیہ (خلق و رزق اور امانت و احیاء وغیرہ) میں تفویض کے قائل ہیں جو بالاتفاق غلط اور موجبِ شرک ہے۔ چنانچہ خود شیخ احسائی نے شرح زیارتِ جامعہ میں ص۲۸۰، ۲۸۱ پر یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ اگر آئمہ اہلِ بیتؑ کو خالق و رازق مانا جائے تو یہ غلو و تفویض نہیں ہے ــــــ فرق صرف اس قدر ہے کہ وہ ان امور میں تفویض استقلالی کے قائل نہیں بلکہ "تفویض آلی و غیر استقلالی" کے قائل ہیں اور اصول الشریعہ کے تیسرے باب میں ناقابلِ رد دلائل سے ثابت کیا جا چکا ہے کہ ہر دو قسم کی تفویض باطل اور موجبِ شرک ہے لہٰذا یہ عقیدہ فاسد اور خرافات میں داخل ہے۔ پروفیسر صاحب کی بے جا وکالت اسے صحیح ثابت نہیں کر سکتی! امام رضا علیہ السلام فرماتے ہیں "القائل بالتفویض مشرک" تفویض کا قائل مشرک ہے (عیون الاخبار)

سوال نمبر۸۲:۔ آپ نے اس سلسلہ میں تیسرا عقیدہ "مظاہر اسماء اللہ" کا بیان کیا ہے ــــــ یعنی شیخیہ محمد و آلِ محمد علیہم السلام کو اللہ جل شانہٗ کے اسماءِ حسنٰی کا مظہر تسلیم کرتے ہیں ــــــ ہم پوچھتے ہیں کہ اللہ جل شانہٗ کے اسماءِ حسنٰی اس ذاتِ واجب کے اسماء صفاتیہ نہیں جن سے اس کی کسی صفت کا اظہار ہوتا ہے ــــــ کیا شیعہ و سنی

دونوں فریقوں کے درمیان مشہور ــــ یہ حدیث آپ نے نہیں سنی کہ "تخلقوا باخلاق اللہ" ــــ تو جب عام مسلمانوں کے لئے یہ حکم ہے تو کیا حجج اللہ خود اس سے عاری ہو سکتے ہیں؟ ــــ لہذا انہیں مظاہر اسماء الٰہیہ کہنے میں کیا حرج ہے؟ ــــ کیا آپ کے یہ خیالات وہابی نظریات کے مطابق نہیں ــــ؟ (ص۲۰۰)

جواب:۔ "تخلقوا باخلاق اللہ" کا صاف و سادہ مطلب صرف یہ ہے کہ صفات حمیدہ اپنے اندر پیدا کرو اور صفاتِ رذیلہ سے اپنے دامن کو بچاؤ۔ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات اپنے اندر منعکس کرو۔ کیونکہ اس کی صفات اسی کے ساتھ مختص ہیں وہ قابلِ نقل و انتقال نہیں ہیں مگر یہ حضرات اپنے مزعومہ "انسانِ کامل" صوفیہ اپنے "مرشد و عارفِ کامل"، اور شیخیہ اپنے "امامِ کامل" میں جس قسم کی مظہریت کے قائل ہیں وہ سراسر کفر و شرک ہے یعنی وہ یہ کہتے ہیں کہ اللہ سے براہِ راست کسی صفت کا ظہور نہیں ہوتا۔ بلکہ اس کی صفت کے لئے مخلوق میں سے ایک مظہر ہوتا ہے جس سے وہ صفت ظاہر ہوتی ہے مثلاً اللہ خالق ہے تو کسی مخلوق سے اس صفت کا ظہور ہوگا۔ وہ رازق ہے تو اس کا ظہور بھی کسی مخلوق سے ہوگا وہ محی و ممیت ہے تو ان صفات کا ظہور بھی کسی مظہر سے ہوگا ــــ تو جس طرح لفظِ اللہ جامع جمیع صفات کمالیہ ہے تو جو ولی "ہوگا وہ اس اسم (اللہ) کا مظہر ہوگا یعنی وہ مکمل طور پر خدا کا اوتار ہوگا۔ چنانچہ یہی مطلب و مفہوم جابجا شیخ احسائی اور اس کے مریدوں کی کتابوں میں بکھرا پڑا ہے ملاحظہ ہو شرح الزیارت ص۲۸۹ تا ص۲۹۲ ــــ

شرح القصیدہ کاظم رشتی صہ اور فطرتِ سلیمہ کرمانی صہ ۲۵۳ وغیرہ وغیرہ لہذا یہ عقیدہ نہ صرف باطل ہے بلکہ کفر ہے اور فلاسفۂ یونان اور صوفیوں (دشمنانِ آلِ محمدؐ) کے مطابق ہے اس لئے مومن ایسے عقیدے کو قبول نہیں کر سکتا۔ اگر شیفتہ صاحب کا یہی عقیدہ ہے تو انہیں توبہ کرنی چاہیئے۔

سوال نمبر ۸۳:۔ جنابِ محترم! آپ نے اس سلسلہ میں چوتھا عقیدہ علم غیب والا قرار دیا ہے۔ آپ لکھتے ہیں "شیخ احمد احسائی نے جابجا اپنی کتب میں آئمہ اہلِ بیتؑ کے عالم الغیب ہونے کے عقیدہ کا ذکر کیا ہے البتہ وہ ان کو بالذات نہیں بلکہ بتعلیم اللہ عالم الغیب جانتے ہیں الخ......" (اصول الشریعہ صہ ۴۹)

———— ہم پوچھتے ہیں کہ آخر شیخ احمد احسائی کے مذکورہ عقیدے میں کیا خرابی ہے؟ شیخ مرحوم نے جو کچھ لکھا ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ آئمہ اطہار کو نہ مطلقاً عالم الغیب مانتے ہیں نہ بالذات عالم الغیب کہتے ہیں وہ تو انہیں غیب اضافی کا عالم بتعلیم خداوندی تسلیم کرتے ہیں؟ ————

———— محمد و آلِ محمد علیہم السلام کو اگر اضافی طور پر عالم الغیب کہا جائے بتعلیم اللہ۔ تو یہ غلط کیسے ہو سکتا ہے؟ ———— (صہ ۱۷۲)

جواب:۔ اس حد تک تو بات قابلِ قبول ہے کہ سرکار محمد و آلِ محمد علیہم السلام بتعلیم اللہ بہت سے مغیبات پر اطلاع رکھتے ہیں مگر جو بات باعثِ اختلاف ہے وہ یہ ہے کہ اس اضافی علم کی بنا پر ان کو "عالم الغیب" کہنا درست ہے یا نہ؟ سرکار علامہ مدظلہ نے اصول الشریعہ کے ساتویں باب میں ناقابلِ رد دلائل سے یہ ثابت کیا ہے "عالم الغیب" صرف اس ذات کو کہا جا سکتا ہے جس کا

علم ذاتی اور کلی و احاطی ہو اور چونکہ یہ صفت رب العالمین کی شان ہے لہذا سوائے خالقِ اکبر کی ذات کے اور کسی کو عالم الغیب نہیں کہا جا سکتا۔ خود آپ نے بھی اپنے اس رسالہ کے صفہ ۱۵ پر تسلیم کیا ہے کہ "مطلق طور پر عالم الغیب صرف خالقِ کائنات رب العالمین ہے" ــــــ اس لئے شیخیوں کا ان کو "عالم الغیب" کہنا ان کے خرافات میں داخل ہے۔

سوال نمبر ۸۴:- جناب محترم! آپ نے پانچواں عقیدہ محمد و آلِ محمد علیہم السلام کے "علل اربعہ" ہونے کا عقیدہ بیان کیا یعنی آپ نے یہ کہا ہے کہ "یوں تو تمام شیعہ محمد و آلِ محمد علیہم السلام کو کائنات کی علتِ غائی مانتے ہیں" (اس کے بعد والی تشریح ایجاد بندہ ہے) ــــــ ــــــ "لیکن حضراتِ شیخیہ ان معصومین کو کائنات کی علتِ غائی بھی مانتے ہیں اور اسی کے ساتھ علتِ مادی، علتِ صوری اور علتِ فاعلی بھی مانتے ہیں۔ بے شک حضراتِ شیخیہ کا یہ نظریہ وہ ہے جسے ہم شیعہ اثنا عشریہ نہیں مانتے" ــــــ بہر طور ہم تو یہ پوچھتے ہیں کہ آپ نے اس عقیدے کو شیعہ اثنا عشریہ کی طرف کیوں منسوب کر دیا؟ کس شیعہ عالم کی کتاب میں آپ نے دیکھا ــــــ یا کس کی زبان سے آپ نے یہ نظریہ سنا؟ آپ۔ کوئی ایک مثال بھی پیش کر سکتے ہیں ــــــ (صفہ ۱۸۵)

جواب:- مقامِ شکر ہے کہ کم از کم ایک عقیدہ تو ایسا نکل آیا کہ آپ کو بھی بکراہِ خاطر اسے مسترد کرنا پڑا اور وہ ہے "علل اربعہ" والا کافرانہ و مشرکانہ عقیدہ ــــــ حقیقت یہ ہے کہ جو کچھ ہمارے علماءِ حق نے اس فرقہ ضالہ کے متعلق کہا ہے۔ اس کے جواز کے لئے صرف یہی ایک عقیدۂ باطلہ ہی کافی ہے کہ ہر چیز کا مادہ بھی اہلبیتؑ کے

فاعل بھی اہل بیت ہیں اور ہر چیز کی صورت بھی اہل بیت ہیں ——— جناب والا کو شیعوں کی طرف اس عقیدہ کی نسبت پر بڑا اعتراض ہے۔ نہ معلوم آپ کس دنیا میں بستے ہیں۔ ورنہ عامی شیعہ تو کیا ہم تو آپ کے "مبلغِ اعظم" کی تحریروں میں آئمہ کے "عللِ اربعہ" ہونے والا عقیدہ دکھا سکتے ہیں۔

سوال نمبر ۸۵:- آپ نے اس سلسلہ کا چھٹا عقیدہ حاضر و ناظر والا عقیدہ قرار دیا ہے یعنی ——— شیخیہ چہاردہ معصومینؑ کو حاضر و ناظر جانتے ہیں ——— لیکن ہم آپ پر واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ نہ شیخیہ محمد و آلِ محمد علیہم السلام کو اس معنٰی میں حاضر و ناظر جانتے ہیں جس معنٰی میں اللہ حاضر و ناظر ہے اور نہ ہی شیعہ ایسا عقیدہ رکھتے ہیں تاہم شیعہ و شیخیہ دونوں محمد و آلِ محمد علیہم السلام کو اس معنٰی میں حاضر و ناظر یقیناً مانتے ہیں کہ اللہ کے دیئے ہوئے تصرّف و اقتدار کی بنا پر نہ ان کے لئے ارض و سما کا فاصلہ کوئی چیز ہے نہ ان کے علم کے لئے کوئی رکاوٹ ——— نہ صرف ہماری زبانی فریاد کو سنتے ہیں بلکہ وہ ہمارے دل کی پکار سے بھی واقف ہوتے ہیں اگر ایسا نہ ہوتا تو نماز میں ——— درود بھیجنا لازمی نہ ہوتا اور ہر نماز پڑھنے والے کے لئے ہر نماز میں السلام علیک ایہا النبی و رحمۃ اللہ و برکاتہ پڑھنا ضروری نہ ہوتا ——— کیا وصی رسولؐ امیر المومنینؑ کی نصرتِ رسولؐ میں یہ شان نہیں تھی کہ اللہ ان کی شکل میں اپنے فرشتوں کو بھیجکر مشرکین کے دلوں پر آپ کا رعب قائم کرتا تھا؟ کیا چالیس مقامات پر مہمان ہوتے وقت بھی یہی امکان نہیں ہے کہ اللہ نے ان کی شکل پر فرشتوں کو بھیجا ہو؟ یا جناب امیرؑ ایک مقام سے دوسرے مقام پر یکے بعد دیگرے

بالمجاز پہنچے ہوں وغیرہ وغیرہ ــــ (صہ ۱۴۷)

جواب:۔ شیعوں کی اندھی محبت اور جوشِ وکالت نے پردفیسر صاحب کی چشم بصیرت کو اس طرح اندھا کر دیا ہے کہ یہ بھی نہیں سوچا کہ جو کچھ وہ خود پچھلے باب میں لکھ چکے ہیں اب اس کی بھی نفی کر رہے ہیں وہاں تسلیم کیا ہے کہ وہ بس ان کا ہر مقام پر حاضر ہونا صرف اسی اعتبار سے ہے کہ جہاں چاہیں فی الفور حاضر و موجود ہو سکتے ہیں " (صہ ۱۴۶ سطر ۸) اسی طرح ان کے ناظر ہونے کا وہاں یہ منہوم بیان کیا ہے کہ "جس چیز کا ارادہ کریں اس کا علم حاصل ہو سکتا ہے ان کو توجہ و التفات کی ضرورت ہوتی ہے " (صہ ۱۴۷ سطر ۱) مگر یہاں یہ راگ آلاپ رہے ہیں ــ "وہ ارض و سما کا فاصلہ کونسی چیز ہے ہر جگہ پکارنے والے کی آواز سنتے ہیں، نہ صرف زبانی فریاد بلکہ دل کی پکار سے بھی واقف ہوتے ہیں" وغیرہ وغیرہ ــــ دلیل میں درود شریف اور سلام علی النبی کو پیش کر رہے ہیں۔ کیا خوب دلیل ہے! بھلا سرکار محمد و آلِ محمد علیہم السلام کے لئے بارگاہِ خداوندی سے طلبِ رحمت کو ان کے حاضر و ناظر ہونے سے کیا تعلق ہے؟ کیا جس کے لئے بارگاہِ خداوندی سے رفع درجات کی دعا کیجائے اس کے لئے دعا کنندہ کے پاس حاضر ہونا ضروری ہے؟ محترم کچھ عقل سے کام لیں کیا بہکی بہکی باتیں کر رہے ہیں۔

اگر نماز میں پہلے سلام میں جناب رسولِ خدا سے خطاب ہے تو تمام کائنات کے اہلِ ایمان کو بھی آخری سلام میں خطاب ہے۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ تو کیا تمام اہلِ ایمان حاضر و ناظر ہیں؟ کسی کا تصور دل و دماغ میں قائم کر کے

اس سے خطاب کرنا اور ہے اور اس کا فی الواقع حاضر و ناظر ہونا اور ہے۔
علاوہ بریں جناب کے اضافۂ معلومات کے لئے عرض ہے کہ واجبی سلام جس
سے نماز گزار نماز سے خارج ہوتا ہے وہ دو آخری سلاموں (السلام علینا
وعلیٰ عباد اللہ الصالحین اور السلامُ علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ) میں سے
ایک ہے (جسے پہلے پڑھ دیا جائے) جہاں تک پہلے سلام السلامُ علیکَ ایہا النبی
.....الخ کا تعلق ہے وہ تشہد کے مستحبی اجزاء میں سے ہے بالاتفاق واجب
نہیں ہے اگر حضور والا کی بڑی کتابوں تک رسائی نہ ہو تو تحفۃ العوام مصدقہ
بحواشی سرکار بروجردی اعلی اللہ مقامہٗ صفحہ ۲۸۹ پر یہ مسئلہ دیکھیں جہاں لکھا ہے
"مسئلہ" السلامُ علیکَ ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ سلام نماز کے
صیغوں میں سے نہیں ہے ——— بلکہ تابع تشہد اور مستحب
ہے اس کا ترک نہ کرنا احوط ہے" اگر خدا نے جناب امیرؑ کی شکل پر فرشتے
بھیجے، فرشتوں نے مہمانی کھائی تو اس سے جناب امیرؑ کا ہر جگہ بیک وقت حاضر
ہونا کس طرح ثابت ہو گیا؟ دعویٰ و دلیل میں کچھ مطابقت ہونی چاہیئے علاوہ اس کے یہ
کہ فرشتوں کے بشکلِ جناب امیرؑ بھیجنے والی تاویل محلِ نزاع سے خارج ہے اور
ویسے بھی غلط ہے کیونکہ روایت میں وارد ہے کہ جناب امیرؑ نے چالیس جگہ کھانا کھایا
مگر جناب ابراہیمؑ اور جناب لوطؑ والا قرآنی قصہ شاہد ہے کہ فرشتے اگر شکل تبدیل
کر کے بھی آئیں تو ان کے آثارِ ملکی تبدیل نہیں ہوتے اور وہ کھانا وغیرہ نہیں کھاتے۔
باقی رہی دوسری تاویل کہ یکے بعد دیگرے ہر جگہ پہنچے ہوں۔ سو عرض ہے کہ اگر
جناب امیرؑ کی سرعتِ رفتار ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل فی گھنٹہ سے بھی زیادہ

تسلیم کی جائے تب بھی ایک آن میں پالیس تو گویا وہ دو جگہ بھی حاضر نہیں ہو سکتے۔
کیونکہ جس وقت پہلی جگہ پر ہوں گے اُس وقت دوسری جگہ ان سے خالی ہوگی اور
جب دوسری جگہ پہنچیں گے تو پہلی جگہ خالی ہوگی۔ الغرض ایک جسم کا ایک آن
میں ایک جگہ سے زائد جگہ پر موجود ہونا وہ محالِ عقلی اور ناممکن امر ہے جسے معجزہ
بھی ممکن نہیں بنا سکتا۔ جنابِ امیرؑ نہج البلاغہ کے خطبہ نمبر ۴۶ میں بارگاہِ قدرت میں
عرض کرتے ہیں "اللھم انت الصاحب فی السفر وانت الخلیفۃ فی الاھل ولا یجمعھا
غیرک"! اے خدا! تو ہی سفر میں ہمراہی اور تو ہی اہل و عیال میں جانشین ہے
اور ان دو صفتوں کا (کہ بیک وقت یہاں بھی ہو اور وہاں بھی) سوائے تیری ذات
کے اور کوئی جامع نہیں ہے آنجنابؑ کے اِس بیان سے بھی عیاں ہے کہ یہ
صفت خداوندِ عالم کے ساتھ مخصوص ہے جو لامکان ہے۔ چنانچہ خود فرماتا ہے
"وھو معکم اینما کنتم واللہ بما تعملون بصیر"

بہرحال شیخیہ نے جس معنیٰ میں آئمہؑ کو حاضر و ناظر لکھا ہے اس کی اسلام
میں کوئی گنجائش نہیں ہے۔ شیخ موسیٰ شیخی لکھتے ہیں "تمام الاشیاء فی جمیع احوالھا
من الماضی والحال والاستقبال حاضرۃ لدیھم وسمعھم ومنظرھم یشاھدونھا
حین وجودھا وصدورھا من مبدءہٗ والمستقبل عندھم عین الماضی والماضی
عین الحال"۔ (احقاق الحق ص ۳۱۹) واضح ہونا چاہیئے کہ لوگوں کے دلوں کی پکار
اور اُن کے بھیدوں سے واقف ہونا اس کی شان ہے جو لوگوں کا خالق و مالک ہے
چنانچہ فرماتا ہے "ولقد خلقنا الانسان ونعلم ما توسوس بہٖ نفسہٗ ونحن اقرب
الیہ من حبل الورید" (سورہ قٓ پ ۲۶ رکوع ۱۶) ہم نے انسان کو پیدا کیا اور

ہم اس کے دلی خیالات سے واقف ہیں اور ہم اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں واللہ علیم بذات الصدور اس سلسلہ میں جو بعض روایات وارد ہیں ان کی مناسب تاویل کرنا لازم ہے۔

سوال نمبر ۸ :- جنابِ محترم! آپ نے ساتویں نمبر پر علم حضوری والے عقیدے کو شمار کیا ہے کہ شیخی محمد و آلِ محمد علیہم السلام کے علم کو حضوری مانتے ہیں تو ______ ان کی مراد صرف یہی ہوتی ہے کہ اشیاء معلومہ ان کی نگاہِ بصیرت کے سامنے مستحضر ہوتی ہیں اور وہ بادنیٰ توجہ ان کی طرف متوجہ و ملتفت ہوتے ہیں ______ ان حقائق کی روشنی میں آپ کا یہ الزام کیسے درست ہو سکتا ہے کہ شیخیہ محمد و آلِ محمد علیہم السلام کے لئے علم حضوری مانتے ہیں اور شیعہ ان سے متاثر ہیں ______ (ص ۱۷۹)

جواب :- اسے کہتے ہیں مدعی سست اور گواہ چست! شیخی واشگاف الفاظ میں کہہ رہے ہیں کہ آئمہ کا علم حضوری ہے اور وہ اس کے معنی بھی خود واضح کر رہے ہیں مگر ہمارے محترم پروفیسر صاحب بعید از کار تاویلوں کا جال بچھا کر عوام کی آنکھوں میں دھول جھونک رہے ہیں ______ اور لطف کی بات یہ ہے کہ چھٹے باب میں خود تسلیم کر چکے ہیں کہ محمد و آلِ محمد علیہم السلام کا علم حضوری نہیں ہے چنانچہ ص ۲۸۷ پر لکھتے ہیں "یہ حضرات جس چیز کا ارادہ کریں اس کا علم حاصل ہو سکتا ہے ان کو توجہ و التفات کی ضرورت ہوتی ہے۔ ان کے علم میں مسلسل اضافہ بھی ہوتا رہتا ہے اور یہ خدا سے مزید علم طلب بھی کرتے ہیں۔ لہٰذا ان کا علم نہ ذاتی ہے نہ حضوری" (سطر نمبر ۱۴) ______ اب آیئے ذرا یہ بھی دیکھئے مطلبیں

کہ شیخی اس سلسلہ میں کیا کہتے ہیں۔ چنانچہ شیخ موسیٰ احقاقی احقاق الحق صـ۱۲۱
پر لکھتا ہے "وھذہ الشھادۃ لا تکون الا بحضور جمیع الاشیاء
کلھا وجزئیھا سرھا وعلانیتھا غیبھا وشھودھا لدیھم وعدم
وعدم غفلتھم عنھا آنا واحدا بل ولا لمحۃ واحدۃ فظھر ان علمھم
بکل الاشیاء بلحاظ انھم شھداء علیھا من قبل اللہ سبحانہ علم حضوری
عیانی لا حصولی والتفاتی"۔ خلاصہ مطلب یہ کہ کائنات عالم کی ہر چیز کلی و جزئی،
غیبت و شہود، ماضی و مستقبل اس طرح ان کے پیش نگاہ ہے کہ ایک لمحہ کے
لئے بھی نظروں سے اوجھل نہیں ہو سکتی اور یہ کہ ان کا علم حضوری و عیانی ہے
حصولی و التفاتی (محتاجِ توجہ و التفات) نہیں ہے"

اب قارئین کرام فیصلہ فرمائیں کہ کس کی بات مانیں اور کس کی نہ مانیں؟ اور یہ فیصلہ
بھی قارئین کرام پر چھوڑا جاتا ہے کہ علمِ امام کے حضوری والا عقیدہ رکھنے کا
شیخیوں پر الزام ہے یا یہ ایک مسلّمہ حقیقت ہے کہ وہ یہ باطل عقیدہ رکھتے ہیں۔

سوال نمبر ۸۷:۔ آپ نے اس سلسلہ میں آٹھویں نمبر پر استمداد والا عقیدہ بیان کیا ہے
——— کہ شیخیہ محمد و آل محمد علیہم السلام سے مدد طلب کرنے کو جائز و مستحسن
جانتے ہیں ——— محمد و آلِ محمد علیہم السلام سے استمداد کا عقیدہ نہ
شیخیہ کے ساتھ مختص ہے نہ جدید ہے اور نہ فاسد ہے کیونکہ ہم انہیں صاحبانِ تصرف و
اقتدار مانتے ہیں ——— آپ کا معاملہ بھی عجیب ہے۔ اُمورِ تکوینیہ میں محمد و آلِ محمد
علیہم السلام کا تصرف و اقتدار بھی نہیں مانتے اور انہیں علتِ غائی بھی کہتے ہیں۔ ان
میں اللہ کی دی ہوئی قدرتِ معجزہ نمائی سے انکار بھی کرتے ہیں اور شیعہ عوام ——— کو خوش

کرنے کے لئے انہیں مشکل کشا بھی کہتے ہیں ____________ (صنہ ۱۸۰)

جواب:۔ غیراللہ سے مستقل طور پر استمداد کا عقیدہ گو جدید نہیں مگر فاسد ضرور ہے نہ خدا نے اس کی اجازت دی اور نہ رسولِ خدا اور آئمہ ہدیٰ نے اسے روا سمجھا ہے۔ مگر شیخی فرقہ کا بانی تو یہ ثابت کر رہا ہے کہ مدبّرِ کائنات اور ناصرِ انبیاء ہی جنابِ امیر علیہ السلام ہیں۔ اگر علماءِ اعلام شیعہ استمداد کو جائز جانتے ہیں تو بمقامِ وسیلہ ہیں ولبس۔ جب علتِ غائی کا صحیح مفہوم سمجھ لیا جائے (جس کی وضاحت تیسرے باب میں کی جا چکی ہے) تو پھر تصرّف و اقتدار والا عقیدہ خود بخود ختم ہو جاتا ہے اور یہ نعرے بھی علاوہ اظہارِ محبت و عقیدت اور حصولِ تبرک کے جنابِ حیدرِ کرّار کو وسیلہ بارگاہِ خدا سمجھ کر ہی لگائے جاتے ہیں جس کے جواز میں کوئی اشکال نہیں ہے باقی باتوں کی کئی بار وضاحت کی جا چکی ہے۔

سوال نمبر ۸۶:۔ جنابِ محترم! آپ نے اس سلسلہ میں نویں نمبر پر جس عقیدے کو شیخیہ کی طرف منسوب کر کے شیعہ پر طعن کیا ہے وہ معجزے کے فعلِ نبی و امام ہونے کا عقیدہ ہے ____ یہ عقیدہ نہ حضراتِ شیخیہ سے مخصوص ہے نہ جدید ہے نہ فاسد ہے بلکہ عین حق ہے ____ یہاں صرف یہ پوچھتے ہیں کہ کیا کتبِ شیعہ میں موجود ہزاروں احادیثِ معصومین سے ان کا صاحبِ اعجاز ہونا ثابت نہیں ہوتا؟ ______ (صنہ ۱۸۱)

جواب:۔ اسے کہتے ہیں سوال گندم اور جواب چنا۔ اصول الشریعہ میں نویں نمبر پر یہ کہا گیا تھا کہ شیخیہ نہ صرف یہ کہ نبی و امام کو معجزہ کا فاعلِ حقیقی سمجھتے ہیں بلکہ وہ تمام انبیاء کے معجزات کو بھی آئمہ اہل بیتؑ کا معجزہ کہتے ہیں مگر شیخیہ۔۔ صاحب نے اس دوسرے مطلب کو چھوا بھی نہیں۔ کیا اس عقیدۂ فاسدہ کی بنا پر تمام انبیاء کے معجزات کی نفی نہیں

ہو جاتی ہے جن میں سے بہت سے ایسے ہیں جو قرآن مجید میں مذکور ہیں اس بات پر پانچویں باب میں مکمل گفتگو ہو چکی ہے کہ عام انسانی افعالِ اختیاریہ کا حقیقی فاعل انسان ہے اور مجازی فاعل خدا ہے اور معجزہ میں حقیقی فاعل خدا ہے اور مجازی فاعل نبی و امام ہیں۔ قرآن و حدیث و اجماعِ علماء سے ثابت شدہ اس عقیدہ سے معاذ اللہ نبی و امام کی توہین مقصود نہیں بلکہ خالقِ اکبر کی قدرتِ کاملہ اور اختیاراتِ واسعہ کا اثبات مطلوب ہے۔ کل یوم ھو فی شان۔

اگر ہزاروں احادیث سے ان کا صاحبِ اعجاز ہونا ثابت ہے تو ہم پوچھتے ہیں کہ کیا انہی ہزاروں احادیث سے یہ ثابت نہیں ہے کہ معجزہ نما بوقتِ معجزہ نمائی خداوندِ عالم کی بارگاہ میں اسم اعظم پڑھ کر معجزہ ظاہر کرنے کی دعا و استدعا کرتے ہیں اور خدا ان کے ہاتھوں پر ظاہر کرتا ہے؟

ع بس اک نگاہ پہ ٹھہرا ہے فیصلہ دل کا

سوال نمبر ۸۹: جنابِ محترم! آپ نے اس سلسلہ کا آخری اور دسواں عقیدہ یہ بیان کیا ہے کہ ــــ شیخیہ فرشتوں کی حرکت و سکون کو حکم اہلبیتؑ کا تابع مانتے ہیں ــــ لیکن ہم پوچھتے ہیں کہ کیا آپ محمد و آلِ محمد علیہم السلام کو کائنات میں سب سے افضل و برتر نہیں مانتے؟ کیا فرشتوں کو ان کا خادم نہیں مانتے؟ کیا ان کی اطاعت عالمین پر واجب نہیں ہے؟ ــــ اگر اقرار کرتے ہیں تو فرشتوں کو چہاردہ معصومینؑ کا تابع و مطیع ماننا پڑے گا ــــ (ص ۱۸۲)

جواب: سرکار علامہ مدظلہ، اس موضوع پر تفصیل کے ساتھ احسن الفوائد میں (ص ۸۷ طبع دوم) تنقید و تبصرہ کر کے ثابت کر چکے ہیں کہ فرشتوں کی حرکت و سکون اور نشست و برخاست

حکم خدا کے تابع ہے۔ جیسا کہ خدا نے فرشتوں کا یہ کلام خود اپنے قرآن میں بیان فرمایا
ہے "وما نتنزل الا بامر ربک" (پ۱۶ سورہ مریم رکوع ۷) ہم نازل نہیں
ہوتے (اے رسول) مگر آپ کے پروردگار کے حکم کے ماتحت! یا جیسے سورۃ القدر
میں ارشادِ قدرت ہے "تنزل الملائکۃ والروح فیہا باذن ربہم" کہ لیلۃ القدر
میں ملائکہ اور روح اپنے پروردگار کے حکم سے نازل ہوتے ہیں"

لہٰذا یہ درست ہے کہ سرکارِ محمد و آلِ محمد علیہم السلام افضل کائنات ہیں اور یہ بھی صحیح
ہے کہ وہ مخدوم ملائکہ ہیں یہ بھی غلط نہیں کہ مکلفین پر ان کی اطاعت واجب و لازم ہے
اگر کبھی فرشتوں کو کوئی حکم دے دیں تو ان پر بھی ان کے حکم کی تعمیل ضروری ہے۔ مگر اس
کے باوجود اس سے یہ ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ کوئی فرشتہ جناب امیرؑ یا دوسرے
آئمہ طاہرینؑ کے حکم کے بغیر اپنی جگہ سے حرکت بھی نہیں کر سکتا اور اگر کرتا ہے تو
اس کے پر جل جاتے ہیں جیسا کہ شیخیوں نے وضعی روایات کی بنا پر یہ باطل اعتقادات
بیان کئے ہیں۔ بہر حال ہمارے اس بیان سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ یہ فاسد
عقیدہ نصوص محکمہ قرآنیہ کے خلاف ہے۔ کیا ہم یہ توقع رکھیں کہ چند روزہ زندگی
کی خاطر پروفیسر صاحب اپنی دائمی زندگی شیخیوں کی وکالت اور غلط عقائد کی اشاعت
میں برباد نہیں کریں گے اور ان واضح حقائق کا اقرار کر کے اپنی آخرت کو سنواریں گے!

کیا ہم اس خوشگوار انقلاب کی توقع کر سکتے ہیں؟؟

سوال نمبر ۹:- جناب محترم! آپ نے اصول الشریعہ کے آخری باب میں بھی دس عدد عقیدے پیش
کئے ہیں جنہیں آپ نے حضراتِ شیخیہ کی طرف منسوب کر کے دوسرے تمام شیعوں پر طعن فرمایا
______ لیکن ہمارے گذشتہ بیانات سے ظاہر ہے کہ شیخیہ حضرات کے صرف ایک نظریہ

کو (یعنی چہاردہ معصومین علیہم السلام کا علل اربعۂ کائنات ہونا) ہم تسلیم نہیں کرتے ــــــ باقی تمام دوسرے عقائد وہی ہیں جو سلف سے خلف تک شیعہ عوام و خواص کے لئے اجزاء ایمان رہے ہیں اور کلامِ الہٰی و کلامِ معصومینؑ سے صحیح ثابت ہیں ــــــ ان ہی الفاظ پر ہم اپنی گفتگو کو ختم کرتے ہیں ــــــــــــ (ص ۱۸۳)

جواب :- جناب والا! ہم نے اس جوابی کتاب میں اصول الشریعہ کے بیان کردہ دس عدد عقائد میں چار اور عقائد کا مزید اضافہ کر کے ثابت کر دیا ہے کہ نہ صرف یہ کہ آئمہ کے علل اربعہ ہونے کا عقیدہ باطل ہے بلکہ ان کے یہ تمام کے تمام عقائد افراط و غلو پر مبنی ہونے اور قرآن و سُنت کے منافی ہونے کی وجہ سے فاسد و باطل اور ناقابلِ قبول ہیں اور ان عقائد باطلہ کے حامل و مروّج بموجب ارشاد مراجع تقلید عراق و ایران ضال بھی ہیں اور مضل بھی۔ لہذا ایسے فاسد عقائد کو طولانی قیل وقال اور عریض تاویل باتوں سے نہ صحیح ثابت کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی عقائدِ حقہ ایمانیہ کو مشکوک بنایا جا سکتا ہے اور نہ ہی یہ دین و مذہب کی خدمت ہے! ہم بھی اتمامِ حجت کرنے کے بعد اب یہاں سلسلۂ کلام کو ختم کرتے ہیں اور بارگاہِ ربّ العزّت میں دست بدعا ہیں کہ وہ رحیم و کریم بطفیل چہاردہ معصومینؑ ہم سب کو اپنی ذات اور اپنے مقرّر کردہ نمائندوں کی صحیح معرفت اور ان کی صحیح اقتداء کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور صراطِ مستقیم پر ثابت قدم رکھے دین و دنیا میں اپنی رحمت اور ان کی شفاعت ہمارے شاملِ حال فرمائے۔ آمین بجاہِ النبی و عترتہ المعصومین صلوات اللہ علیہ وعلیہم اجمعین ۞ وآخر دعوانا ان الحمد للہ ربّ العالمین۔

بقیہ ص۲۳

۵۔ آیۃ اللہ العظمیٰ آقائے سید ابوالقاسم الخوئی مدظلہ العالی سے دریافت کیا جاتا ہے۔

"انبیاء و اوصیائے انبیاء علیہم السلام در نوع بشر شامل اند یا بنوع جداگانہ تعلق دارند

کسے کہ این حضرات را در نوع بشر شامل داند با عتراف کمالات و نبوت و امامت این

حضرات آیا چنیں شخص صحیح العقیدہ است یا مقصر؟

جواب:۔ آیۃ اللہ مدظلہ

"بسمہ تعالیٰ! بلی از نوع بشر است ولی برخوردار از جمیع کمالات بشری است علاوہ

بر منصب امامت و نبوت کہ از اعظم مناصب الٰہی میباشد و ایں دو منصب

بکسی می رسد کہ منزہ از تمام رذائل خلقی و خلقی باشد و ہیچ عیبی و نقصی در تمام عمر

در او نباشد یعنی معصوم باشد

دستخط و مہر شریف

۶۔ مندرجہ بالا سوال کے جواب میں حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ آقائی السید عبدالاعلیٰ السبزواری

مدظلہ العالی فرماتے ہیں

بسمہ تعالیٰ انبیاء و اوصیاء از نوع بشر مستند ولے روابط آنہا با خدا

و افاضات خدا بآنہا خارج از نوع بشر است و ایں عقیدہ صحیح است و

باید مردم ہمی عقیدہ را داشتہ باشند (واللہ العالم)

دستخط و مہر شریف

تمت بالخیر